OSMANIA UNIVERSITY

جامعۂ عثمانیہ

اصولِ قانون

جلد دوم

سلسلۂ نصابیات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

اصول قانون

جلد دوم

تصنیف

سر جان سامنڈ

سولیسیٹر جنرل فار نیوزیلینڈ

ترجمۂ

مولوی سید علی رضا صاحب بی۔ اے۔ بیرسٹر ایٹ لا

سابق رکن شعبۂ تالیف وترجمہ جامعۂ عثمانیہ

۱۳۴۶ھ م ۱۳۳۷ف م ۱۹۲۸ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن
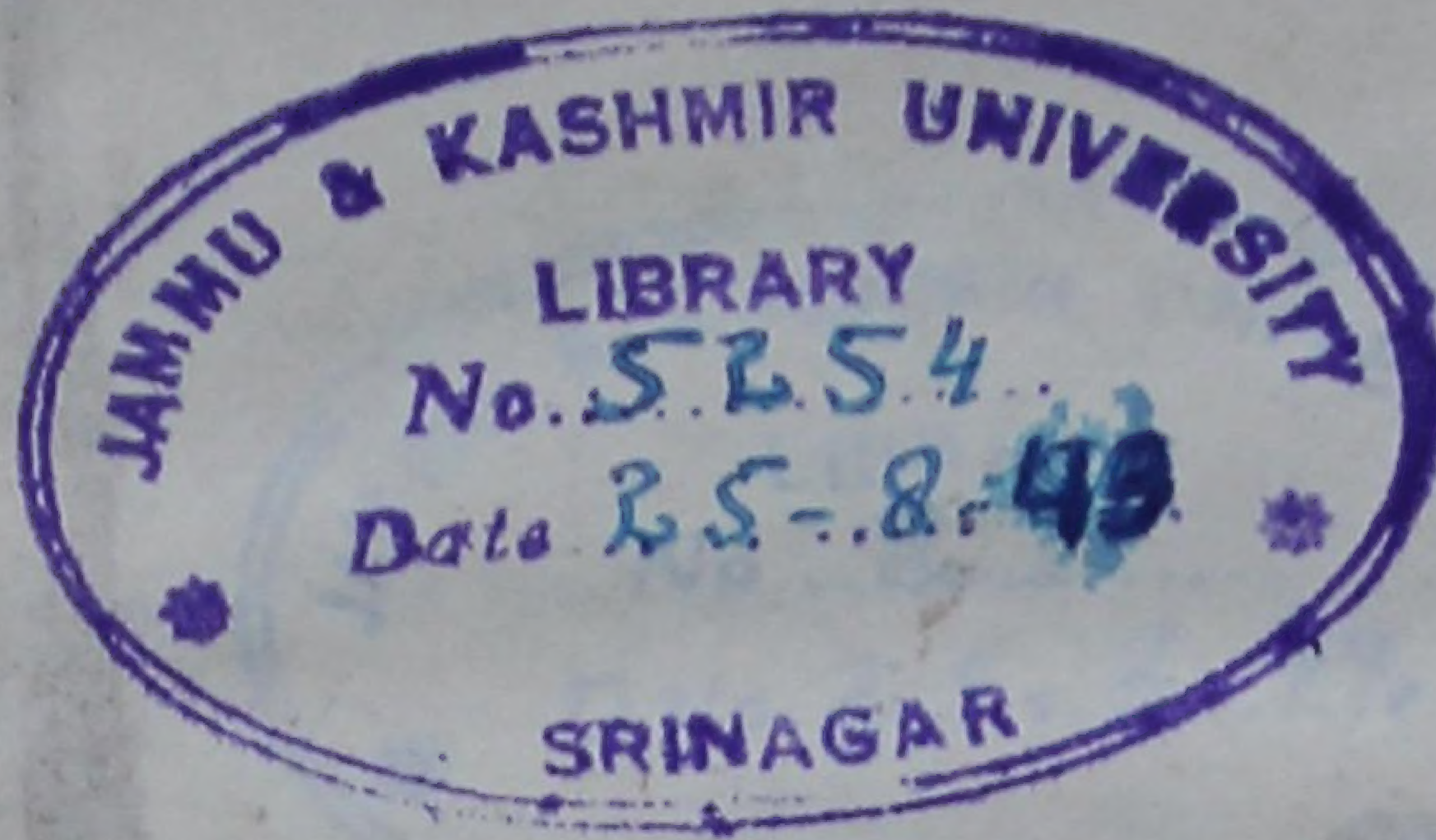
یہ کتاب سر جان سامنڈ (مصنف) کی اجازت سے
جن کو حق اشاعت حاصل ہے اردو میں ترجمہ
کر کے طبع و شایع کی گئی ہے ۔

اُصولِ قانون

جلد دوم

انسانی قانون اور اُس کے اصول، آسمانی قانون اور اُس کے اصول سے جدا ہیں۔

فقہ اسلام کے ماخذ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے بعد اجماع و قیاس کا درجہ ہے کہ ان کا مدار بھی اسی پر ہے۔

اصول فقہ بھی اسی ماخذ پر مبنی ہیں۔

انگریزی قوانین اور اُن کے زیر نظر اُصول کو ان ماخذ و مبانی سے کچھ سروکار نہیں۔

اس نکتے کو ملحوظ رکھتے ہوئے متعلمین کے لئے ان ابواب کی طباعت و اشاعت میں مضائقہ نہیں کیونکہ اس کتاب میں نہ مذہب و پیشوایان مذہب کیساتھ کسی قسم کی گستاخی کی گئی ہے اور نہ کوئی متعصبانہ حملہ ہے۔ فقط

عبداللہ العمادی

ناظر مذہبی جامعہ عثمانیہ سرکار عالی

فہرست مضامین اصولِ قانون جلد دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصول قانون جلد دوم

بارھواں باب

ملکیت

فصل ۸۶ تعریف ملکیت

بلحاظ نہایت وسیع اور جامع مفہوم کے لفظ ملکیت سے مراد وہ نسبت ہے جو شخص اور اس کے حق محصلہ کے درمیان پائی جاتی ہے۔ چاہے ملکیت کی کوئی شکل کیوں نہ لی جائے ہر ایک شکل میں انسان کسی نہ کسی حق کا مالک ہوتا ہے۔ موضوع ملکیت حق کے سوائے خواہ وہ کسی قسم کا کیوں نہ ہو کوئی دوسری شے نہیں ہو سکتی۔ لیکن لوگ ملک سے مراد شے مادی لینے کے عادی ہو گئے ہیں اور ملک کے لئے شے کا مادی ہونا ضروری خیال کرتے ہیں حالانکہ اس طرح کا طرز کلام صنائع اور بدائع زبان میں داخل ہے ملک کا اطلاق جو مادی اشیاء پر کیا جاتا ہے اس کو ایک قسم کا استعارہ یا مجاز سمجھنا چاہیے اور کثرت استعمال سے بظاہر اس کی شان مجازی باقی نہیں رہتی ہے مثلاً اگر کہا جائے کہ فلاں قطعہ اراضی ایک شخص کی ملک ہے تو اس کا صحیح مفہوم اس کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا کہ شخص مذکور اس قطعہ زمین میں ایک مخصوص حق کا مالک ہے یعنی اُس زمین کی حقیت مستقل و قابل ارث ملک ہے۔

اس مفہوم عام (یعنی نہایت وسیع اور جامع معنوں) کے لحاظ سے اصطلاح

ملکیت میں تمام قسم کے حقوق خواہ وہ مالکانہ ہوں کہ شخصی خواہ متعلق اشیاء ہوں کہ خلاف اشخاص یا حقوق بر جائداد غیر اور بر جائداد خود کیوں نہ ہوں داخل ہیں مثلاً میں کسی قرضے کا یا رہن کا یا پٹے کا یا کسی حق راہ کا یا زمین کی حیثیت مستقل و قابل ارث کا مالک ہو سکتا ہوں۔ ہر ایک حق ایک نہ ایک قسم کی ملک ہے اور سوائے حق کے کوئی دوسری شئے ملک نہیں ہو سکتی اور اس لئے ہر ایک شخص اپنے ان تمام حقوق کا جو اس کو حاصل ہیں مالک ہے۔

ملکیت کے جس مفہوم عام کا فقرات بالا میں ذکر کیا گیا ہے اور جو ایک قسم کی نسبت ہے کہ صاحب حق اور اس کے حق کے مابین پائی جاتی ہے اس لحاظ سے ملکیت کا دوسری دو ایسی نسبتوں سے تقابل کیا جاتا ہے جن کا حقدار اور اس کے حق کے درمیان واقع ہونا ممکن ہے چنانچہ اس بناء پر اولاً ملکیت کا قبضہ سے مقابلہ کیا جاتا ہے لیکن قبضہ ایک ایسا ہی نہایت دقیق اور دشوار تصور قانونی ہے کہ اس کے متعلق ہماری رائے میں ملکیت کے بعد ایک علیحدہ باب میں تفصیل وار اور مصرح بحث کرنی مناسب ہے لہذا ہم نے اس کتاب کے تیرھویں اور چودھویں دو باب بیان قبضہ کے لئے وقف کر دیئے ہیں۔ ہمکو آئندہ چل کر معلوم ہوگا کہ قبضۂ حق سے مراد وہ تصرف اور تمتع ہے جو فی الواقع قابض حق کو حق مقبوضہ سے مسلسل حاصل ہوتا ہے اور برعکس اس کے ملکیت کی کیفیت ہے جو از روے استحقاق مالک کو حاصل ہوتی ہے۔ لاطینی اور جرمن زبانوں میں قبضۂ حق کے متعلق مخصوص اصطلاحات ہیں (Bos Possesio Juris) اور (Richtsbesitz) جن کی وجہ سے اصطلاح قبضہ کا منشا ان زبانوں میں قبضۂ حق لیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ ایک شخص کسی حق کے مالک ہونے کے بغیر اس کا قابض ہو سکتا ہے مثلاً ایک شخص جو دوسرے کی زمین پر ناجائز طور سے قابض ہو جائے اس کو اس طرح استعمال کر سکتا ہے کہ حق مرور یا کوئی اور حق آسائش ظاہری اس کو حاصل ہو سکے۔ دوسری وہ شکل ہے جب کہ مالک ہونے کے بغیر حق کا قابض ہو سکتا ہے۔ تیسری صورت میں ملکیت اور قبضہ ایک سمجھے جاتے ہیں۔ یعنی مالک حق اور حق کے درمیان جو فی الواقع اور بالاستحقاق نسبتیں پائی جاتی ہیں وہ وقت واحد میں متحد ہو کر واقع ہوتی ہیں۔

ثانیاً ملکیت حق کا اس بار اور مواخذہ سے مقابلہ کیا جاتا ہے جو اس پر عائد

ہوتا ہے۔ جس شخص کو کہ حق حاصل ہوتا ہے وہ مالک حق ہے اور وہ شخص جس کے حق کا بار اور مواخذہ حق اول پر پڑتا اور جس کی وجہ سے وہ تابع و محدود ہوتا ہے مواخذہ گیر کہلاتا ہے۔ مالک کے حق کو حق تابع اور مواخذہ گیر کے حق کو حق متبوع وحقا لقانہ کہتے ہیں۔ مثلاً ۱ ایک جائداد کا مالک ہے اور اس کا ب پٹہ دار ج پٹہ دار ذیلی (تو دار) د مرتہن اول ھ مرتہن ثانی ہو سکتے ہیں اور مواخذہ گیروں کے اس سلسلے کی کوئی انتہا نہیں ہو سکتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ادب قانونی میں ہر ایک مواخذہ گیر کے لئے علیحدہ علیحدہ نام نہیں تجویز کئے گئے ہیں چنانچہ اس شخص کے لئے جس کو جائداد غیر پر حق آسائش حاصل ہو کوئی لقب ایسا نہیں مقرر کیا ہے جس کے ذریعے سے مالک جائداد اور حق آسائش کے رکھنے والے میں بآسانی امتیاز ہو سکے۔ اسی طرح عدم تسمیہ قانونی کے سبب سے مالک جائداد اور اس شخص میں جو کسی معاہدے کی بنا پر جس کا اس جائداد سے تعلق ہو اور جو اس کی بقا کے ساتھ جاری رہے اس جائداد سے مستفید اور متمتع ہوتا ہے فرق کرنا مشکل ہے۔

اگرچہ مواخذہ اور ملک دو جداگانہ حالتیں ہیں اور ان میں فرق عظیم ہے لیکن مواخذہ گیر اپنے بار اور مواخذہ کا مالک سمجھا جاتا ہے ایسا ہی مرتہن زمین اپنے رہن کا اور پٹہ دار (زمین) اپنے پٹے کا اور زمین کا مرتہن ثانی (ذیلی) اپنے رہن ثانی (ذیلی) کا مالک سمجھا جاتا ہے یعنی جس شخص کو کسی حق پر بار یا مواخذہ حاصل ہوتا ہے اس کے اور اس مواخذہ کے درمیان نہ صرف ایک معینہ نسبت پائی جاتی ہے بلکہ اس شخص میں اور حق زیر بار یا حق تابع میں بھی ایک مخصوص نسبت قرار پاتی ہے۔ بلحاظ حق ثانی وہ شخص مواخذہ گیر لیکن بلحاظ اول وہی شخص اس حق تابع کا مالک سمجھا جاتا ہے۔

ہرچند ملکیت کے مختلف اور متعدد اقسام ہیں لیکن ذیل میں صرف انھیں چند انواع کی تقسیم پیش کی جاتی ہے جو زیادہ اہم اور مفید خیال کئے جاتے ہیں اور جن کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنا مناسب ہے۔

۱۔ ملکیت مادی۔ غیر مادی۔

۲۔ ملکیت منفردہ و مشترکہ

۳ - ملکیت امانتی (ملکیت امین) و ملکیت منفعتی (ملکیت ماموں لہ)
۴ - ملکیت قانونی و نصفتی (ملکیت از روئے قانون و ملکیت از روئے نصفت)۔
۵ - ملکیت محصلہ و ملکیتِ منحصر بر واقعہ غیر معین ۔

فصل ۷۲ ۔ ملکیت مادّی و غیر مادّی

ہر چند ملکیت کا موضوع صحیح خواہ کوئی ایک شکل کیوں نہ لی جائے حق ہے لیکن بہ لحاظ محاورۂ زبان ہم اشیاء مادی پر ملکیت کا اطلاق کرنے کے عادی ہو گئے ہیں چنانچہ انگریزی زبان میں لوگ حقوق بر زمین یا حقوق بر مال کو ملک نہیں کہتے اور نہ ان کے متعلق حصول اور انتقال کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں بلکہ زمین اور مال کو ملک کہنا فصاحت سمجھی جاتی ہے اور انھیں چیزوں کی نسبت حاصل اور منتقل کرنے کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ یعنی لوگ اس مادی شئے کو جو حق کا موضوع ہے کنایتاً (از روئے صنعت تلمیح) حق کے مساوی سمجھنے لگے۔ ظاہر ہے کہ اس صنعت کے استعمال سے نہ صرف عوام کو سہولت ہے بلکہ مخلوق اس کی عادی بھی ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ الفاظ کے اس غلط استعمال میں ایک اور فائدہ ہے لفظ کے سننے سے جب سامع کا ذہن کسی مادی شئے کی جانب منتقل ہو جائے اور اس کی تصویر اس کی آنکھوں میں کھنچ جائے تو اس کی طبیعت پھر اس کے مجرد تصور و مفہوم کے سمجھنے کی طرف راغب نہیں ہوتی۔ ملکیت کا اشیائے مادی پر اطلاق کرنے سے عوام کو اس مجرد خیال اور تصور کے سمجھنے سے نجات ملتی ہے جو ملکیت حق سے پیدا ہوتا ہے اور یہ محض تصور ہی تصور ہے۔

ظاہر ہے کہ حقوق مجردات و تصورات کی دھندلی تصویریں ہیں اور ان کے برخلاف اشیائے مادی شکل موجودات بخوبی نظر آتی اور محسوس ہوتی ہیں اور اس لئے انسان ان دوسری چیزوں کا بہت جلد تصور کر سکتا اور اس کی زبان سے بآسانی اس تصور کا اظہار ہو سکتا ہے حالانکہ صنعت زبان کے ذریعے سے ہی ادائے مطلب کیوں نہ کیا جائے اس میں شک نہیں کہ یہ تدبیر جو اختیار کی گئی ہے اس کے ذریعے سے نہ صرف الفاظ کا اختصار مد نظر ہے بلکہ لفظ کا جو مفہوم ہے یعنی مسمی بہ اس کے سمجھنے میں

بھی آسانی ہوتی ہے۔
لیکن یہ مجاز وکنایہ جس کے ذریعے سے موضوع حق بجائے حق استعمال کیا جاتا ہے ہر ایک موقع پر بکار آمد نہیں ہو سکتا۔ مثلاً میں ان روپیوں کا جو میرے ہاتھ میں ہیں مالک ہو سکتا ہوں لیکن ان روپیوں کا جو مجھکو وصول طلب ہیں میں کیونکر مالک ہو سکتا ہوں کیونکہ میں ان روپیوں کے وصول پانے کے حق کا مالک ہوں پہلی شکل میں ان مادی سکوں کا مالک ہوں جو میرے ہاتھ میں ہیں اور دوسری شکل میں میں صرف قرضہ غیر مادی یا حق وصول قرضہ بذریعہ نالش کا مالک ہوں۔ اسی طرح سے میں اپنی زمین کا مالک ہوں لیکن میں صرف اس حق کا مالک ہوں جو مجھکو میرے پڑوسی کی زمین پر سے راستہ چلنے کے لئے ملا ہے۔ اگر ہم ان مثالوں سے قطع نظر کرکے صرف نفس معاملہ کے محاورہ زبان ہی پر غور کریں تو ہمکو معلوم ہوگا کہ موضوع ملکیت کبھی شے مادی اور کبھی حق محض ہوا کرتا ہے لیکن ایک ہی لفظ کا دو مختلف مفہوم کے لئے استعمال کیا جانا از روے منطق ایک مہمل بات معلوم ہوتی ہے۔ اصولاً لفظ ملکیت کا اطلاق کسی ایک چیز کے لئے ہونا چاہیئے۔ اس سے مراد یا تو شے مادی یا حق ہونا چاہیئے بہر حال ان دونوں چیزوں کے لئے بھی ایک مفرد لفظ نہیں استعمال ہو سکتا۔ پھر بھی اس لفظ کو کنایتاً استعمال کرنے میں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے تھوڑی سہولت ہے لیکن اگر اس کو حق کے عوض کوئی دوسری شے تصور کرکے اس کے متعلق علمی تدبّر کرنا چاہو تو سوائے پریشانی اور غلط فہمی کے کوئی دوسرا نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

جب صورت حال یہ ہے تو اس مقام پر چند سوالات مبصر کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں کس خاص شکل میں ہمکو اس صنعت یا کنایہ کا استعمال کرنا چاہیئے وہ کیا اصول ہے جس کی بنا پر ہم کبھی حق کو اس کے موضوع کے عوض استعمال کرتے ہیں اور کبھی نہیں کرتے کبھی تو ہم حق کو اس کا موضوع سمجھتے ہیں اور کبھی نہیں سمجھتے ملکیت مادی اور غیر مادی میں فرق کرنے کا کیا اصول ہے ان سوالات کا جواب اس کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا کہ زبان میں جو یہ طریقہ رائج ہو گیا ہے وہ ایک حد تک خود مختارانہ اور مشتبہ ہے۔ الفاظ کے استعارہ وکنایہ کے استعمال کا منطق سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ بات عوام کے طرز عمل اور رائے پر منحصر ہے۔ اس پر بھی ہم ایک عام اصول بیان کرتے ہیں شے مادی

کی ملکیت سے مراد بلحاظ شے زیر بحث حق بر جائداد خود کی ملکیت علیحدہ ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص کو کسی دوسرے شخص کے قطعۂ زمین یا اس کے مال پر مواخذہ یا بار ڈالنے کا حق حاصل ہو تو اس کو اس زمین یا اس مال کا مالک نہیں کہتے ہیں حالانکہ پہلے شخص کے حق کی وجہ سے دوسرے شخص کا حق محدود اور زیر بار ہوتا ہے اگرچہ حق بر جائداد غیر کا موضوع شے مادی ہوتا ہے لیکن اس طرح کے حق کی ملکیت ہمیشہ شے غیر مادی ہوتی ہے چنانچہ اگر مجکو کسی مال یا جائداد منقولہ کے پانے کا یا اس کی کفالت یا اس کے استعمال عارضی کا حق حاصل ہو جائے تو ان وجوہ کی بنا پر میں اس مال یا جائداد منقولہ کا مالک نہیں کہلا سکتا۔

اس کے برعکس اگر حق اس قسم کا حق ہے جو کسی دوسرے حق کے لئے بار یا مواخذہ نہ ہو بلکہ وہ بذات خود اور حق بر جائداد خود ہو تو ایسی صورت میں حق اس کے موضوع کے برابر جو ایک شے مادی ہوتا ہے سمجھا جاتا ہے یعنی اُس شے مادی پر جو اس حق کا موضوع ہے اس حق کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ لیکن انگریزی زبان میں ملکیت کے متعلق جو اس طرح کا استعمال ہوا ہے اس کا اصلی سبب دریافت کرنا چنداں دشوار نہیں ہے۔ شخص کو جو کسی شے مادی پر حق بر جائداد خود حاصل ہوتا ہے وہ بلحاظ تمتع وتصرف یا جائز کامل درجہ کا حق سمجھا جاتا ہے۔ مالک حق کو اس شے کے استعمال وتصرف میں اور اس سے نفع اُٹھانے کی پوری آزادی حاصل رہتی ہے۔ وہ جس طرح چاہے قانوناً اس شے پر تصرف کر سکتا ہے اور جس طریقے سے چاہے اس کو منتقل کر سکتا ہے۔ اختیار تصرف و انتقال کے لحاظ سے یہ ایک نہایت وسیع اور عام حق ہے۔ برخلاف اس کے وہ دوسرے تمام حقوق جن کا جائداد غیر سے تعلق ہوتا ہے ایک قسم کے مخصوص اور محدود حقوق ہیں۔ ظاہر ہے کہ پہلی قسم کے حق میں کمی واقع ہونے سے اور اس کی قطع وبرید سے اس دوسری قسم کے حقوق وجود پذیر ہوتے ہیں۔ بہر حال پہلی قسم کا حق ایک ایسا حق ہے جو مطلق اور جامع ہے اور جس کو لاطینی ادب قانونی میں "حق عام" کہتے ہیں۔ بہر کیف یہی ایک ایسا حق ہے جو اپنے موضوع کے برابر اور مساوی سمجھا جاتا ہے اور لوگ اس کا اس کے موضوع پر اطلاق کرتے ہیں۔ حق کو موضوع کہنے کا سبب یہ ہے کہ یہ حق بعض حالات کے نظر کرتے اپنے موضوع کا ہمتا ہے اور جو قانونی مفہوم موضوع حق کا ہے وہ اس حق کے ذریعے سے

بخوبی ادا ہوتا ہے۔ دنیا میں جس قدر حقوق ہیں ان سب سے یہی ایک حق بہ لحاظ و بمناسبت موضوع عظیم ہے اور لطف یہ ہے کہ اس کے متعلق جس قدر دوسرے ادنیٰ درجے کے حقوق ہیں وہ اسی ایک اعلیٰ درجے کے حق میں شامل ہیں لہٰذا جو شخص ایسے حق کا مالک ہو اس کو اس شے کا یعنی موضوع حق کا مالک کہنا سہولت زبان پر دلالت کرتا ہے۔

اگرچہ فقرہ بالا میں بیان کیا گیا ہے کہ ملکیت مادی سے مراد ایک ایسے کامل حق کی ملکیت ہے جس کی وجہ سے مالک حق موضوع حق پر جس قدر جائز تصرفات ہیں وہ ان سب کو کمال آزادی سے عمل میں لا سکتا ہے لیکن اس کا دائرۂ عمل بعض وقت حقوق بر جائداد غیر کے مخالفانہ اثرات کی وجہ سے جو دوسرے اشخاص کو حاصل ہوتے ہیں محدود ہو جاتا ہے چنانچہ ایک مالک شے کا حق پٹہ داروں مرتہنوں اور دیگر مواخذہ گیروں کے حقوق شیوع کی وجہ سے بالکل غائب ہو کر اس کی ملکیت برائے نام باقی رہ جاتی ہے اس پر بھی اس شے کا وہی شخص اصلی مالک سمجھا جاتا ہے اور دوسرے اشخاص محض ان حقوق کے مالک متصور ہوتے ہیں جو اس شے (موضوع حق) پر ان کو حاصل ہوئے ہیں۔ مالک کے حق پر ان عام مواخذوں کے عائد ہونے کے باوجود اس کی ملکیت کے زائل نہ ہونے کا سبب بخوبی ظاہر ہے چونکہ مالک کو حق بر جائداد خود حاصل ہے اس لئے اگر یہ دوسرے تمام مواخذات کا بار اس حق سے اٹھا لیا جائے تو اس کے حدود اپنی اصلی حالت پر عود کر کے وسیع ہو سکتے ہیں اور وہ حق دوبارہ حق عام ہو سکتا ہے اور مالک اپنا تصرف اس پر قائم کر کے اس سے دواماً متمتع ہو سکتا ہے۔ المختصر شے مادی کے مالک سے مراد وہ شخص ہے جو کسی حق کے عام تمتع و تصرف کے حق کا مالک ہو یا ان تصرفات[1] کا مالک ہو جو دوسرے تمام مخصوص اور محدود حقوق

[1] اصول قانون مولفہ پالک طبع دوم صفحہ ۱۷۵۔ "ملکیت کی تعریف یہ ہے کہ وہ ان تمام اختیارات تمتع و انتقال کے مجموعہ کا نام ہے جو از روئے قانون کسی شخص کو حاصل ہو سکتے ہیں . . . . . . مالک شے بننے کے لئے شخص کو ہمیشہ تمتع اور انتقال کا کامل اختیار رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ املاک کی بعض ایسی شکلیں بھی پیش آتی ہیں جن میں بسا اوقات مالک جائداد کو اس طرح کے کامل اختیارات حاصل نہیں رہتے۔ لہٰذا جب ایسی صورت پیش آئے تو ہم کو تلاش کر کے اُس شخص کا پتہ لگانا چاہیے

تصرف وتمتع کے وضع ہونے کے بعد جو غیروں[۱۵] کو بطور بار ومواخذہ حاصل ہوں باقی رہے ہوں۔ اچھا تو اس حق کا کیا نام ولقب ہے جس کو ہم لوگ اس کے موضوع مادی کے عوض کہتے ہیں اس حق کا کیا نام ہونا چاہئے جس کے حاصل ہونے سے زمین کا کوئی ٹکڑا یا کوئی مال اس حق کے مالک کی ملک کہلاتا ہے مگر ان سوالات کا جواب ہمکو تاسف سے ادا کرنا پڑتا ہے کاش اس قسم کے حق کے لئے کوئی نام مقرر ہوجاتا تو تسمیہ الفاظ قانونی میں نہایت صفائی اور آسانی پیدا ہوجاتی۔ لہٰذا اگر ہم لاطینی زبان کی کسی قدر ثقیل اور نامانوس اصطلاح حق بر شئے خود استعمال کرنے پر آمادہ نہوں تو ہمکو لامحالہ اس حق کے لئے وہی لفظ ملکیت تجویز کرنا پڑے گا۔ لیکن اس میں قباحت یہ ہے کہ اس مقام پر ملکیت کا مفہوم اس معنائے ملکیت سے بالکل مغائر ہے جس کا فقرات بالا میں اب تک ذکر ہوتا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس فقرے میں ملکیت سے ہماری مراد ایک مخصوص قسم کا حق ہے حالانکہ ملکیت کے معنی ایک مخصوص قسم کی نسبت ہے جو صاحب حق اور اس کے حق کے درمیان پائی جاتی ہے عام از آنکہ حق کسی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ جس کے یہاں دوسرے اشخاص کے حقوق مواخذہ وبار کی منہائی کے بعد ان اختیارات تمتع وانتقال کا بھی حصہ رہگیا ہے۔ ملک۔ یا جائداد پر چاہے کسی غیر کا بالراست اختیار کیوں نہ ہو لیکن مالک وہی شخص سمجھا جائے گا جس کو تمتع اور انتقال کا باقی حق ملا ہو۔

[۱۵] اگرچہ اشیائے مادی کے متعلق موضوع حق بجائے حق مجازاً استعمال کیا جاتا ہے اور اگرچہ موضوعات حقوق کے اقسام میں سب سے زیادہ یہی اہم مثال ہے لیکن اس مجاز اور استعارہ کا استعمال اشیاء مادی کے لئے مخصوص نہیں ہے اس میں شک نہیں کہ بنظر سہولت تقریر اس طرح کا مجاز وکنایہ اختیار کیا گیا ہے پھر بھی ان موضوعات حقوق کے لئے جو غیر مادی ہیں مجازاً لفظ حق استعمال کیا جاتا ہے اور اس دوسری شکل میں بھی گفتگو اور خیال یعنی تصور کی آسانی کی غرض سے وہی صنعت تلویح رائج ہوگئی ہے اور خصوصاً ایسے موقع پر اس صنعت سے کام لیا جاتا ہے جبکہ حق بر شئے خود موضوع کا مخصوص لقب ہو جیسا کہ نشان تجارت یا تجارت ودوکانداری کی شہرت ومقبولیت عامہ پر لفظ ملکیت کا اطلاق کیا جاتا ہے اور بلحاظ محاورۂ زبان ان چیزوں کو ملک کہنا فصیح خیال کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر چند لوگ نشان تجارت وغیرہ کو ملک وملکیت کہتے ہیں لیکن ان کا منشا اس سے ان چیزوں کے متعلق حق بر شئے خود ہے۔

قسم کا کیوں نہ ہو اور اس باب کی پہلی فصل اور دوسری فصل کے تمام فقرات میں بجز اس فقرے کے ملکیت کے بھی دوسرے معنی لئے گئے ہیں لہذا اس طرح کی دو مختلف ملکیتوں کی ایک قسم نہیں ہو سکتی اور نہ حق ملکیت کو ملکیت حق سمجھنا جائز ہے بر ایں ہم حق ملکیت پر جو ملکیت کا اطلاق کیا جاتا ہے اور لوگ اس محاورے کے عادی ہو گئے ہیں اس کو بھی اس مجاز اور تلویح کا لازمی نتیجہ سمجھنا چاہئے جس کی نسبت فقرات بالا میں مکمل بحث ہو چکی ہے۔ ہر چند ملکیت زمین وغیرہ کہنے کا زبان میں رواج پڑ گیا ہے لیکن اس محاورے سے قطع نظر کرتے اگر ان الفاظ کے لفظی معنوں پر غور کیا جائے تو یہ بات بخوبی ظاہر ہو سکتی ہے کہ اس طرح کے مرکب الفاظ میں ملکیت اس حق کا نام ہے یا ملکیت سے وہ حق مراد ہے جو اس کے مالک کو زمین زیر بحث وغیرہ میں حاصل ہے۔[1]

فصل ۵۸ اشیائے مجسم و غیر مجسم (مادّی و غیر مادّی)

جو فرق کہ مجسم اور غیر مجسم ملکیت میں ہے بالکل اسی قسم کا فرق اشیائے مجسم و غیر مجسم میں کیا جاتا ہے۔ اصطلاح شے کا استعمال تین مختلف معنوں میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ بلحاظ مفہوم اولیٰ جو نہایت صاف و سلیس ہے شے سے مراد وہ مادّی شے

---

[1] مادی و غیر مادی ملکیت میں جو فرق کہ اس فصل میں بتلایا گیا ہے اس کے متعلق بعض اساتذہ نے بھی اپنی تصنیفات میں یہی بیان کیا ہے جن کے حوالے ذیل میں دیے جاتے ہیں۔ ونڈ شیڈ جلد اول فصل ۴۲ زبان کا عام محاورہ ہو گیا ہے کہ لوگ حق ملکیت (Eigenthumsricht) کے بجائے اس شے کو کہتے ہیں جو اس حق کی موضوع ہے۔ دیا ڈری لیا کسن ٹی نیری کتاب ڈیسن ہنس) فصل ۷ اگرچہ حق ملکیت کے عوض ملکیت کہنا جائز نہیں ہے لیکن ان معنوں میں جو لفظ ملکیت استعمال کیا جاتا ہے لوگ اس طرح سے کہنے کے لئے مجبور ہیں اور ان کی مجبوری کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ حق ملکیت دوسرے تمام حقوق سے جن کے موضوعات اشیاء ہو سکتے ہیں زیادہ مکمل ہے اسکے علاوہ وہ ایک ایسا حق ہے جو مطلق اور بذات خود قائم ہے اس میں دوسرے حقوق شامل نہیں ہیں اسلئے لوگ اس کو اس شے کے مساوی خیال کرتے ہیں جو اس کی موضوع ہے برنس (کتاب) درمہ بارنجسٹ وبیس کے ہیسی اڈیٹر صفحہ ۷۴۔ جی رارڈ قانون روما صفحہ ۲۴۴ طبع دوم۔

ہے جو کسی حق کا موضوع ہو سکتی ہے[۱]۔ اس مفہوم کی بنا پر بعض حقوق کے موضوعات اشیا ہیں اور بعض کے نہیں ہیں چنانچہ مالک مکان ایک شئے کا مالک ہے اور اگرچہ موجد و مخترع اپنی ایجاد و اختراع کا مالک ہے لیکن ایجاد و اختراع شئے نہیں ہے اور اس لئے وہ شئے کا مالک نہیں ہے۔

۲۔ شئے کا دوسرا مفہوم اپنے پہلے مفہوم سے زیادہ وسیع ہے اور اس سے مراد ہر ایک قسم کا موضوع حق ہے خواہ وہ مادی ہو کہ نہ ہو۔ ان معنوں کے لحاظ سے ہر ایک حق کا موضوع عام ازیں کہ وہ مادی ہے کہ غیر مادی ایک شئے سمجھی جاتی ہے مثلاً انسان کی جان اس کی نیک نامی صحت اور اس کی آزادی یہ سب امور قانون میں اشیا خیال کئے جاتے ہیں ان میں اس کی زمین اور مال میں کسی قسم کا فرق نہیں ہے[۲]۔ ظاہر ہے کہ ان معنوں کے لحاظ سے اشیا کی دو قسمیں مادی اور غیر مادی قرار پاتی ہیں اور جو امتیاز کہ اس طرح سے اشیا میں کیا جاتا ہے اس کو اس فرق کے ساتھ خلط نہ کر دینا چاہئے جو اشیاء مجسم اور غیر مجسم میں پایا جاتا ہے اور جس کو ہم ابھی بیان کرنے والے ہیں۔

۳۔ شئے کا تیسرا مفہوم انسان کی جائداد و ملک ہے اور ملک کا اطلاق ان حقوق پر کیا جاتا ہے جو کسی شخص کی ملک برابر سمجھے جاتے ہوں اور ان کی مالیت اور قیمت قرار پا سکتی ہو لہذا اس تیسرے معنوں کے لحاظ سے شئے سے مراد شخص کی ایسی جائداد یا ملک ہے جس کی قیمت اور مالیت ہو سکتی ہے۔ فصل سابقہ میں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ صنعت زبان کے لحاظ سے ملکیت کا اطلاق مجازاً کبھی شئے مادی پر اور کبھی حق پر کیا جاتا ہے۔ بنائے علیہ موضوعات ملکیت کی بھی دو قسمیں ہیں۔ شئے مجسم ملکیت مجسم کا موضوع اور شئے غیر مجسم ملکیت غیر مجسم کا موضوع ہے یعنی شئے مادی ملکیت مادی کا موضوع اور شئے غیر مادی ملکیت غیر مادی کا موضوع ہوتی ہے۔ بہر حال غیر مادی شئے ہر ایک حق ملکیت کا موضوع ہو سکتی ہے۔ بجز اس صورت کے جبکہ حق ملکیت کسی مادی شئے پر واقع ہو اور جیسا کہ سابق میں توضیح کر دی گئی ہے لوگ حق کو مجازاً اس کا موضوع

[۱] آسٹن صفحہ ۸۰۵ ۔ جرمن سول کوڈ فصل ۹۰ ۔
[۲] دیکھو اس کتاب کی فصل ۳۷ ۔

کہتے ہوں۔ مثلاً ایک کھیت میری ملک ہے اور ایک دوسرے شخص کے کھیت پر سے چلنے کا مجھکو حق حاصل ہے تو پہلی صورت میں میرا کھیت ایک شے مجسم اور دوسری شکل میں میرا حق راہ شے غیر مجسم سمجھے جائیں گے۔ میری جیب میں ایک پونڈ (سکہ طلائی) ہے جس کا میں مالک ہوں اور میرے ایک مدیون سے مجھکو ایک پونڈ وصول پانے کا حق ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مثال میں پہلا پونڈ شے مجسم و مادی ہے اور دوسرا پونڈ ایک غیر مجسم یا غیر مادی شے ہے۔ چنانچہ اس بناء پر اس دوسرے پونڈ کو باصطلاح قانون انگلستان شے قابل رجوع نالش کہتے ہیں اور اس کے برخلاف جو پونڈ میری جیب میں ہے شے بالقبض کہلاتا ہے[1]۔

اگر لفظ شے کے لفظی معنوں پر غور کریں تو اس فرق کا جو اشیائے مادی اور غیر مادی میں قائم کیا گیا ہے مہمل اور خلاف منطق ہونا بخوبی ظاہر ہو سکتا ہے۔ حقوق اور موضوعات حقوق کو ایک جنس کی دو نوعیں قرار دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں اگر اصطلاح شے کے معنی حق لئے جائیں تو مالک زمین کا حق اسی طرح غیر مجسم ہے جس طرح پٹہ دار یا اسامی کا حق غیر مجسم ہے اور اگر اس کے برخلاف ان دونوں اشکال میں اصطلاح شے سے مراد موضوع حق ہے تو پٹہ دار یا اسامی کا حق اسی طرح مجسم و مادی ہے جس طرح مالک زمین کا حق مادی ہے۔ اشیاء میں جو مجسم اور غیر مجسم ہونے کا فرق کیا جاتا ہے اس کی بنا وہی صنعت زبان ہے جس کے ذریعے سے مجسم اور غیر مجسم

[1] انگریزی ادب قانون میں اصطلاح شے کا جو استعمال کیا جاتا ہے اور مادی اور غیر مادی اشیاء میں جو فرق قائم کیا گیا ہے اس کا ماخذ قانون روما ہے چنانچہ جسٹینین کے انسٹی ٹیوٹس کتاب دوم فصل ۲ فقرہ (۱) میں لکھا ہے کہ بعض چیزوں کی دو نوعوں میں تقسیم کی جاتی ہے مجسم اور غیر مجسم یعنی مادی اور غیر مادی۔ مادی اشیاء محسوس بالمس ہیں ایسی چیزیں جن کو انسان چھونے سے محسوس کرتا ہو اشیاء مادی کہلاتی ہیں۔ اس کی مثالیں زمین غلام لباس چاندی سونا اور اسی طرح کی اکثر چیزیں ہیں۔ غیر مادی اشیاء ان چیزوں کو کہتے ہیں جو محسوس بالمس نہیں ہیں۔ اس قسم کے اشیاء کا اکثر حقوق سے تعلق ہے مثلاً وراثت تمتع اور تصرف پیداوار یا جائداد کے منافع لینے کے حقوق اور وہ تمام فرائض جو بذریعہ معاہدہ وجود پذیر ہوتے ہیں اس دوسری قسم کے اشیاء کے زمرے میں داخل ہیں"۔

ملکیت میں امتیاز کیا جاتا ہے۔ بہرحال جبتک اس صنعت تلویح کو ملحوظ خاطر نہ کریں جس کی وجہ سے لوگ موضوع حق کا مجازاً حق کے عوض استعمال کرتے ہیں اشیاء اور ملکیت میں مادی اور غیر مادی ہونے کا جو امتیاز ہے وہ بخوبی سمجھ میں نہیں آسکتا۔

فصل ۸۹ ملکیت منفردہ اور ملکیت مشترکہ

اگرچہ عموماً ایک حق کا ایک ہی مالک ہوتا ہے لیکن ایک ہی حق یا ملک کے ایک سے زیادہ مالک بھی ہوسکتے ہیں اور وقت واحد میں دو یا دو سے زیادہ اشخاص کو ایک ہی حق حاصل ہوسکتا ہے۔ ہرچند حقوق مشترکہ کے متعدد اقسام ہیں لیکن اس میں سب سے زیادہ صاف و صریح مثال ملک مشترکہ ہے۔ مثلاً ایک دکان کے متعدد شرکا ہوتے ہیں لیکن اس سرمائے کے جو اس دکان کے مال میں لگایا جاتا ہے اور اس عمارت کے جو اس دکان کے لئے کرایہ پر لی جاتی ہے اور ان قرضہ جات کے جو اس دکان کو اس کے خریداروں سے وصول طلب ہیں وہ سب کے سب مالکان مشترک ہیں۔ مالکان مشترک کے حق کو منقسم کہنا یا ان میں کے ہر ایک مالک کے حق کو اس مجموعی اور مشترک حق کا ایک جز و سمجھنا صحیح نہیں ہے بلکہ حق مشترک گویا ایک عدد واحد ہے جس کی تقسیم نہیں ہوئی ہے اور مالکان مشترک کو وہ وقت واحد میں حاصل ہوا ہے۔ مثلاً اگر کسی دکان کے شرکا دو ہوں اور اس دکان کا کھاتہ کسی بینک سے قرار پا کر اس کے نام (حساب میں) پر ایک ہزار پونڈ جمع کئے جائیں تو بینک ان دونوں شرکا کا مدیون سمجھا جائے گا اور اس کے ذمے بجائے دو دیون فی پانچ پانچ سو پونڈ صرف ایک ہزار پونڈ کا ایک دین دونوں شرکا کو واجب الادا متصور ہوگا یعنی ان میں کا ہر ایک شریک اپنا منقسم پانسو پونڈ کا حصہ پانے کا مستحق نہیں ہے بلکہ

ے انگریزی ادب قانون میں جائداد کی جو دو قسمیں مادی اور غیر مادی قرار دی گئی ہیں اس متعلق بھی یہی توضیح پیش کی جاتی ہے جو نوٹ حاشیہ صفحہ ۱۰ پر درج کی گئی ہے چنانچہ اسی بنا پر شخص کی جائداد حقوق مادی اور غیر مادی کا پر مبنی ہوتی ہے۔ اصطلاح جائداد کے مختلف استعمالات اور مفاہیم کے متعلق اس کتاب کا بیسواں باب دیکھا جائے۔

ہر ایک شریک کو کامل ایک ہزار پونڈ کا قرضہ وصول کرنے کا استحقاق ہے۔ جس طرح ان میں کا ہر ایک شریک اس فاضل رقم کی ادائی کے لئے ذمہ دار ہے جو اغراض دُکان کے لئے رقم مجتمعہ کے علاوہ لی جاتی ہے اسی طرح وہ دین وصول طلب یہ دُکان کے کامل حاصل کرنے کا مستحق ہے۔ جزو کی ملک منفرد اور کل کی ملک مشترک میں فرق ہے۔ لیکن اگر یہ دونوں شرکا اپنے حق کے آپس میں حصے کرلیں تو ان میں کا ہر ایک شریک اپنے حصہ حق کا منفرد مالک ہوگا اور ان کی ملک مشترک زائل ہوکر ملک منفرد میں بدل جائے گی۔ اس طریقہ کا نام تقسیم ہے اور تقسیم کے ہی ذریعے سے اس قسم کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ ملک مشترک کے معنی ہی یہ ہیں کہ حق جو اس ملکیت کا موضوع ہے اس کی تقسیم اور حصے بخرے نہیں ہوئے ہیں۔

جس طرح دوسری ملکیت کی تمام دوسری صورتوں کا وجود پذیر ہونا قانون پر موقوف ہے اسی طرح ملکیت مشترکہ بھی ان شرائط و قیود کے ساتھ قائم ہوتی ہے جو منجانب قانون اس پر رکھے جاتے ہیں اگر قانون کی جانب سے اس طرح کا انتظام نہ کیا جائے تو مالکان مشترک کے حقوق متضاد ہوں گے سب سے بجائے اشتراک کے ان میں افتراق واقع ہوگا اور ملک مشترک ہونے کے بجائے ٹکڑے ہوکر منفرد ہو جائیگی چنانچہ اس غرض سے قانون نے مالکان مشترک پر چند ایسے فرائض عائد کئے ہیں جن کی وجہ سے جائداد مشترک سے متمتع اور اس پر متصرف ہونے میں ان کو ایک دوسرے کا لحاظ کرنا پڑتا ہے بالفاظ دیگر ہر ایک مالک مشترک کے حقوق تمتع و تصرف محدود ہیں اور ایک حقدار دوسرے حقدار کے تمتع و تصرف میں دست اندازی نہیں کرسکتا۔

چونکہ مختلف قسم کے قیود و شرائط منجانب قانون ملکیت مشترکہ پر عائد کئے جاتے ہیں اس لئے اس کی مختلف صورتیں ہیں مگر قانون انگلستان میں صرف دو شکلیں رائج ہیں جن کے القاب ملکیت منفقہ (ownership in Common) اور ملکیت بالاشتراک (Joint ownership) ہیں ملکیت مشترک کی جو اس طرح دو قسمیں کی گئی ہیں اس کا سبب اثر وفات مالک مشترک ہے۔ اگر ملکیت منفقہ ہے تو اس کے کسی ایک مالک شریک کے فوت ہونے پر اس کا حق اس کے ورثہ کو پہنچتا ہے اور اس کے

برخلاف بصورت ملکیت بالاشتراک اگر دو مالکان مشترک سے ایک مرجائے، تو اس کا حق اس کے وارث کو پہنچنے کے بجائے شریک پس ماندہ پر عود کرتا ہے اور اس حق پس ماندگی کی بنا پر شریک ثانی اس ملک کا منفرد مالک بن جاتا ہے۔

فصل ۹ ملکیت امانتی اور ملکیت منفعتی

دُہری ملکیت کی ایک نہایت اہم اور نازک مثال امانت ہے۔ امانت اس جائداد یا ملک کو کہتے ہیں جس کے دو شخص مالک ہوتے ہیں لیکن اس نسبت کی رو سے جو ان کے مابین قائم ہوتی ہے ان میں سے ایک شخص پر یہ فرض عائد کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی ملکیت یعنی اختیار تمتع و تصرف کو محض دوسرے شخص کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے عمل میں لائے بظاہر پہلے مالک کو اسی جائداد پر تمام حقوق ملکیت حاصل رہتے ہیں مگر اصل میں اس جائداد سے دوسرا مالک متمتع و مستفید ہوتا ہے اور اس ملک کا تمام نفع اس دوسرے مالک کو پہنچانا پہلے مالک کا فرض ہے۔ چنانچہ اس بنا پر پہلا شخص امین اور دوسرا شخص مامون لہٗ یا مالک منفعتی کہلاتا ہے۔ پہلے شخص کی ملکیت کو ملک امانتی اور دوسرے شخص کی ملکیت کو ملک منفعتی کہتے ہیں[۱]۔

امین کو اگرچہ جائداد امانتی پر اختیار تصرف حاصل رہتا ہے لیکن اس سے وہ کسی قسم کا نفع نہیں اٹھا سکتا اس لئے امین کی ملکیت ایک قسم کی اصطلاح ہے اور اصل میں کچھ بھی نہیں جائداد امانتی کا حقیقی مالک تو مامون لہٗ ہے اور نام کا مالک امین ہوتا ہے۔

---

[۱] مالک جو اپنی ملک سے بلا توسط امین متمتع اور اس پر تصرف کرتا ہے وہ مالک بلا واسطہ کہلاتا ہے اور اس طرح کے مالک اور امین و مامون لہٗ (یا مالک منفعتی) میں فرق عظیم ہے مثلاً اگر الف اپنی زمین کا ب کے فائدے کے لئے امانت رہنے کا اعلان کردے تو تاوقتیکہ الف اس زمین کو ب کو منتقل نہ کرے وہ اس کا امین اور ب مامون لہٗ متصور ہوگا۔ الف کی ملکیت امانتی متصور ہوگی اور ب کو اس سلسلے میں الف کے مقابل ملکیت منفعتی حاصل ہوگی لیکن جب کو زمین منتقل ہوتے ہی اس کی ملک منفعتی حیثیت زائل ہوکر وہ مالک بلا واسطہ قرار پائے گا اور الف کے امین ہونے کی شان باقی نہیں رہے گی۔

حالت ظاہری کے بجائے اگر حقیقت پر غور کریں تو اس امر کا انکشاف ہوتا ہے کہ امین محض ایک گماشتہ یا کارندہ ہے جس کو ازروئے قانون شخص غیر کی جائداد کا انتظام تفویض کیا جاتا ہے۔ لیکن قیاس قانونی کی رو سے امین نہ صرف گماشتہ ہے بلکہ مالک بھی ہے اس کی ذات مالک اور مختار دونوں کی شان لئے ہوئے ہے۔ امین وہ شخص ہے جو ازروئے قانون ملک ایک غیر شخص کی جائداد کا مالک فرض کیا جاتا ہے اور حقوق و اختیارات کہ جائداد امانتی پر اس طرح کے برائے نام مالک کو حاصل رہتے ہیں ان کو ایک دوسرے حقیقی مالک کے فائدے کے لئے استعمال کرنا اس کا فرض منصبی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ امین اور ماموں لہٗ کے مقابلے میں قانون کو حقیقت سے کام لینا پڑتا ہے اور اس لئے امانت کا مالک دوسرا نہ کہ پہلا شخص ازروئے قانون تسلیم کیا جاتا ہے لیکن امین اور اشخاص ثالث کے مقابلے میں اس فرض کو جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے ترجیح دی جاتی ہے۔ امین گویا اپنے ماموں لہٗ کی ردائے حقوق کو اوڑھے ہوئے رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ بحیثیت مختار ماموں لہٗ تمام دنیا سے جائداد امانتی کی نسبت معاملت کر سکتا ہے۔

جو اشخاص کسی سبب سے قانون میں اپنے حقوق و منافع کی حفاظت کرنے کے قابل نہیں سمجھے جاتے ان کے حقوق و منافع کی ضیانت و حمایت کی غرض سے امانت کا طریقہ رائج ہوا ہے گویا کہ قانون اس طرح کے نا قابل لوگوں کے حقوق و منافع کو ایک شخص غیر کی حراست و نگرانی میں رکھتا ہے تاکہ وہ ان کی حفاظت و انتظام کرے اور ان کا نفع ان نا قابل اشخاص کو پہنچانا بھی اس کا فرض قانونی ہے۔ بہر حال ان اشخاص سے جن کے حقوق کی اس طرح حفاظت کرنے کی ضرورت ہے چار مخصوص گروہ ہیں۔ گروہ اول میں وہ لوگ داخل ہیں جن کی ابھی ولادت نہیں ہوئی ہے لیکن ان کی جائداد اور ملک کا وجود ہو گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کی جائداد کی حفاظت اور انتظام کا کسی ایک یا ایک سے زیادہ امنا کے سپرد کیا جانا لازم و مفید ہے اور اگر یہ تدبیر اختیار نہ کی جائے تو اس طرح کے نا زائیدہ مالکوں کی جائداد کو ہلاکت سے بچانا نہ صرف دشوار بلکہ نا ممکن ہے۔ اس لئے امین کے قبضہ و تصرف سے اپنی غیر مولود مالکوں کو نفع پہنچتا ہے۔ گروہ دوم میں وہ اشخاص داخل ہیں جو کسی سبب سے

جیسا کہ نابالغی جنون یا غیر حاضری اور غیر موجودگی سے اپنی جائداد کا انتظام کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ ثالثاً کثرت مالکان مشترک کی صورت میں بھی جائداد کو بصیغۂ امانت تفویض کرنے کی شدید ضرورت لاحق ہوتی ہے اگر ایسا نہ کیا جائے اور اگر مالکوں کی تعداد میں بعض وجوہ سے کمی واقع ہونے لگے تو ملک مشترک کی پیچیدگیاں اور دشواریاں اس قدر بڑھ جاتی ہیں کہ کسی کے سلجھائے سے ان کا سلجھنا ممکن نہیں لہٰذا ان دشواریوں کو روکنے کی غرض سے ایسی شکل میں ملک مشترک کا امانت میں دیا جانا ضرور ہے اور اسی لئے یہ دہری ملکیت اصطلاحاً امانت کہلاتی ہے۔ رابعاً جب ایک جائداد پر مختلف اشخاص کو مختلف حقوق حاصل رہتے ہیں جیسا کہ ایک شخص مالک اور دوسرا اسی جائداد کا مواخذہ دار ہو یا ایک ہی جائداد پر متعدد لوگوں کو مواخذہ یعنی حق استغراق حاصل ہو تو اس صورت میں جائداد کا امنا کے حوالے کیا جانا مناسب ہے تاکہ ان اختیارات اور فرائض کی بدولت جو امنا کو بصیغۂ امانت حاصل ہوتے ہیں اس طرح کے مختلف دعویداروں کے متضاد حقوق و اغراض متضاد کی بخوبی حفاظت ہو سکے۔

امانت کے مشابہ اور دو تعلقات قانونی ہیں اور جو امتیاز کہ اس میں اور ان میں ہے اس کا اس مقام پر ذکر کر دینا مناسب ہے۔

اولاً یہ کہ امانت بادی النظر میں ایک قسم کا معاہدہ معلوم ہوتی ہے۔ معاہدے کے ذریعے سے جو فرض کہ ایک شخص پر عائد کیا جاتا ہے کہ وہ دوسرے شخص کی جائداد پر قابض و متصرف ہو کر اس کا نفع اس کو پہنچائے وہی فرض بصیغۂ امانت امین پر عائد ہو سکتا ہے لیکن حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ امانت میں معاہدے سے زیادہ ذمہ داری ہے اور امین کا فرض ہے کہ وہ جائداد امانتی کا نفع ماموں لہ کو پہنچائے اس قسم کے فرض سے جو معاہدے کے ذریعے سے معاہدے پر عائد کیا جاتا ہے زیادہ سنگین ہے یہ ایسا فرض ہے جس کی وجہ سے گویا ایک مالک مشترک جائداد کو اپنے قبضہ و تصرف میں رکھکر اس کے منافع سے دوسرے مالک مشترک کو مستفید کرتا ہے۔ ماموں کو نہ صرف امین سے فرائض امانت کی نفاذ و تعمیل کرانے کا حق حاصل ہے بلکہ اس کے حق کی اہمیت اس حق خلاف شخص سے زیادہ ہے ماموں کو اس قسم کا حق نہ صرف امین کے مقابلے میں حاصل ہوتا ہے بلکہ جائداد امانتی کا وہ بھی ایک مالک ہے۔ جس شے کا امین مالک ہے

وہی شے مامون لہ کی بھی ملک ہے۔ لہذا ایسی صورت میں اگر جائداد امانتی بمقابلہ امین مامون لہ کی ملک نہ متصور ہو تو مامون لہ کو محض ایک حق خلاف امین حاصل ہوگا یعنی مامون لہ صرف امین کو اپنے فرائض متعلق امانت کی انجام دہی کی بابت مجبور کرسکے گا جو خلاف مقصد و تعریف امانت ہے اور اس لئے یہ شکل امانت کی نہیں بلکہ معاہدے کی ہوگی چنانچہ اس دلیل کی بنا پر اگر شوہر اپنی جائداد کو بلا بدل اور زوجہ کے فائدے کے لئے امانت میں دینے کا اقرار کرے تو تاوقتیکہ وہ اس جائداد کو بہ تکمیل معاہدہ منتقل نہ کردے وہ اس کا مالک متصور سمجھا جاتا ہے اور اس اثناء میں زوجہ کی ملک بجز اس فرض کے جو شوہر کے معاہدے کے ذریعے سے شوہر پر عائد ہوتا ہے کوئی دوسری چیز نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اس شکل میں امانت نہیں قائم ہوسکتی مگر اس کے برعکس اگر یہ شوہر اپنے کو اس جائداد کا جو وہ زوجہ کو ہبہ کرنے والا ہے امین مقرر کرکے اس کا اعلان کردے تو اس معاہدے کا نتیجہ پہلی شکل سے مختلف ہوگا۔ ہر چند اس دوسری شکل میں بھی جائداد کا زوجہ کے نام منتقل کرنا شوہر پر فرض ہے لیکن زوجہ کو اس صورت میں اس فرض کی بنا پر شوہر سے اپنے نام جائداد مقصودہ منتقل کرانے کا جو حق پیدا ہوا ہے وہ یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ اس حق کے علاوہ اس کو جائداد کی ملکیت منفعتی بھی اس معاہدہ اور اس کے اظہار کے ساتھ ہی حاصل ہوجاتی ہے بالفاظ دیگر امانت کا اعلان کردیا جانا ہی کافی ہے کہ (قانون میں) بلا تکمیل شرائط امانت قائم ہوکر زوجہ مامون لہا متصور ہونے لگتی ہے حالانکہ شوہر کی ملکیت زائل بھی نہیں ہونے پاتی۔ امانت کا اعلان ہوتے ہی شوہر کی ملکیت مبدل بہ ملکیت امانتی ہوجاتی ہے اور زوجہ کی حقیت (اس جائداد میں) منفعتی قرار پاتی ہے اور بلحاظ اسی ایک جائداد کے شوہر اور زوجہ کی حیثیت مالکان مشترک کی ہوجاتی ہے۔

ثانیاً یہ کہ امین اور گماشتہ میں بظاہر مشابہت پائی جاتی ہے اور دونوں کی ایک سی حیثیت معلوم ہوتی ہے لیکن دراصل ان دونوں میں فرق ہے۔ ہر چند گماشتہ یا مختار کا فرض اپنے مالک کی جائداد کا انتظام کرنا اور اس کا نفع مالک کو پہنچانا ہے تاہم از روئے قیاس قانونی مالک اور گماشتہ کے تعلق میں اور اس نسبت میں جو امین اور مامون لہ کے مابین ہے فرق عظیم ہے اور یہ دونوں نسبتیں

ایک دوسرے سے بالکل مغائر و مختلف ہیں۔ بصورت گماشتگی و مختاری جائداد زیر گماشتگی مختار
کی نہیں بلکہ اصل مالک کی ملک سمجھی جاتی ہے اور اس کے برخلاف بہ شکل امانت جائداد
امانتی کا امین تنہا مالک نہیں ہوتا بلکہ اس کا شریک ماموں لہٗ سمجھا جاتا ہے۔ امین کی دو
حیثیتیں ہیں وہ جائداد زیر انتظام کا مختار و گماشتہ بھی ہے اور مالک برائے نام بھی۔

قیام امانت کے لیے کسی فعل یا واقعہ کی ضرورت ہے اور اس کی
بناء پر جائداد کی ملکیت کے دو حصے ہو کر ملکیت امانتی ایک شخص یا ایک سے زیادہ
اشخاص کو اور ملکیت منفعتی کسی دوسرے شخص یا زیادہ اشخاص کو ملتی ہے۔ مثلاً جائداد
کا مالک بلاواسطہ اپنے کو کسی دوسرے شخص کے نفع کی غرض سے اس جائداد کا امین
قرار دے سکتا ہے اور اس کے اس فعل کی بناء پر دوسرا شخص اس کی جائداد کا مالک
منفعتی یا ماموں لہٗ بن سکتا ہے۔ اسی طرح مالک بلاواسطہ اپنی جائداد کو کسی دوسرے
پر منتقل کر کے اس کو اس جائداد کا ایک تیسرے شخص کے فائدے کے لیے امین مقرر
کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس شکل میں جائداد امانتی کا قبضہ و تصرف امین کو ملتا ہے
حالانکہ ماموں لہٗ ایک شخص ثالث ہے۔ جس طرح امانت کسی واقعہ یا فعل کے ذریعے سے
قائم ہوتی ہے اسی طرح فعل اور واقعہ کی بناء پر اس کا خاتمہ بھی ہوتا ہے جس کی وجہ سے
ملکیت کی وہ دو قسمیں جو بصورت امانت وجود پذیر ہوئی تھیں جائداد ایک ہی شخص کو
منتقل ہونے سے متحد ہو کر بجائے دو کے منفرد ملکیت بن جاتی ہیں۔

مثلاً اگر امین جائداد بنام ماموں لہٗ منتقل کر دے تو بھی ماموں لہٗ اس جائداد کا مالک بلاواسطہ
قرار پا سکتا ہے اور اسی طرح سے اگر ماموں لہٗ اپنی ملک منفعتی (حق انتفاع) امین کو منتقل کر دے تو امین
اس جائداد کا پھر امین نہیں رہتا بلکہ مالک بلاواسطہ بنجاتا ہے۔

جس غرض سے کہ امانتی ملکیت اور منفعتی ملکیت کا قیام ہوتا ہے وہ بالکل ایک دوسرے سے
جداگانہ ہے اور ان دونوں میں سے کسی ایک ملکیت کے منتقل ہونے سے دوسری ملکیت پر اس کا اثر نہیں
پڑتا بلکہ اس کی وہی حالت رہتی ہے جو قبل انتقال تھی۔ بالفاظ دیگر یہ دونوں ملکیتیں بہ لحاظ مقصد قیام و نتیجہ
انتقال ایک دوسرے کی محتاج نہیں ہیں۔ مثلاً اگر امین اپنی ملک امانتی کسی دوسرے شخص کو منتقل کر دے
تو منتقل الیہ بجائے پہلے شخص کے امین بن جاتا ہے اور جو شخص کہ قبل انتقال جائداد امانتی ماموں لہٗ تھا
اب بھی وہی شخص اس جائداد کا ماموں لہٗ رہے گا اور اگر ماموں لہٗ اپنی ملک منفعتی منتقل کر دے

تو اس کا کسی قسم کا اثر ملکیت امانتی پر نہیں عائد ہو سکتا۔ اسی طرح سے ان دونوں قسم کی املاک ایک دوسرے کو متاثر کرنے کے بغیر فرداً فرداً زیر بار مستغرق ہو سکتی ہیں چنانچہ امین ان اختیارات کے حدود میں رہکر جو از روئے دستاویز امانت اس کو حاصل ہیں بلا شرکت و رضامندی مامون لہٗ جائداد امانتی پٹہ پر دے سکتا ہے یا اس کو رہن کر سکتا ہے اور ایسا ہی مامون لہٗ اپنی ملک منفعتی کو بغیر رضامندی و اجازت امین مستغرق کر سکتا ہے۔

بانی امانت یا مالک منفعتی کے ملک منفعتی کو مستغرق یا زیر بار کرنے کی صورت میں امین نہ صرف مالک منفعتی کے فائدے کے لئے جائداد امانتی کا قابض و متصرف ہوتا ہے بلکہ ان اشخاص کے نفع اور تمتع کے واسطے بھی وہ امین سمجھا جاتا ہے جن کو ملک منفعتی پر مواخذات (حقوق استغراق) حاصل ہوتے ہیں یعنی امین اور ان تمام اشخاص کے درمیان جن کو جائداد امانتی میں حقوق انتفاعی حاصل ہیں تعلق یا نسبت امانتی قائم ہوتی ہے جس طرح قبضہ اور تصرف جائداد امانتی سے مامون لہٗ کو نفع پہنچانا امین کا فرض ہے اسی طرح ان تمام اشخاص کو فائدہ پہنچانا جن کو ملک منفعتی پر حقوق استغراق حاصل ہیں امین کا فرض منصبی ہے مثلاً اگر جائداد بطریقۂ امانت (الف) کو بدیں شرط منتقل کی جائے کہ اس امانت کا نفع (ب) کو اس کی حیات اور (ب) کے بعد وہی نفع (ج) کو ملا کرے اس شکل میں (ج) کی بابت حقیقت اور (الف) نہ صرف (ج) کے مقابلے میں جو اس جائداد کا مالک منفعتی ہے امین ہے بلکہ وہ (ب) کا بھی جس کو ملک منفعتی میں حق استغراق حاصل ہے یا جو اس ملک کا مواخذہ دار ہے امین سمجھا جاتا ہے (ب) اور (ج) دونوں اس امانت کے مامون لہما ہیں اور (الف) جو اس جائداد کا امین ہے گویا وہ ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ فرض امانتی کی زنجیر سے جکڑ دیا گیا ہے۔[۱]

فصل ۹۱ قانونی اور نصفتی ملکیت

جو فرق کہ ملک امانتی منفعتی میں ہے تقریباً اسی قسم کا اختلاف قانونی اور نصفتی ملکیت میں پایا جاتا ہے لیکن ان دوسری دو چیزوں میں جو فرق ہے وہ بعینہ وہ

---

[۱] امانتوں کی نوعیت اور اصلیت کے متعلق دیکھو لا کوارٹرلی ریویو (سہ ماہی تبصرۂ قانون) کی جلد ۲۸ صفحہ ۲۹۰ (اصول قانون میں امانت کا مقام کیا ہے اور کیا ہونا چاہئے) مولفہ ڈبلیو۔ جی۔ ہارٹ)۔

فرق نہیں ہے جو پہلی دو چیزوں میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ وقت واحد میں ایک ہی شے کے دو شخص مالک ہو سکتے ہیں جن میں کا ایک از روے قانون اور دوسرا از روے نصفت اس کے مالک سمجھے جاتے ہیں یعنی ایک شخص مالک قانونی اور دوسرا مالک نصفتی کہلاتا ہے قانونی ملکیت اُس ملکیت کو کہتے ہیں جو انگلستان کے قانون غیر موضوعہ (کامن لا) کے قواعد پر مبنی ہو اور نصفتی ملکیت سے مراد وہ ملکیت ہے جس کی بناء قواعد نصفت پر رکھی گئی ہو۔ ابتداءً قانون غیر موضوعہ اور نصفت بالکل دو جداگانہ قانونی نظامات تھے۔ جن عدالتوں میں قانون غیر موضوعہ نافذ تھا وہ عدالتیں ملکیت نصفتی کو تسلیم نہیں کرتی تھیں اور مالک نصفتی کے مالک مانے جانے سے انکار کیا جاتا تھا۔ اس کے برخلاف عدالتوں کے احکام کو بے اثر کرنے کی غرض سے عدالت چانسری نے ایک دوسری تدبیر اختیار کی۔ یہ عدالت مالک قانونی کو اس طرح تسلیم کرتی تھی جس طرح اس میں مالک نصفتی تسلیم کیا جاتا تھا لیکن پہلا شخص دوسرے شخص کا امین سمجھا جاتا تھا۔ عدالت چانسری کی رائے میں دعوی نصفتی کو دعوی قانونی پر ترجیح حاصل تھی لیکن اس نے حقوق و دعاوی نصفتی کا جن کو قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں میں شکست ہوتی تھی ایک دوسرے طریقے سے انتقام لینا شروع کردیا۔ چانسری نے ملک اور مالک قانونی کی نسبت تو انکار نہیں کیا بلکہ ان دونوں کے وجود کو مانکر مالک قانونی کو اس ملک کا امین تصور کیا اور جائداد کا نفع مالک نصفتی کو دلایا۔ چانسری نے جائداد کو مالک قانونی کے قبضے میں رہنے دیا لیکن اس کو اس جائداد کے تمتع اور نفع سے محروم کرکے اس سے دعویدار نصفتی کو مستفید کیا۔

قانون محکمہ جات عدالت بابت ۱۸۷۳ء نافذ ہونے اور اس کے ذریعے سے قانون اور نصفت میں الحاق واقع ہونے کے باوجود جو فرق کہ اس طرح کی دو ملکیتوں میں تھا وہ منسوخ نہیں ہوا بلکہ اس قانون کے ذریعے سے چانسری کے مسائل اصولی کا لحاظ کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کو ہدایت کی گئی ہے۔ ایک تو اس وجہ سے اور دوسرے اس سبب سے کہ ملک نصفتی نے کہیں ملک قانونی کو چانسری میں زائل اور مستاصل نہیں کیا تھا ابھی تک یہ دونوں قسم کی ملکیت باقی رہگئی ہے۔

قانونی اور نصفتی ملکیت میں جو اختلاف ہے وہ بعینہ ویسا فرق نہیں ہے جو قانونی اور نصفتی حقوق میں پایا جاتا ہے اور جس کا بیان سابق کے کسی باب میں آچکا ہے۔ اگر حقوق کا قانونی اور نصفتی فرق مٹ بھی جائے یعنی حقوق میں از روئے قانون نصفت کسی قسم کا فرق نہ کیا جائے تو بھی یہ اختلاف جو ملکیت کے متعلق اس طرح کیا جاتا ہے وہ زائل نہیں ہوسکتا بلکہ باقی رہے گا۔ حق قانونی کی ملکیت نصفتی اور حق نصفتی کی ملکیت (قانونی) میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ قانون اور نصفت میں نہ صرف حقوق کے متعلق اختلاف ہے بلکہ ان حقوق کی ملکیت کی نسبت بھی جن کو وہ دونوں تسلیم کرتے ہیں ان میں سخت مغائرت ہے۔ مثلاً اگر (الف) بذریعہ تقریر (ب) کو اپنا وصول طلب قرض منتقل کردے تو (الف) اس دین کا بعد انتقال لسانی اسی طرح مالک قانونی ہے جس طرح کہ وہ قبل انتقال تھا لیکن انتقال لسانی کا واقع ہونا ہے کہ (ب) اس دین کا مالک نصفتی بن جاتا ہے۔ لیکن ایک قرض کے دو مالک یا دائن قرار پانے سے دین دو نہیں ہوتے بلکہ مثل سابق قرض ایک ہی ہے حالانکہ قرض کے نہ باقی منتقل ہونے سے اس کے مالک دو شخص بن گئے ہیں۔ اسی طرح اگر (الف) اپنے ان حصص میں سے جو اس نے ایک کمپنی میں لئے ہیں اور جن کا وہ مالک ہے ایک حصے کی (ب) کے فائدے کے لئے امانت قائم کرنے کا اظہار کرے تو اس طرح اظہار و اعلان کے جانیکی دیر ہے کہ (ب) اس حصے کا مالک نصفتی بن جاتا ہے حالانکہ حصہ وہی ہے جو اعلان امانت کے قبل تھا۔ بہرحال ان دونوں مثالوں میں جو شے کہ ملک نصفتی قرار پاتی ہے وہ ایک حق قانونی ہے جس کا (الف) مالک قانونی ہے اور جو (الف) کی ملک قانونی ہے۔ علیٰ ہذ القیاس رہن نصفتی کی ملکیت اور شے ہے اور رہن قانونی کی ملکیت نصفتی شے دیگر ہے۔

قانونی اور نصفتی ملک میں جو فرق ہے وہ محض اس اختلاف کے مساوی نہیں ہے جو امانتی اور منفعتی میں پایا جاتا ہے بلکہ پہلی قسم کا فرق دوسری قسم کے فرق سے کچھ زیادہ ہے اس میں شک نہیں کہ امانت کی شکل صرف اس وقت قائم ہوتی ہے جب کہ اس جائداد امانتی پر ایک شخص کو حق قانونی اور دوسرے شخص کو حق نصفتی حاصل ہوتا ہے یا ایک شخص کے پاس اس امانت کی جائداد قانونی اور دوسرے شخص کے پاس اس امانت کی جائداد نصفتی رہتی ہے

اور یہ بھی صحیح ہے کہ اگر کسی جائداد کا ایک شخص مالک نصفتی ہو تو اسی جائداد کا مالک قانونی ہر ایک صورت میں پہلے مالک کے لئے امین متصور ہوتا ہے لیکن اس کے برخلاف مالک نصفتی بذات خود ایک دوسرے شخص کے واسطے امین ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص اپنے مفاد نصفتی کو جو اسے کسی سرمایہ امانتی میں حاصل ہو بصیغہ امانت کسی دوسرے شخص کو عطا کر سکتا ہے اور اسی طرح سے وہ اپنے اس حق نصفتی کو بصیغہ امانت ایک غیر شخص کو ہبہ کر سکتا ہے جو اسے اس کی زمین مرہونہ میں حاصل ہے۔ اس شکل میں جو شے کہ امین اور ماموں لہ کو حاصل ہوتی ہے وہ محض ملک نصفتی ہے اور کچھ نہیں۔

اگر مالک نصفتی امین بن سکتا ہے تو کیا مالک قانونی بھی ماموں لہ قرار پا سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قانون ملک کی حالت موجودہ کے نظر کرتے مالک قانونی ماموں لہ نہیں ہو سکتا۔ اس مجبوری کو قانون انگلستان کی تاریخ ترقی میں ایک قسم کا سوئے اتفاق سمجھنا چاہیے جس کا سبب یہ ہے کہ پہلے زمانے میں قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں امانتوں کو تسلیم کرنے سے اور ان کے وجود کو ماننے سے بالکل گریز کرتی رہی ہیں۔ اگر یہی عدالتیں قدیم ایام میں ایسا نہ کرتیں تو زمانہ موجودہ میں مالک قانونی کا ماموں لہ قرار دیا جانا از روئے قانون جائز اور ممکن تھا۔ از روئے قیاس قانونی امین اور ماموں لہ دونوں نہایت آسانی سے اسی طرح مالکان قانونی ہو سکتے ہیں جس طرح وہ مالکان نصفتی قرار پا سکتے ہیں۔ اگر قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں امانتوں کے متعلق خود کوئی اصول اپنی عقل و فکر کے ذریعے سے قائم کرتی ہوتیں تو اس طرح کی مشترک اور دوہری ملکیت کا وجود پذیر ہونا بالکل اور فی الواقع ممکن تھا۔

عملی نقطۂ نظر سے قانونی اور نصفتی ملکیت کے فرق کی وہی اہمیت ہے جو حقوق قانونی اور نصفتی کے امتیاز کو حاصل ہے اور جس کے متعلق سابق میں صراحت کردی گئی ہے[1]۔

فصل ۹۲ ملکیت محصلہ و ملکیت مشروط (یا ملکیت موقوف بر واقعہ غیر معین)

پانچویں تقسیم کے لحاظ سے ملکیت کی دو قسمیں محصلہ اور مشروط ہیں۔ ملکیت محصلہ

---

[1] اس کے متعلق اس کتاب کی فصل ۸۵ دیکھی جائے۔

اس ملک کو کہتے ہیں جس کے مالک کی حقیت پہلے سے کامل ہوگئی ہو اور ملکیت مشروط یا ملکیت منحصر بر واقعہ غیر معین وہ ملک ہے جس کے مالک کی حقیت باوصف اس کے مالک ہونے کے غیر مکمل اور ناتمام سمجھی جائے لیکن کسی شرط کے پورے ہونے پر اس حقیت کی تکمیل ہوسکتی ہو۔ پہلی صورت میں حق ملکیت اپنے مالک کا ملک مطلق ہے اور دوسری صورت میں حق اپنے مالک کا ملک مشروط ہے۔ پہلی شکل میں مناط حق یعنی وہ واقعہ جو حق کا ماخوذ عنہ ہے ہر ایک طرح سے مکمل ہوتا ہے لیکن دوسری شکل میں کسی ایک ضروری جزو کی کمی کی وجہ سے حق کا ماخوذ عنہ نا مکمل رہتا ہے مگر اس جزو کی جس کی کمی تھی زمانہ آئندہ میں تکمیل ہونے سے اس میں کامل ہونے کی قابلیت رہتی ہے۔ لہذا جب تک کہ شرط ضروری کی تکمیل نہ ہو جائے اس طرح کی ملک ملکیت مشروط ہے اور بعد تکمیل شرط وہی ملک ملکیت محصلہ بن جاتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی موصی اپنی زوجہ کے لئے اس کے حین حیات ایک جائداد چھوڑ جائے اور زوجہ کے بعد (الف) کو وہی جائداد ملنے کے متعلق ہدایت کرے بشرطیکہ بوقت وفات زوجہ (الف) زندہ رہے اور اگر اس وقت (الف) زندہ نہ رہے تو وہی جائداد ب کو دی جائے ظاہر ہے کہ اس شکل میں الف اور ب دونوں جائداد زیر وصیت کے مالک ہیں لیکن ان کی ملکیت مشروط محض ہے کیونکہ الف کی ملکیت کے ساتھ یہ شرط لگائی گئی ہے کہ اگر وہ بیوہ موصی کے بعد زندہ رہے تو اس کو جائداد زیر بحث عطا ہونی چاہئے اور ب کی ملکیت مشروط بر وفات الف ہے بشرطیکہ اس کی موت بیوہ کی زندگی میں واقع ہو۔

اگر کسی حق کی ملکیت مشروط ہو تو اس حق کا بذات خود مشروط ہونا لازم نہیں ہے۔ چنانچہ حصص (سرمایہ) اور دوسرے اشیاء قابل ارجاع نالش کا غیر مشروط وجود ہو سکتا ہے یعنی ایسی چیزیں بغیر کسی شرط کے وجود پذیر ہو سکتی اور قائم رہ سکتی ہیں حالانکہ ان کی ملکیت اگر (الف) اور (ب) کو باری باری سے حاصل ہو تو مشروط ہو سکتی ہے۔ اسی طرح روپیہ جو بنک میں رکھا یا جاتا ہے اس کا پانے والا کوئی ایک شخص ہو سکتا ہے لیکن اس روپے کی ملکیت (ج) یا (د) کو دیئے جانے کی شرط کے ساتھ مشروط کی جا سکتی ہے۔ اس کے برعکس بعض وقت

حق بلحاظ اپنے وجود کے اسی طرح مشروط ہو سکتا ہے جس طرح اس حق کی ملکیت مشروط
قرار پا سکتی ہے۔ یہ صورت اکثر ان موقعوں پر پیش آتی ہے جہاں کہ حق کا ایک ہی مالک
مقرر کیا جاتا ہے اور حق اس کا مالک مشروط قرار پاتا ہے اس لئے حق شرط نافذہ کی
تکمیل کے بغیر شخص نامزد شدہ کی ملک محصلہ نہیں ہو سکتا اور جب تک شرط کی تکمیل
نہ ہو وجود حق اسی طرح مشروط رہتا ہے جیسا کہ اس کی ملکیت مشروط قرار دی گئی
ہے یہ امر قابل غور ہے کہ حق کی ملکیت مشروط اس حق کے مالک بننے کے امکان اور
احتمال سے کہیں زیادہ ہے۔ حصول حق کی توقع اور امکان اور ملکیت مشروط میں بہت
بڑا فرق ہے مثلاً محض اس امکان کی بنا پر کہ فلاں قطعہ زمین کو میں خرید سکتا ہوں یا اس کا
مالک بذریعہ وصیت اس زمین کو میرے لئے چھوڑ جائے تو وہ میری ملک مشروط ہو سکتی
ہے اور نہ میں اس کا مالک مشترک قرار پا سکتا ہوں ملکیت مشروط کی بنا اس حق یا شے
کے زمانہ آئندہ میں حاصل ہونے کا امکان یا توقع نہیں ہے جو اس ملکیت کی موضوع
ہے بلکہ اس کا وجود حق موجودہ کے غیر مکمل ہونے پر منحصر ہے۔

جن شرائط پر ملکیت مشروط کا انحصار ہے ان کو باصطلاح قانون شرائط مقدم
کہتے ہیں۔ ان شرائط میں اور ایک دوسری قسم کی شرائط میں جن کا لقب شرائط موخر ہے
فرق ہے۔ شرط مقدم سے مراد وہ شرط ہے جس کی تکمیل ہو جانے سے ایک غیر مکمل حق اور
حقیقت مکمل ہو جاتی ہے۔ شرط موخر ایسی شرط ہے جس کی تکمیل پانے سے حق جو پہلے سے
مکمل ہو ختم اور زائل ہو جاتا ہے۔ پہلی صورت میں مثلاً جو شے کہ مجھکو مشروط طور پر ملی ہے
وہ میری ملک مطلق ہو جاتی ہے (یعنی میرے مالک کامل بننے کے لئے پھر کسی شرط کے
پورا کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی) دوسری صورت میں وہ شے جس کو میں بعد تکمیل
شرط حاصل کرتا ہوں یعنی جو چیز کہ میری ملک مطلق ہے وہ بالکل میری ملک سے خارج ہو جاتی ہے
شرط مقدم ایک ایسے واقعہ پر مشتمل ہوتی ہے جو نا مکمل اور مستخرج حق ہے اور شرط موخر کے
ذریعے سے ایک ایسا واقعہ مشروط کیا جاتا ہے جو غیر مکمل اور مزیل حق[1] ہے۔ مثلاً اگر
ایک شخص کی جائداد پر دوسرے شخص کو اختیار بیع یا اختیار تقرر (امین وغیرہ)

[1] واقعات موجد و مزیل حق کے متعلق دیکھو اس کتاب کا سولھواں باب فصل ۱۲۰۔

حاصل رہے تو اگرچہ پہلا شخص اس جائداد کا مالک ہے لیکن وہ ایک شرط موخر کے تابع سمجھا جاتا ہے اور ہرچند اس کی حقیت (حق) مکمل ہے لیکن اس کے ساتھ ایک ایسا غیر مکمل اور مزیل حق واقعہ مشروط کیا گیا ہے جس کے کسی نہ کسی روز مکمل ہو جانے سے پہلے شخص کی ملکیت منقطع ہو سکتی ہے۔

اس بات کو سمجھنا چاہیے کہ جس ملک پر شرط موخر عائد کی جاتی ہے وہ مشروط نہیں بلکہ ملک محصلہ ہے۔ ملک محصلہ کے آغاز سے نہیں بلکہ اس کے اجرا سے یہ شرط ملحق کی جاتی ہے ملک محصلہ کے قائم اور وجود پذیر ہونے پر شرط مقدم کا اثر نہیں پڑتا بلکہ اس ملک کا جاری رہنا اس شرط کے زیر اثر منقطع ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ملک مشروط سے مراد وہ ملک ہے جو ابھی تک ملک محصلہ نہ بنی ہو لیکن جس کے آئندہ ملک محصلہ بننے کا احتمال ہو۔ اس کے برخلاف ملکیت جو کسی شرط موخر کے تابع ہوتی ہے وہ شرط کے عائد کیے جانے کے پہلے سے ملک محصلہ سمجھی جاتی ہے لیکن آئندہ چلکر اس شرط کی تکمیل پانے کے سبب سے وہ زائل اور ختم ہو سکتی ہے۔ بالفاظ دیگر جس ملکیت سے شرط موخر لاحق کی جاتی ہے وہ ملکیت مشروط نہیں بلکہ ملکیت قابل اختتام ہے۔ یہ ایک قسم کی ملک محصلہ ہے لیکن کسی ایک مزیل حق واقعہ کی تکمیل سے جس کا ایک حصہ پہلے سے موجود رہتا ہے قبل از وقت اس ملک کا خاتمہ کیا جاتا ہے۔

یہ بات بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ ایک وقت میں ایک حق کے دو شخص مالکان مشروط ہو سکتے ہیں کیونکہ ان میں کا ہر ایک شخص باری باری سے اس حق کا مالک قرار پاتا ہے اور اس لئے ان میں سے ایک شخص کی ملکیت کا محصلہ اور دوسرے کی ملکیت کا منقطع ہونا لازم ہے۔ اسی طرح سے ایک شخص کی ملکیت محصلہ کے ساتھ دوسرے شخص کی ملکیت مشروط کا وجود پذیر ہونا ممکن ہے کیونکہ جس واقعہ کی بنا پر ایک شخص کو حق ملکیت ملتا ہے اسی واقعہ کے ذریعے سے دوسرے شخص کا حق زائل ہوتا ہے۔ مثلاً اگر موصی اپنی زوجہ کے حق میں وصیت کرے کہ اس کی وفات کے بعد اس کی جائداد بدیں شرط زوجہ کو دی جائے کہ بصورت عقد ثانی جائداد وصیتی بیوہ سے لے لی جا کر موصی کی اولاد کو عطا ہو گی۔ ظاہر ہے کہ اس مثال میں زوجہ کی ملک محصلہ اور اولاد کی ملک مشروط ہے اور یہ دونوں قسم کی املاک ایک ہی وقت میں اور ایک ہی واقعہ کے

ذریعے سے وجود پذیر ہوتی ہیں لیکن عقد ثانی کے خلاف جو شرط لگائی گئی ہے وہ شرط موخر ہے اور اس کا تعلق بیوہ کی ملکیت محصلہ سے ہے اور وہی شرط اولاد کی ملکیت مشروط کے لحاظ سے اس ملک ثانی کے لئے شرط مقدم ہے[1]

---

[1] ملکیت محصلہ و مشروط کے متعلق دیکھو نظام قانون مرتبہ ونڈشیڈ فصل ۸۶ تا ۹۵ - پینڈکٹن (مجموعۂ قوانین) مرتبہ ڈرن برگ جلد ۱ - فصل ۸۲ و فصول ۱۰۵ تا ۱۱۲ آسٹن کا اصول قانون لکچر ۵۳ -

خلاصہ

ملکیت - نسبت جو کسی شخص اور اُسکے حق محصلہ کے درمیان قائم ہوتی ہے

ملکیت
قبضہ
استغراق

} یہ تین ایسی منفعتی نسبتیں ہیں جو اشخاص اور ان کے حقوق کے درمیان پائی جاتی ہیں -

اقسام ملکیت -

۱ - مجسم اور غیر مجسم (مادی اور غیر مادی)
ملکیت اشیا و ملکیت حقوق -
ملکیت حقوق و حق ملکیت
شے مجسم اور شے غیر مجسم
اصطلاح شے کے مختلف مفاہیم و استعمالات
(الف) شے مادی -
(ب) موضوع حق -
مادی اور غیر مادی اشیا
(ج) موضوع ملکیت

مجسم اور غیر مجسم اشیاء

۲ - ملک منفردہ و ملک مشترکہ

ملک بالاشتراک اور ملک متفقہ -
۳ - ملک امانتی اور ملک منفعتی -
اصلیت امانت -
مقاصد امانت -
۴ - ملک قانونی و ملک نصفتی -
۵ - ملک محصلہ و ملک مشروط (موقوف بر واقعۂ غیر معین)
شرائط مقدم و موخر -
ملک مشروط اور ملک قابل اختتام -

تیرھواں باب[1]

قبضہ

فصل ۹۳ تمہید

نظریۂ قانونی میں تصور قبضہ سے زیادہ کسی دوسرے موضوع قانونی کا تصور دشوار اور دقیق نہیں ہے۔ رومی مقننین کے سر اس کا سہرا باندھنا چاہیے کہ انھوں نے سب سے پہلے اس تصور کی نسبت اپنی اعلیٰ فہم اور ذکاوت سے تشریح و توضیح کی اور اس زمانے سے اب تک اس مسئلے کے متعلق ضخیم کتابیں تصنیف ہوتی رہی ہیں اور اس زمانے میں بھی ماہرین قانون مسئلہ قبضہ کے متعلق رائے زنی کرنا ایک قسم کا فرض اور اظہار فراست و ذکاوت کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ علما اور ائمۂ قانون کے نزدیک جو اس مسئلہ کی قدر ہے اس کی وجہ نہ صرف ان کی علمی دلچسپی اور شوق تحقیق ہے بلکہ جس طرح وہ دقیق و پیچیدہ ہے اسی طرح اسی مسئلے کی علمی اہمیت ہے۔ دنیا میں کون شخص ہے جس کو قبضے کے ان نتائج قانونی کی کثرت اور نزاکت سے انکار ہو سکتا ہے جو اس کے حاصل یا زائل ہونے سے پیدا ہوتے ہیں چنانچہ قبضہ ہی ملک کا ثبوت خیال کیا جاتا ہے اور یہی مضمون اس طرح سے ادا کیا جاتا ہے۔ القبضۃ دلیل الملک۔ جس شخص کے قبضے میں جو شے ہو اس کا وہی مالک قیاس کیا جاتا ہے اور جس قدر لوگ اس شے کے متعلق ادعا کرتے ہیں ان کو اپنی حقیقت ثابت کرنی پڑتی ہے اور اسی بنا پر قبضہ دیرینہ کے ذریعے سے قابض کو غیر کی چیز میں ملکیت حاصل ہوتی ہے۔ انتقال قبضہ انتقال ملکیت کی دلیل ہے اور ملک کے منتقل کرنے کے جو طریقے مقرر کئے گئے ہیں ان سب میں انتقال قبضہ زیادہ اہم سمجھا جاتا ہے۔ قبضۂ اول کی بنا پر قابض شے مقبوضہ کا مالک بن جاتا ہے

[1] دیکھو حاشیہ باب ۱۲۔

مثلاً اگر ایک شخص اس چیز پر جو کسی دوسرے کی ملک نہ ہو قبضہ کرلے تو اس کو اس شے پر حق ملکیت حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی پر کیا موقوف ہے بلکہ قبضۂ ناجائز کے ذریعے سے بھی قابض کی حقیت شے مقبوضہ میں سوائے اس کے حقیقی مالک کے تمام دنیا کے مقابلہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ قانون میں قبضے کی ایک خاص تاثیر ہے چنانچہ اکثر صورتوں میں قابض جس کو شے مقبوضہ پر کسی قسم کا حق حاصل نہیں ہوتا وہ ایک دوسرے شخص کی بحوالگی قبضہ اس شے میں حقیت پیدا کرانے کا باعث ہوتا ہے مثلاً اگر میں کسی چور سے کسی بنک کا ایک نوٹ حاصل کرلوں یا کسی دوکاندار کا آرٹھیا اپنے مالک کو فریب دیکر میرے ہاتھ اس دوکان کا کچھ مال فروخت کرے تو میں ان چیزوں کا مالک قرار پا سکتا ہوں، یہ چیزیں میری ملک اور حقیت ہو جاتی ہیں۔ بہر حال جن اثرات قبضہ کا اس تمہید میں ذکر کیا گیا ہے وہ منجملہ ان متعدد نتائج کے چند نتیجے ہیں جن کو قانون ملک نے خواہ قبضہ جائز ہو کہ ناجائز اس کے لئے مخصوص کر دئیے ہیں۔ ہماری رائے میں ان چند مثالوں سے جو اثرات قبضہ کے متعلق پیش کی گئی ہیں تصور قبضہ کی اہمیت اور کسی معقول و موزوں تجربے کے ذریعے سے اس کی حقیت واصلیت کو دریافت کرنے کی ضرورت بخوبی ثابت ہو سکتی ہے۔

فصل ۹۴ قبضۂ واقعی و قانونی (قبضہ از روئے واقعہ و قبضہ از روئے قانون)

یہ امر ناظرین کتاب کے پیش نظر رہے کہ قبضۂ واقعی اور قبضۂ قانونی بالکل دو جداگانہ چیزیں ہیں اور ہمکو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حقیقت اشیاء اور قانونی اصول و قواعد میں کم و بیش اختلاف کا واقع ہونا ممکن ہے بعض صورتوں میں اشیا کی حالت حقیقی قانون میں نہیں تسلیم کی جاتی ہے اور قانون کی نظروں میں جو چیز کہ قبضہ متصور ہوتی ہے اسی کا حقیقت اور واقفیت کی نظروں میں قبضہ متصور ہونا لازم نہیں ہے اور اس کے برعکس جن امور اور صفات پر عرف اور حقیقت میں لفظ قبضے کا اطلاق ہوتا ہے وہی امور اور حالات خواہ اس طرح سمجھنے کی وجہ جائز ہو کہ ناجائز قانون ملک میں قبضہ نہیں خیال کئے جاتے ہیں چنانچہ حقیقت اور قانون کے اختلاف باہمی کے سبب سے قبضے کے متعلق اس قسم کی تین شکلیں قائم ہو سکتی ہیں۔ صورت اول میں

از روئے قانون اور از روئے حقیقت دونوں طرح سے قبضہ کا وجود پذیر ہونا ممکن ہے۔
جس شے پر یا جس حالت پر کہ از روئے واقعہ قبضے کا اطلاق ہوتا ہے قانون ملک بھی اسی شے یا اسی حالت کو قبضہ تسلیم کرتا ہے اور اس کے سوا کوئی اور شے یا حالت قانون میں قبضہ متصور نہیں ہوتی ہے بشرطیکہ اس کلیہ کے خلاف عمل کرنے کے لئے قانون کے نزدیک کوئی مخصوص وجہ نہ ہو۔ صورت ثانی میں قبضے کا از روئے واقعہ موجود ہونا ممکن اور از روئے قانون اس کا وجود پذیر ہونا ناممکن ہے۔ جو شے کہ از روئے حقیقت قبضہ سمجھی جاتی ہے وہی شے اور حالت قانون ملک کے نزدیک قبضہ نہیں سمجھی جاتی۔ چنانچہ آقا کے مال پر جو ملازم کا قبضہ ہوتا ہے اس کو قانون ملک تسلیم نہیں کرتا بلکہ اس قسم کا قبضہ قانون میں نگرانی حراست یا حفاظت سمجھا جاتا ہے شکل ثالث۔ اس صورت میں جو شے اور حالت از روئے قانون قبضہ تسلیم ہوتی ہے وہی شے اور حالت از روئے حقیقت قبضہ نہیں سمجھی جاتی ایسے موقع پر قانون ملک کسی ایسے شخص کو جو حقیقت میں قبضے کے صفات سے معرا ہے کسی مخصوص وجہ سے قبضے کے کل صفات سے متصف قرار دیتا ہے اس فرضی اور مجازی قبضے کے لئے مقننین انگلستان نے قبضہ معنوی کی اصطلاح تجویز کی ہے لیکن مقننین روما کی اصطلاحات قبضہ واقعی اور قبضۂ قانون کے لئے قبضۂ فطری اور قبضہ از روئے قانون ملک ہیں[1]۔
قبضۂ قانونی اور قبضۂ واقعی میں جو اس طرح کا اختلاف پایا جاتا ہے اس کا سبب کچھ تو لوگوں کا ارادہ اور رضامندی ہے اور کچھ سوئے اتفاق اور رضامندی ہے اور اس اختلاف کی وجہ سے کسی ایسے مجرد نظریہ کے قائم کرنے میں دشواری لاحق ہوتی ہے جس کی کسی عین مجموعۂ قانون کے مفصل قواعد کے ساتھ مطابقت

---

[1] بعض وقت قبضۂ قانونی سے اس کے کم وسیع مفہوم سے مراد لی جاتی ہے جس کا منشا محض قبضۂ قانونی ہوتا ہے اور اس مفہوم میں قبضۂ واقعی شامل نہیں ہوتا یعنی قبضے کے ان تنگ معنوں کے لحاظ سے قبضۂ قانونی کا اطلاق قبضۂ معنوی (قبضہ مصنوعی) پر کیا جاتا ہے بہر حال قبضۂ قانونی کا یہ تنگ مفہوم ہے اور اس کے برعکس اس کے وسیع مفہوم میں ہر ایک قسم کا قانونی قبضہ داخل ہے حالانکہ حقیقت میں اس کا وجود ہو کہ نہ ہو۔

ہوسکے ۔ کسی موضوع قانونی کے متعلق نظریۂ قانونی اور مفصل قواعد کے درمیان صرف اس نظام قانونی میں تطبیق ہوتی ہے جس کے نشو و نما میں کسی قسم کے حادثات تاریخی کے ذریعے سے کسی قسم کی رکاوٹ نہ پیدا ہوئی ہو اور جس پر ان مخصوص خیالات کا اثر نہ پڑا ہو جن کی وجہ سے اس ملک کے قانون کے اکثر حصوں پر غیر اصلاح پذیر اور خالص عام اصول کا اطلاق کیا جانا نہ رکا ہو ۔

قانون اور حقیقت کے اختلاف کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ قبضے کے متعلق اگر کوئی نظریہ قائم کیا جائے تو اس کے دو حصے قرار دینے کی ضرورت پیش آتی ہے جس کا پہلا حصہ قبضے کے تصور پر اور دوسرا حصہ اس بیان پر مشتمل ہوتا ہے جس کے ذریعے سے اس امر کا اظہار کیا جاتا ہے کہ کس طرح اس نظریہ کا اطلاق انگلستان کے اصلی نظام قانون پر کیا جاتا ہے ۔ اس مقام پر ہمکو بھی نظریۂ قبضہ کے جزو اول سے بحث کرنا مقصود ہے ۔

ہمکو یاد رکھنا چاہیے کہ اصل میں قبضے کے دو تصور قانونی اور فطری نہیں ہیں اگر حقیقت میں ایسا ہوتا تو قبضۂ واقعی کے متعلق بحث کا نظرانداز کرنا ممکن تھا حقیقت میں قبضے کا صرف ایک تصور ہے اور قانون ملک میں جس قدر قواعد قبضے کے متعلق پائے جاتے ہیں ان کی کم و بیش اسی ایک تصور سے تطبیق ہوتی ہے ۔ دماغ انسانی میں کوئی ایک مخصوص تصور ایسا نہیں ہے جس کا اطلاق محض قبضۂ قانونی پر کیا جا سکتا ہو اور جو حالت کہ قبضۂ قانونی نہ ہو وہ اس میں شامل نہ ہو سکتی ہو ۔ لہذا قبضے کی اس طرح تعریف کرنی کہ قبضے کے متعلق جس قدر عین قانون ہے وہ صحیح طور پر از روئے منطق اس تعریف سے اخذ ہو سکے ناممکن ہے ۔ بہرحال ہمارا کام تلاش کر کے اس تصور کو حاصل کرنا ہے جو ملک کے ان قواعد اور قوانین میں مضمر ہے جو قبضے کے متعلق وضع ہوئے اور رائج ہیں ۔ اسی مجموعۂ قواعد و قوانین کا نامکمل طور پر اس تصور پر اطلاق کیا جاتا ہے اور انھی قواعد کے ذریعے سے خفیف سا اس کا اظہار ہوتا ہے ۔

قانون انگلستان کی دشواریاں اور پیچیدگیاں ایک نازک خیالی کی بنا پر اور بھی زیادہ ہوگئی ہیں ۔ اس نظام قانونی میں قبضۂ قانونی کی دو جداگانہ قسمیں تسلیم کی جاتی ہیں اور ان کے

القاب سی زن (Seisin - قبضۂ مالکانہ) اور قبضہ ہیں - قبضۂ قانونی کی یہ دونوں قسمیں مختلف قواعد کے تابع ہیں اور ان کے اثرات بھی مختلف ہیں - مثلاً ایک قطعۂ زمین پر میں قبضہ رکھ سکتا ہوں لیکن اس کا سی زن (قبضۂ مالکانہ یا تصرف و تملک) مجھکو حاصل نہیں ہو سکتا یا یہ کہ مجھکو اسی زمین کا سی زن مل سکتا ہے لیکن میرا قبضہ اس زمین پر نہیں ہو سکتا یا یہ کہ وقت واحد میں میرا اس زمین پر اپنا قبضہ اور سی زن دونوں رکھ سکتا ہوں لیکن لطف یہ ہے کہ ان تینوں صورتوں میں اس زمین کے قبضۂ واقعی (یعنی قبضہ از روئے واقعہ یا حقیقت) کا مجھکو ملنا ممکن بھی ہے اور ناممکن بھی - سی زن کا مسئلہ زمین سے مخصوص ہے کہ یہ عجیب و غریب مسئلہ منجملہ ان عجائبات اور غرائبات کے ہے جن کو عقل انسانی نے انگلستان کے قانون جائداد غیر منقولہ کی شکل میں ایجاد کیا ہے برعکس اس کے مسئلہ قبضۂ زمین اور مال دونوں پر شامل ہے اور مال و زمین دونوں کا قبضہ ہو سکتا ہے لیکن قبضۂ قانونی کی اس طرح جو دو قسمیں قرار دی گئی ہیں اس کا تعلق تاریخ قانون سے نہ کہ نظریۂ قانون سے ہے -

مالک زمین کا سی زن حاصل کرنا اور اس کا قائم رکھنا کچھ دنوں پہلے تک قانون انگلستان میں نہایت اہم سمجھا جاتا تھا سی زن کے بغیر اس کے حق ملکیت کی تکمیل نہیں ہو سکتی تھی اور وہ اس زمین کا برائے نام مالک سمجھا جاتا تھا - جو شے جس شخص کے قبضے میں ہوتی وہی شخص اس کا مالک متصور ہوتا تھا اور قابض ہی کو مالک سمجھنے کے متعدد اور مختلف وجوہ تھے ملکیت کے لئے قبضے کی بھی ایک شکل سی زن لازم و ضرور تھی - اگر مالک زمین بیدخل ہو جاتا تو وہ ان نہایت موثر چارہ ہائے قانونی سے محروم رہتا تھا جن کے ذریعے سے مالک اپنی جائداد پر دخل پا سکتا ہے اس کے علاوہ مالک بیدخل نہ تو اپنی جائداد (زمین کو) منتقل کر سکتا تھا نہ بذریعہ وصیت کسی کو ہبہ کر سکتا تھا اور نہ اس کے ورثا کی اس پر توریث قائم ہو سکتی تھی انگلستان کے موجودہ قانون کا رجحان سی زن کے تمام مسئلہ کو نظریۂ قبضہ سے خارج کر کے قبضے کی صرف ایک نوعیت قبضۂ قانونی قرار دینے کا ہے - چونکہ سی زن قدیم زمانے کے خیال کی ایک یادگار ہے اور اس کا عملی اثر حال کے بعض قوانین نافذہ کے ذریعے سے بہت کچھ زائل ہو گیا ہے لہذا نظریۂ قانونی سے اس کا خارج کر دیا جانا نہ صرف قانون کے طالب علموں کی سہولت کا باعث ہو گا بلکہ عدالتوں اور وکلاء کی دماغ پاشی اور کاوش میں کمی ہو جائے گی [1]

---

[1] تصور سی زن اور اس کی موجودگی اور عدم موجودگی کی نسبت پروفسر میٹ لینڈ نے نہایت

فصل ۹۵ قبضۂ مجسّم اور غیر مجسّم

ہم نے اس کے قبل ایک باب میں ملکیت کی دو قسمیں مجسم اور غیر مجسم بیان کی ہیں اور جو فرق کہ ملکیت کی ان دو قسموں میں ہے ویسا ہی فرق قبضہ کی صورت میں پایا جاتا ہے قبضۂ مجسم سے مراد کسی شے مادی کا قبضہ ہے اور اس کی مثالیں مکان کھیت سکہ وغیرہ ہو سکتی ہیں۔ قبضۂ غیر مجسم اس شے کے قبضے کو کہتے ہیں جو غیر مادی ہو مثلاً راستہ جو غیر کی زمین پر سے گزرتا ہے راہ جس کے ذریعے سے روشنی کسی شخص کے مکان کے دریچوں میں آتی ہے مکان میں روشندان رکھنے کا حق خطاب جس کے ذریعے سے کسی کا رتبہ اعلیٰ ظاہر ہوتا ہو عہدہ اور منصب وغیرہ اس زمرے میں داخل ہیں۔ یہ عام اشیاء مملوکہ اور مقبوضہ دونوں ہو سکتی ہیں۔ ان کے قابض کے لئے ان کا مالک ہونا ضرور نہیں ہے۔ بعض صورتوں میں ایک ہی شے کے دو مختلف اشخاص قابض اور مالک ہوتے ہیں۔ قابض شے کا اس شے کا مالک ہونا یا نہ ہونا اور مالک شے کا اپنی شے پر قابض ہونا اور نہ ہونا دونوں صورتیں ممکنات سے ہیں۔ چونکہ حق ملکیت کے بغیر کوئی شخص کسی شے وغیرہ کا مالک نہیں بن سکتا اس لئے اگر کوئی شخص کسی غیر کی شے پر مسلط ہو جائے یعنی اس پر قبضہ اور تصرف کرلے تو اس کا قبضہ ازروئے واقعہ نہ کہ ازروئے استحقاق کہلاتا ہے اور اس لئے وہ اس شے کا حقدار اور مالک نہیں بلکہ قابض ہے اور ایسی ہی اشکال میں قبضہ بلا ملک وجود پذیر ہوتا ہے۔

قانون روما میں قبضۂ مجسم کے لئے (Possessio Corpris) اور قبضۂ غیر مجسم کے واسطے (Possessio juris) اصطلاحات ہیں جس طرح ملکیت غیر مجسم سے مراد ملکیت حق ہے اسی طرح قبضۂ غیر مجسم کا مفہوم کسی حق کا قبضہ ہے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ دلچسپ مضامین کا ایک سلسلہ شائع کیا ہے جو قابل دید ہے لہذا اس کے متعلق دیکھو لاکوارٹرلی ری ویو (سہ ماہی تبصرہ قانون) جلد ۱ صفحہ ۳۴۴ جلد ۲ صفحہ ۱۸۴ جلد ۴ صفحہ ۴۲ اور صفحہ ۲۸۶۔ اس کے علاوہ دیکھو پوزیشن آف لینڈ (قبضۂ زمین مولفہ لائیٹ ووڈ صفحات از ۴ تا ۸)۔

جرمنوں نے بھی باتباع اہل روما ان دو قسم کے قبضوں کے لئے (Bechtsbesitz)
اور (Sachenbesitz) الفاظ تجویز کئے ہیں۔ پہلی اصطلاح سے شئے مادی کا قبضہ
اور دوسری اصطلاح سے حق کا قبضہ مراد ہے۔ اس تسمیہ کی خوبی اور فائدے کے
متعلق نیز اس امتیاز کے حقیقت کی نسبت جو اس کے ذریعے سے قبضے میں کیا جاتا ہے
ہم آئندہ تفصیل سے بحث کریں گے۔

ہرچند قبضۂ غیر مجسم کے مسئلے کے متعلق نہایت طویل بحثیں ہو چکی ہیں لیکن یہ
مسئلہ ابھی تک لاینحل اور تصفیہ طلب ہے کہ اس قسم کے قبضے کو فی الحقیقت قبضہ
ماننا چاہیئے یا نہیں۔ بعض مصنفین کی رائے میں صحیح اور حقیقی قبضہ وہی ہے جو قبضۂ مجسم
کہلاتا ہے اور لوگ جو دوسری قسم کے قبضے کو قبضہ کہتے ہیں وہ اصل میں قبضہ نہیں بلکہ
بمشابہت قبضۂ مجسم قبضہ کہلاتا ہے، غیر مجسم قبضے پر مجازاً لفظ قبضے کا اطلاق کیا جاتا ہے
مصنفین کا استدلال ہے کہ چونکہ قبضے کے متعلق کوئی ایسا تصور جنسی موجود نہیں ہے
جس کے دو انواع قرار دیئے جاسکیں لہذا قبضے کی جو دو انواع مجسم اور غیر مجسم تجویز کی گئی
ہیں وہ صحیح نہیں ہیں اور نہ ان کی ضرورت ہے چنانچہ مقننین روما نے بھی قبضے کی دو قسمیں
قرار دینے کے باوجود ان کو ایک جنس کے دو انواع بتلانے میں پس وپیش کیا ہے
اور انہیں کے بیان سے ان کی مقرر کردہ تقسیم رد ہو جاتی ہے۔ مثلاً بعض وقت یہ لوگ
لفظ قبضے کا اطلاق ان دونوں قسم کے قبضے پر کرتے ہیں اور بعض وقت ازراہ احتیاط قبضۂ غیر مجسم
کو مماثل قبضۂ حقیقی بتلاتے ہیں جس سے ان کی مراد قبضۂ واقعی یا صحیح قبضہ نہیں بلکہ ایسا
قبضہ جو قبضۂ حقیقی کے مانند و مشابہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قبضۂ غیر مجسم ایک نہایت
دقیق مسئلہ ہے بر ایں ہم جس رائے کو ہم نے تسلیم کیا ہے اور جو اس کتاب میں اختیار
کی گئی ہے اس رائے کے مطابق قبضہ جنس ہے اور اس کی دو انواع قبضۂ مجسم اور قبضۂ غیر مجسم
ہیں اور اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ جس طرح ملکیت کا صحیح تصور ملکیت مجسم سے وسیع تر ہے اسی طرح
قبضے کا صحیح تصور قبضۂ مجسم سے زیادہ وسیع ہے مثلاً جنسیت کے لحاظ سے حق مرور کا قبضہ
اور اس زمین کا قبضہ جس پر سے وہ راستہ گزرتا ہے ایک ہیں ان دونوں میں کسی قسم
کا فرق نہیں لیکن بہ لحاظ نوعیت ان میں اختلاف اور فرق ہے۔

بہرحال جب ہم نے اس رائے کو تسلیم کر لیا ہے تو قبضے کے بیان اور اس کی

تشریح کرنے میں ہم کو بپابندی قواعد منطق اس ترتیب کو اختیار کرنا لازم ہے جس کی رو سے سب سے پہلے قبضے کے جنسی تصور کا کامل طور پر تجزیہ کرنا ضرور ہے اور بعد ازاں اس فرق کو دکھلانا چاہیے جس کی وجہ سے قبضۂ مجسم اور قبضۂ قانونی میں امتیاز کیا جاتا ہے لیکن ہم بعض وجوہ سے قبضے کے متعلق ایک دوسرا طرز بیان اختیار کرنا چاہتے ہیں جس میں ہم سب سے پہلے قبضۂ مجسم کی تشریح اور اس کے بعد قبضۂ قانونی کا تجزیہ کریں گے اور سب سے آخر میں جنس قبضہ کے تصور کی تصریح کی جائے گی جس میں اس کے ان دونوں انواع کی تفصیل داخل رہے گی۔ ہم نے جو یہ نیا طریقہ اختیار کیا ہے اس کے چند وجوہ ہیں۔ اولاً قبضے کا مسئلہ ایسا دشوار اور دقیق ہے کہ اس میں پہلے تصور جنس کے بجائے اس کی انواع کے تصور سے بحث کرنے میں وہ مسئلہ آسانی سے حل ہو جاتا ہے اور اگر اس کے برعکس عمل کیا جائے تو مسئلہ مذکور میں اور بھی الجھن پڑ جاتی ہے ثانیاً چونکہ قبضۂ مجسم کا تصور قبضۂ غیر مجسم کے تصور سے کہیں زیادہ اہم ہے اس لیے اس دوسرے تصور کو پہلے تصور کا تتمہ اور ضمیمہ قرار دینا اور اس کو پہلے تصور سے کم رتبہ سمجھنا جائز ہے۔

فصل ۹۶ قبضۂ مجسم

یہ امر مخفی نہیں ہے کہ قبضۂ مجسم ایک ایسی نسبت ہے جو شخص اور کسی مادی شے کے درمیان علی التواتر پائی جاتی ہے اور یہ بات بھی بخوبی ظاہر ہے کہ اس نسبت کا تعلق حق سے نہیں بلکہ واقعہ اور حقیقت سے ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک صورت میں یہ نسبت ماخذ حق ہوتی ہے اور کبھی حق نہیں ہو سکتی۔ مثلاً انسان کا قبضہ شے پر خلاف قانون اور مطابق قانون دونوں طرح سے ہو سکتا ہے۔ شخص قانون کی خلاف ورزی کر کے نیز بتائید قانون کسی چیز پر قابض ہو سکتا ہے اور قابض کا قبضہ از روئے قانون جائز اور ناجائز قرار پا سکتا ہے۔ اس کے قبل ہم نے جو شکل بیان کی ہے کہ قبضۂ قانونی اور واقعی دونوں طرح کا ہو سکتا ہے اس کے متضاد بھی ہمارا یہ بیان نہیں ہے چنانچہ قانون میں وزد یعنی چور کے قبضے کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے حالانکہ اس کا قبضہ ناجائز اور خلاف قانون ہے اور از روئے قانون ملک اس طرح کا قبضہ مذموم سمجھا جاتا ہے

اس پر بھی اس ناجائز اور مذموم قبضے کے از روئے قانون تقریباً وہی اثرات اور نتائج ہیں جو جائز قبضے کے ہو سکتے ہیں[۵۱]۔

اچھا تو اس مسلسل اور متواتر نسبت کی کیا اصلیت ہے جو از روئے واقعہ شخص اور شے کے درمیان قائم ہوتی اور قبضہ کہلاتی ہے؟۔ اس سوال کا جواب بہ ظاہر یہ ہے کہ شے مادی کے قبضے سے مراد ایک شخص کا مسلسل اور متواتر ادعا کرنا کہ اس کے سوا، شخص غیر اس شے سے متمتع نہیں ہو سکتا اور اس ادعا پر عمل کرنا ہے۔ بہر حال قبضہ کی یہ تعریف دو جداگانہ اجزا اور عناصر پر مبنی ہے اس کا ایک عنصر ذہنی یا داخلی ہے اور دوسرا عنصر جسمانی یا خارجی ہے۔ شے مقبوضہ کی نسبت جو قابض کی نیت ہوتی ہے اس سے اس جواب یا تعریف کے ایک جز و کو تعلق ہے اور اس کا دوسرا جزو ان خارجی واقعات اور حالات سے متعلق ہے جن کے ذریعے سے یہ نیت عمل میں لائی جاتی اور اس کی تحصیل و تکمیل ہوتی ہے۔ رومی مقننین نے ان دو عنصروں میں امتیاز پیدا کرنے کی غرض سے ان کے لئے روح (Animus) اور جسم (Corpus) کے الفاظ تجویز کئے تھے لیکن حال کے مصنفین نے بھی بنظر سہولت انھیں اصطلاحات کو قائم رکھا ہے۔ خصوصاً عنصر داخلی کے لئے اب بھی وہی رومی الفاظ روح (یعنی نیت) قبضہ، اپنے قبضے میں رکھنے کی نیت اور نیت ملکیت استعمال کئے جاتے ہیں۔

چنانچہ پال[۵۲] جو ایک مشہور رومی مقنن ہو گزرا ہے لکھتا ہے کہ قبضے کی بنا دو چیزوں پر ہے جسم اور روح (یعنی نیت) محض جسم یا محض نیت سے قبضے کا وجود نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی یہی کہ قبضے کے ان دو جزو ترکیبی میں سے صرف کسی ایک جزو

---

[۵۱] جو نسبت کہ از روئے واقعہ قابض اور شے مقبوضہ کے درمیان پائی جاتی ہے وہ قبضہ کہلاتی ہے۔ اگر حق قبضہ کسی قسم کا حق ہو سکتا ہے تو وہ ایک ایسا حق ہے جس کا ماخذ قبضہ ہے۔ قبضہ پانے کا حق اگر کوئی حق ہو سکتا ہے تو وہ ایسا حق ہے جس کے ذریعے سے آدمی قبضے کو حاصل کر سکتا یا اس کو برقرار رکھ سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر یہی حق قبضۂ مالکانہ ہے۔

[۵۲] ڈایجیسٹ ۴۱، ۲، ۳، ۱۔

کے ہونے سے قبضے کا وجود اور قیام نہیں ہو سکتا بلکہ ان دو عنصروں کے ملنے سے قبضے کا آغاز ہوتا ہے اور جب تک ان میں اتحاد رہتا ہے قبضہ قائم رہتا ہے اور ان میں سے کسی ایک عنصر کے زائل ہونے کی دیر ہے کہ قبضے کا استیصال ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص خواہ اس کا دعویٰ یا نیت کتنی قوی اور حق بجانب کیوں نہ ہو کسی شے پر قبضہ پانے اور رکھنے کا مستحق نہیں ہو سکتا بجز اس کے کہ فی الواقع اس کو اس شے پر تصرف حاصل رہا ہو۔ محض تصرف کرنے کی نیت سے کسی شخص کا شے پر قبضہ سمجھا نہیں جاتا اور اس کے برعکس جسم (تصرف شے) بنیت کے بغیر بنائے قبضہ کے لئے کافی نہیں ہے جب تک اس ضروری عنصر یعنی نیت تصرف کا خارجی طور پر اظہار نہ ہو محض جسمانی نسبت کے ذریعے سے جو شخص اور شے کے درمیان قائم ہو سکتی ہے آدمی اس شے کا قابض نہیں ہو سکتا مثلاً اگر ایک شخص کسی کھیت پر چہل قدمی کرتا ہوا نظر آئے تا وقتیکہ اس کی نیت دوسروں کو اس کھیت کے استعمال سے خارج کرنے کی نہ ہو اور اس نیت کا اس نے عملی طور پر اظہار نہ کیا ہو اس شخص کا اس کھیت پر قبضہ نہیں سمجھا جائے گا۔ فرض کرو میں تنہا ایک کمرے میں ہوں اور وہاں ایک میز پر کچھ روپے رکھے ہوئے ہیں جو میری ملک نہیں ہیں اگرچہ ان روپیوں پر مجھکو کامل جسمانی اختیار حاصل ہے اور اگر میں چاہوں تو ان کو وہاں سے اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں بریں ہمہ ان روپیوں پر میرا قبضہ نہیں ہے کیونکہ میری نیت ان کو اپنے تصرف میں لانے کی اور دوسروں کو ان سے محروم کرنے کی نہیں ہے۔

فصل ۹۷ روح قبضہ (نیت قبضہ)

تصرف قبضہ کے دو جزو ترکیبی کے متعلق ہم علیحدہ علیحدہ بحث کرنا چاہتے ہیں اور ان سے پہلے روح قبضہ یعنی نیت قبضہ کی بابت تصریح کی جاتی ہے۔ بنائے قبضہ کے لئے جس نیت کی ضرورت ہے اس سے مراد ایک شخص کا شے مقبوضہ پر بلا شرکت غیرے تصرف کرنے کا قصد ہے۔ جب انسان کسی مادی شے کو بالکلیہ اپنے تصرف میں لانے کا اور دوسرے اشخاص کے دخل و تصرف کو اس شے سے روکنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس ارادے پر نیت قبضہ یا قبضہ رکھنے کی نیت کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ قابض

کی اس ضروری حالت ذہنی کے متعلق چند قابل غور امور کو ذیل میں بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ شے کو اپنے قابو اور گرفت میں رکھنے کی نیت کے لیے اس طرح کی نیت اور دعوے کا کسی حق پر مبنی ہونا ضرور نہیں ہے۔ قابض یہ جان کر بھی کہ اس کا دعویٰ اور نیت ناجائز ہے شے پر قبضہ رکھنے کا ارادہ کرسکتا ہے۔ سارق کا قبضہ اسی طرح حقیقی اور واقعی ہے جس طرح اصل مالک کا قبضہ واقعی اور حقیقی ہوسکتا ہے قابض شے وہ شخص نہیں ہے جس کو اس شے پر کوئی حق حاصل ہو یا جو باور کرے کہ اس کو اس پر کسی قسم کا حق حاصل ہے بلکہ قابض وہ شخص ہے جس کی نیت بطور مالک اس شے پر تصرف کرنے کی ہو بالفاظ دیگر قابض شے وہ شخص ہے جس کا ارادہ ہو کہ اگر میں اس شے کا مالک وحقدار ہوتا تو دوسروں کو اس میں دخل نہ دینے دیتا اور خود تنہا اس سے متمتع ہوتا۔ اس میں شک نہیں کہ غیر کی ملک پر نیک نیتی سے جو قبضہ کیا جاتا ہے اس قسم کے قابض کے ساتھ قانون ملک بہت کچھ مراعات سے پیش آتا ہے اور جو قبضہ کہ فریب سے حاصل کیا جاتا ہے اس کے قابض کو اس طرح کے فوائد اور مراعات نصیب نہیں ہوتے بر ایں ہم قبضے کے مقابلے میں خصوصاً جب کہ کوئی شخص محض اپنی دلی خواہش کی بنا پر قابض ہونا چاہے قابض کی نیک نیتی قانون میں امر غیر متعلق سمجھی جاتی ہے۔

۲۔ شے مقبوضہ سے دخل غیر کو خارج کرکے قابض کی نیت خود تنہا متصرف ہونیکی ہونی چاہیے۔ قبضے کی بنا اس قسم کی نیت پر رکھی گئی ہے اور جب تک شخص دوسروں کو محروم کرکے شے مقبوضہ سے خود تنہا مستفید ہونے کا ارادہ نہیں کرتا وہ اس کا قابض نہیں سمجھا جاتا اور نہ وقتیکہ دوسروں کو خارج اور محروم کرنے کی نیت نہ ہو مادی شے کا قبضہ نہیں ہوسکتا حالانکہ اکثر صورتوں میں اس طرح کا قبضہ قبضۂ مجسم یا قبضۂ غیر مادی ہوسکتا ہے مثلاً ایک شخص کو دوسرے کی زمین پر حق مرور حاصل ہے اور وہ اس حق کا قابض ہے ایسی صورت میں پہلے شخص کو قبضۂ غیر مجسم حاصل ہے لیکن وہ اس زمین کا جس پر سے راستہ گزرتا ہے قابض نہیں ہے کیونکہ وہ دوسرے اشخاص کو اس راستے پر چلنے سے محروم کرنے کی نیت نہیں رکھتا ہے۔

بہر حال جس اخراج اور محرومیت کا فقرۂ بالا میں ذکر کیا گیا ہے اس کا مطلق اور کامل ہونا ضرور نہیں ہے اگرچہ قابض شے کی نیت کا دوسروں کو شے مقبوضہ کے استعمال اور تمتع سے خارج اور محروم کرنا لازم ہے لیکن جن صورتوں میں اشخاص غیر کو پہلے شخص کی شے پر تصرف کرنے کا اور اس کو استعمال میں لانے کا از روئے قانون وغیرہ حق ہو ان صورتوں میں قابض شے کی نیت اخراج و محرومیت مطلق نہیں بلکہ محدود و مشروط ہوتی ہے۔ مثلاً اگر بعض اشخاص یا عوام کو میری زمین پر سے راستہ چلنے کا حق حاصل ہو اور وہ اس حق کے قابض ہوں تو میری زمین پر اس طرح سے باوجود دوسروں کے قابض ہونے کے میں اس زمین کا قابض متصور رہوں گا کیونکہ اس حق مرور کے تابع ہونے پر بھی میری نیت میری زمین پر اپنا قبضہ رکھنے اور دوسروں کے دخل اور استفادہ کو روکنے کی ہے۔ بجز اس جائز محدود اور مخصوص حق استفادہ کے جو دوسروں کو میری زمین پر حاصل ہوا ہے غیروں کی مداخلت کو روکنا اور ان کو اس کے استعمال سے محروم کرنا میری غرض ہے۔

۳۔ قبضہ رکھنے کی نیت کے متعلق قابض کا اپنے دعوے یا ارادے کا اس طرح اظہار کرنا کہ وہ مثل مالک مقبوضہ شے پر تصرف کرنا چاہتا ہے ضرور نہیں ہے چنانچہ اسامی یا پٹہ دار اور اس شخص کا قبضہ جس کو کوئی چیز مستعار دی جاتی ہے یا جس کے ہاں کوئی شے گرو رکھائی جاتی ہے اسی طرح صحیح اور حقیقی ہے جس طرح کہ مالک کا قبضہ حقیقی ہو سکتا ہے۔ بہر حال نیت تصرف کی نوعیت اور مقدار کے متعلق کوئی معیار نہیں قائم کیا جا سکتا لیکن اس کی شناخت محض اس امر پر منحصر ہے کہ قابض بزمانہ قبضہ اس شے کو دوسروں کی شرکت اور دخل کے بغیر اپنے تصرف میں لانا چاہتا ہے بنائے قبضہ کے لئے یہی ایک امر مکتفی ہے۔

۴۔ قابض بننے کی نیت یا نیت قبضہ کے واسطے لازم نہیں ہے کہ قابض اپنی ذات سے اور اپنے ہی فائدے کے لئے اس نیت کا اظہار کرے مثلاً میں اپنی جانب سے یا کسی دوسرے شخص کی طرف سے قبضہ رکھ سکتا ہوں۔ چنانچہ اس بنا پر ملازم نائب اور امین کا قبضہ جائز سمجھا جاتا ہے حالانکہ جس تصرف بلا شرکت کا یہ لوگ ادعا کرتے ہیں اس سے ان کا فائدہ نہیں مقصود ہے

بلکہ وہ اپنے مالک اور منیب اور ماموں لہ کے نفع رسانی کی غرض سے اس دعوے کو پیش کرتے ہیں[۵]۔

۵۔ قبضہ رکھنے کی نیت کا مخصوص اشیاء سے متعلق کیا جانا ضروری نہیں ہے بلکہ یہ نیت عام اشیا سے بھی متعلق ہو سکتی ہے۔ قابض کا کسی مخصوص شے کے ساتھ مسلسل تعلق رکھنا یا اس کے لئے اس شے کا یاد رکھنا یا اس شے کی حالت موجودہ کے متعلق علم رکھنا لازم نہیں ہے۔ قبضہ رکھنے کی عام نیت سے بشرطیکہ اس نیت میں وہ ضروری نسبت یا تعلق جسمانی جو شے اور قابض میں قائم ہوتا ہے شامل ہو قابض کا قبضہ اُن چند مفرد اشیاء پر متصور ہوتا ہے جن کے امثال کی کثرت ہوتی حالانکہ قابض ان معدودے چند اشیا کے وجود سے لاعلم ہی کیوں نہ رہے مثلاً میرے کتب خانہ میں جس قدر کتابیں ہیں وہ سب میرے قبضے میں ہیں ہر چند میں ان میں سے اکثروں کے نام بھول کیوں نہ جاؤں اور ان میں کی اکثر میری یاد سے خارج ہی کیوں نہ ہو گئی ہوں۔ علیٰ ہذا القیاس اگر میں مچھلیاں پکڑنے کے لئے پانی میں جال بچھاؤں تو ان تمام مچھلیوں کی نسبت جو میرے جال میں آنے والی ہیں میری نیت اور ادعائے قبضہ عام ہے اس لاعلمی کی وجہ سے کہ جال میں مچھلیاں گرفتار ہوئی ہیں یا نہیں میرے قبضے میں کوئی فرق نہیں آ سکتا۔ اسی طرح مجھے اپنے

---

[۵] یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس مقام پر قبضے سے ہماری مراد قبضہ ازروئے واقعہ یعنی قبضۂ واقعی ہے اس مقام پر ہمارا مقصد اس مسئلے کا تصفیہ کرنا نہیں ہے کہ وہ تمام قواعد جو قبضۂ قانونی کے ذریعے سے قابض کو حاصل ہوتے ہیں ان سے ہر ایک قابض واقعی مستفید ہو سکتا ہے یا ان میں کے معدودے چند اور ہر ایک قبضہ ازروئے واقعہ قبضۂ قانونی ہو سکتا ہے یا محض اس قسم کے چند قبضے قبضۂ قانونی میں داخل ہو سکتے ہیں۔ قانون روما میں مالک یا اُس شخص کا قبضہ جو مالک کی جانب سے قابض ہوتا قبضۂ قانونی سمجھا جاتا تھا اور ان کے سوا کسی تیسرے شخص کے قبضے پر بجز مخصوص صورتوں کے قبضۂ قانونی کا اطلاق نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن برخلاف اس کے قانون انگلستان میں قبضۂ قانونی کے متعلق اس طرح کی حد بندی نہیں کی گئی ہے بلکہ لطف یہ ہے کہ بعض وقت ملازم کے قبضہ کو قانون تسلیم نہیں کرتا ہے۔

مویشیوں کے ریوڑ اور بھیڑ بکریوں کے گلوں پر قبضہ حاصل ہے اور نیز اس اضافے پر جو بذریعہ
تولید وغیرہ ان ریوڑوں اور گلوں میں ہونے والا ہے قبضہ ہے حالانکہ میں اس اضافہ
سے نا واقف ہوں۔ اسی طرح اگر کوئی خط مجھکو وصول ہو تو اس کے پہنچتے ہی جو شے کہ
اس میں ملفوف ہے اس کو اپنے قبضے میں رکھنے کی میری نیت ہوتی ہے (یعنی اس طرح کا
میرا قبضہ مالکانہ اور شے ملفوفہ میری ملک ہے) اور جب میں اس خط کو کھولکر دیکھتا ہوں
تو ایک چک برامد ہوتی ہے[۵۱] لیکن اس پر پہلے سے مجھے قبضہ حاصل نہیں ہوتا۔ مگر
برخلاف اس کے اگر میں ایک خانہ دار میز خریدوں اور میرا ظن غالب ہو کہ اس میز میں
کوئی شے نہیں رکھی ہوئی ہے اور اس کے خانے خالی ہیں لیکن ایک چور خانے میں سے
کچھ روپے برآمد ہوں تو جب تک میں ان روپیوں کو نہ پالوں وہ میرے قبضے میں نہیں
سمجھے جاتے کیونکہ روپیوں کے دیکھنے اور پانے کے پہلے ان کے متعلق میری کسی قسم کی نیت
عام یا خاص نہیں تھی[۵۲]۔

فصل ۹۲ جسم قبضہ

قبضے کے وجود پذیر ہونے کے لئے محض مالک بننے کی نیت کافی نہیں ہے
بلکہ اس نیت کا کسی جسم یعنی شے مقبوضہ کے ذریعے سے اظہار کیا جانا بھی ضرور ہے۔ قابض
کے ادعا کا موثر طور سے بذریعۂ واقعات ظاہر ہونا لازم ہے یعنی اس کے تصرف کا
نفس الامر میں مسلسل اظہار ہونا چاہیئے۔ قابض کی مرضی اُسی وقت موثر سمجھی جاتی ہے جب کہ
فی الواقع شے مقبوضہ کو وہ بطور اپنی ملک کے کام میں لاتا ہے اور ایسا ہی قبضے کے متعلق
حالت جسمانی یعنی تصرف واقعی اس وقت موثر ہوسکتی ہے جب کہ اس میں نیت اور مرضی
کا بھی لگاؤ ہوتا ہے۔ بہرحال قبضے کے وجود پذیر ہونے کے لئے قابض کے قبضہ
پانے کی نیت نیز اس کے ساتھ اس کے حقیقی تصرف کا ہونا لازم ہے اور اگر ایسی نیت
کا کہ شے مقبوضہ کو بطور اپنی ملک کے کام میں لانا موثر اور واقعی طور پر اظہار ہو جائے

---

۵۱ بادشاہ (انگلستان) بنام مک لوکراؤن کیسز (فیصلہ جات فوجداری) مرتبہ موڈی صاحب جلد ا صفحہ ۱۲۰
۵۲ میرای بنام گرین (رپورٹ مرتبہ) می سن اور ویلزلی صاحبان جلد ۷ صفحہ ۶۲۳۔

تو اسی حالت کا نام قبضہ ہے۔

قبضے کے متعلق جو قیاس اور نظریہ ہے اور جو دشواریاں اس سے ملحق ہیں ان میں سب سے زیادہ دشوار یہ امر ہے کہ کس حالت اور کیفیت پر صحیح اور واقعی تصرف کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ ہماری رائے میں اس استفسار کا صحیح جواب یہ ہے کہ اگر شے مقبوضہ سے دست اندازی غیر کو قابض روک سکتا ہے اور اس امر کے باور کرنے کے معقول وجوہ ہوں کہ زمانۂ آئندہ میں بھی غیروں کی مداخلت اور دست بُرد سے قابض اس کو محفوظ رکھ سکتا ہے تو سمجھنا چاہیے کہ اس کا تصرف موثر اور واقعی ہے بہر حال اسی ایک صورت میں قابض کے قبضہ پانے کی نیت کا فی الواقع اظہار ہو سکتا ہے اور صرف اسی حالت کو تصرف مالکانہ از روئے واقعہ کہہ سکتے ہیں اور یہی وہ حالت ہے جس میں غیروں کو شے مقبوضہ پر دست اندازی کرنے کا موقع نہیں مل سکتا۔ تصرف کا وجود دو چیزوں پر منحصر ہے۔

(۱) نسبت جو قابض اور دوسرے اشخاص کے درمیان پیدا ہوتی ہے اور

(۲) نسبت جو قابض اور شے مقبوضہ میں قائم ہوتی ہے۔

جسم قبضہ کے ان دو عنصروں کے متعلق جداگانہ طور پر بحث کرنا مناسب ہے۔

فصل ۹۹ نسبت مابین قابض و دیگر اشخاص

ایک شخص کا قبضہ دوسرے اشخاص کے مقابلے میں اس حالت میں سمجھا جاتا ہے جب کہ پہلے شخص کو بوجوہ معقول اس امر کا اطمینان ہو کہ غیر لوگ اُس کے تصرف اور تمتع میں دخل نہیں دیں گے۔

قابض کے لئے اُس کے تصرف کا غیروں کی دست بُرد اور مداخلت سے محفوظ اور مصئون رہنا لازم ہے۔ ملکیت از روئے واقعہ کے متعلق کسی نے کیا خوب معیار قرار دیا ہے[1] اگر ان لوگوں میں جو ان کی ملک میں دست اندازی کرنا چاہتے ہیں نسبت

---

[1] انگلستان کے قانون غیر موضوعہ کی رو سے قبضے کا بیان مصنفہ پالک اور رائیٹ صفحہ ۱۴۔

معکوس واقعہ ہو تو اس ملک کو حقیقی اور واقعی سمجھنا چاہیے"، یعنی کسی شخص کی ملک کے
متعلق جس قدر دوسرے اشخاص کو کم دست اندازی کرنے کا اور اس کے مالک کے
تصرف میں کم مداخلت کرنے کا موقع ملتا ہے اسی قدر وہ ملک حقیقی اور واقعی ہو سکتی
ہے۔ ملک اور شے مقبوضہ سے متمتع ہونے کی نسبت جو مالک اور قابض کو اطمینان
ہونا چاہیے اس کے مختلف مدارج ہیں۔ بعض صورتوں میں قابض کو اپنے تصرف میں
مداخلت نہ کئے جانے کے متعلق امید ہی امید ہوتی ہے اور بعض صورتوں میں اس کو یقین
ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ اطلاقاً اس کے تصرف و تمتع میں ہرگز دست اندازی نہیں
کریں گے۔ بہرحال اس اطمینان اور ضمانت تصرف کے جو درجے قائم کئے گئے
ہیں ان کے متعلق کسی معیار یا پیمانے کا قرار دینا مشکل ہے لہذا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ
قبضے کے لئے کس قسم کی اور کس درجے کی ضمانت اور اطمینان کی ضرورت ہے
اس کا صرف ایک جواب ہے وہ یہ کہ اطمینان اور ضمانت ایسی صحیح اور معقول ہونی چاہیے
جس سے مالک بننے کی نیت کا بخوبی اظہار ہوتا ہو۔ شے مقبوضہ اُس شے کو کہتے ہیں
جس کے قابض کو یہ اعتماد ہو کہ دوسرے اشخاص اس کے دعوے قبضہ کا لحاظ کر کے
اس شے میں دست اندازی نہیں کریں گے اور جہاں وہ چیز رکھی ہوئی ہے اُسی مقام پر
رکھے رہنے کا قابض کو بوجہ احسن اطمینان ہو۔ ذیل میں ان چند نہایت اہم امور کا
ذکر کیا جاتا ہے جن کے ذریعے سے قابض کو شے مقبوضہ کے محفوظ رہنے کے متعلق
اطمینان ہو سکتا ہے۔

سلہ پن ڈیکسن مرتبہ ڈیرن برگ جلد اول فصل ۱۶۹ میں لکھا ہے کہ "غیروں کی دست اندازی سے شے
مقبوضہ کا زمانۂ آئندہ میں محفوظ و مصئون رہنا شرط ضروری نہیں ہے اور نہ کامل حفاظت آئندہ
قبضے کے لئے معیار قرار دی جا سکتی ہے۔ اس حفاظت و ضمانت کے متعلق جو امر کہ ضروری ہے
وہ یہ ہے کہ معمولی اور موجودہ حالات کے نظر کرتے قابض کو اطمینان ہونا چاہیے کہ جس طرح حالت موجودہ
میں وہ اپنی مقبوضہ شے پر متصرف ہو سکتا ہے اسی طرح آئندہ بھی غیر لوگ اس کے تصرف کے متعلق
معترض نہ ہونگے اور مداخلت غیر کی نسبت بوجوہ معقول اس کو توقع کرنی چاہیے" اس جلد کی فصل
۷۰ لائق مطالعہ ہے۔ اس کے علاوہ اس مضمون کے متعلق پالک اور رائٹ کی کتاب مسمی "قبضہ" کا

۱۔ قابض کی قوت جسمانی ۔ اس میں شک نہیں کہ غیروں کی مداخلت سے چیز کے محفوظ رکھنے پر اور اس حفاظت کے ساتھ اس ضروری نیت کے موجود رہنے پر جس کا دو تین فصول میں ذکر کیا گیا ہے قبضے کی بنا ہے کیونکہ اس طرح کی حفاظت اور صیانت کے ذریعے سے قابض کو اپنے تصرف اور تمتع کے متعلق اطمینان ہو سکتا ہے ۔ مثلاً اگر میرے پاس کچھ روپے ہوں اور ان کو ایک کیسے میں رکھکر اس کیسے کو ایک ایسے محفوظ صندوق آہنی میں مقفل کروں جو چوروں اور نقب زنوں کی دست برد سے مال کو محفوظ رکھنے کی غرض سے بنایا گیا ہو تو یقیناً ان روپیوں پر میرا قبضہ متصور ہوگا ۔ ظاہر ہے کہ میرے اس طرح کے انتظام سے میں نے اپنے قبضہ رکھنے کی نیت کا اظہار کر دیا ہے اور کسی کی مجال نہیں ہے کہ میری رضامندی کے بغیر ان روپیوں کو ہاتھ تک لگا سکے ان کے علاوہ مجھکو ان پر تصرف کرنے کا کامل اختیار حاصل ہے قبضے کے اقسام میں اس طرح کا قبضہ جسکی بنا قابض کی قوت جسمانی ہے سب سے اعلیٰ اور اکمل خیال کیا جاتا ہے اور مصنفین نے اسی کو قبضے کے دیگر انواع کے لئے نمونہ قرار دے رکھا ہے بلکہ اکثر مصنفین کی رائے میں قبضے کی بھی ایک قسم حقیقی اور صحیح ہے باقی اقسام پر ان کے نزدیک قبضے کی تعریف صادق نہیں آسکتی چنانچہ ان لوگوں نے قبضے کی تعریف میں لکھا ہے کہ انسان کی اس نیت اور ارادے میں کہ وہ دوسرے اشخاص کو کسی شے مادی کے تصرف میں دست اندازی نہیں کرنے دے گا جب اس کا اختیار جسمانی شامل ہوتا ہے تو قبضے کی بنا ہوتی ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ رائے بالکل صحیح اور مکمل نہیں ہے بلکہ جن مصنفین کا قبضے کے متعلق یہ تصور رہے اس سے ان کی تنگ خیالی کا ایک گونہ اظہار ہوتا ہے اور آئندہ چل کر ہم ان وجوہ کو بیان کریں گے جن سے یہ رائے باطل ہوتی ہے ۔

۲ ۔ قابض کی شخصیت اور موجودگی ۔ شئے مقبوضہ کی حفاظت اور صیانت کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ صفحہ ۱۳ قابل دید ہے چنانچہ اس میں عملی نقطۂ نظر سے ایک کلیہ بتایا گیا ہے کہ "اگر غیروں کی مداخلت اور دست اندازی کو قابض اپنے تمتع اور تصرف سے روک سکتا ہے تو اس کے قبضے کو قبضہ مؤثر سمجھنا چاہیے"

ایک ماخذ قابض کا اپنی ذات سے اس شے کے پاس موجود رہنا ہے لیکن اس ماخذ حیاننت اور اس ذریعہ حفاظت میں فرق ہے جس کا ابھی اس کے پہلے ذکر آچکا ہے۔ اکثر صورتوں میں حیاننت شے مقبوضہ کے ان ذریعوں میں بظاہر اختلاف نہیں پایا جاتا اور دونوں سے ایک ہی حالت مترشح ہوتی ہے لیکن ان دونوں ماخذوں کا ہمیشہ ایک ہونا ضرور نہیں ہے۔ چنانچہ میں اپنی مقبوضہ چیز کے نزدیک نہ رہنے کے باوجود دوسروں کو قوت جسمانی کی بدولت جو مجھکو چٹخنیوں (کھٹکوں) سلاخوں اور پتھر کی دیواروں کے ذریعے سے حاصل ہوسکتی ہے غیروں کی مداخلت کو روک سکتا ہوں اور اس کے برخلاف قابض اپنے میں دوسروں کو شے مقبوضہ سے خارج کرنے کی حقیقی قوت اور اختیار نہ رکھنے کے بعیز اپنی ذات سے اس چیز کے پاس موجود رہ سکتا ہے مثلاً اگر ایک طفل اپنی مٹھی میں کچھ روپے بند کرے تو ظاہر ہے کہ وہ اُن روپیوں پر اپنا قبضہ رکھتا ہے حالانکہ وہ اپنی قوت جسمانی سے کسی مسن شخص کے حملے سے ان کو نہیں بچا سکتا۔ اسی طرح مرنے والا بھی اپنی شخصیت اور موجودگی سے شے پر قبضہ رکھ سکتا ہے حالانکہ اس کی قوت جسمانی سلب ہوجاتی ہے۔ علیٰ ہذالقیاس کسان اپنے کھیت سے دوسروں کی مداخلت بیجا کو اپنی موجودگی اور حضوری سے نہ کہ قوت جسمانی سے روکتا ہے اور اس کا اس کے کھیت پر حاضر اور موجود رہنا دوسروں کو اس کے حقوق میں دست اندازی کرنے سے مانع ہوتا ہے۔ چونکہ ایک انسان دوسرے انسان کی موجودگی اور شخصیت کا لحاظ کرتا ہے اس لئے جن چیزوں کو وہ اپنی بتلاتا ہے اور جن کی وہ اپنی ذات سے حفاظت کرتا ہے لوگوں کو ان چیزوں کا بھی لحاظ کرنا پڑتا ہے۔

۳۔ پوشیدگی حقیقی اور واقعی حفاظت کا ایک تیسرا ذریعہ پوشیدگی اور اخفا ہے۔ انسان کا قاعدہ ہے کہ چھپا دینے سے وہ اپنی چیز کی حفاظت کرتا ہے اور چیز کے مخفی رکھنے سے اس کو اس سے متمتع ہونے کا اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ جس طرح ایک قوی اور مسلح شخص اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے مال کو کھلا رکھکر مطمئن ہوسکتا ہے اسی طرح ایک کمزور اور بے ہتھیار آدمی کو اس کی چیز کے پوشیدہ اور مخفی رہنے سے اس کے قبضے کے متعلق اطمینان ہوسکتا ہے۔

۴۔ رواج۔ انسان رسم و رواج کا دلدادہ ہے۔ رواجاً جو بات مقرر ہ

ہو جاتی ہے آدمی نہایت خوشی سے اس پر عمل کرنے کا خوگر ہے چنانچہ اس بنا پر شے کی حفاظت اور قبضہ واقعی کا ایک نہایت اہم ماخذ رواج ہے۔ مثلاً اگر میں نے سال گذشتہ ایک کھیت میں بذریعہ ناگر مارنے اور قلبہ رانی زمین درست کرکے تخم ریزی کی اور اس کی پیداوار یا فصل کو درو کیا تھا اور ایسا ہی سال پیوستہ بھی میں نے اس کھیت میں یہی عمل کیا تھا تو مجھے بشرطیکہ کوئی امر اس کے مانع اور مخالف نہ ہو اس سال بھی اس کھیت میں اس طرح زراعت کرنے اور پیداوار کے حاصل کرنے کی بوجہ معقول توقع ہوسکتی ہے اور اس کھیت پر میرا قبضہ سمجھا جائے گا۔

۵۔ جائز دعوے کا لحاظ کیا جانا۔ قبضے کو حق سے نہیں بلکہ حقیقت اور واقعہ سے تعلق ہے اور واقعات کی بنا پر ہی کسی شخص کے ادعاے قبضے کا جائز اور ناجائز ہونا ثابت ہوسکتا ہے اس پر بھی جواز ایک ایسی شرط اور حالت ہے جو حصول قبضہ میں ایک نہایت اہم عنصر خیال کیا جاتا ہے اور لوگوں کا یہ باور کرلینا کہ فلاں شخص کو فلاں شے پر جائز قبضہ حاصل ہے اس کے قبضے کے لئے ایک قسم کی سند متصور ہوتا ہے۔ لوگوں کا قاعدہ ہے کہ وہ کسی شخص کے جائز ادعائے قبضہ کو بہت جلد مان لیتے ہیں اور شے مقبوضہ کی حفاظت واقعی کے لئے لوگوں کا اس طرح سے باور کرنا ایک نہایت ضروری امر ہے۔ اس کے برخلاف قابض ناجائز کو اس کی مقبوضہ شے کی حفاظت کے متعلق اپنے ابنائے جنس سے رعایا اور رہم وطنوں سے جو بالطبع پابند قانون ہیں کسی قسم کی مدد نہیں مل سکتی تاوقتیکہ وہ اپنے ادعائے قبضہ کو ثابت نہ کرے چنانچہ مالک کو اپنی ملک پر قبضہ رکھنے میں چنداں دشواری نہیں پیش آتی لیکن چور کے دل سے پوچھنا چاہیے کہ اس کو اپنی لوٹ کی حفاظت کرنے میں کیسی کیسی مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں[۱]۔ محفوظیت کی جو دو قسمیں واقعی اور بالاستحقاق یا محفوظیت از روئے واقعہ اور محفوظیت از روئے استحقاق بتلائی گئی ہیں بعض وقت ان میں فرق کرنا مشکل ہے۔ قبضے سے ملکیت پیدا ہوتی ہے اور ملکیت سے قبضہ حاصل ہوتا ہے۔ ان دونوں میں ایک شے کا دوسرے سے متخرج ہونیکا میلان ہے۔

---

[۱] پالک اور رائٹ "قبضہ"، صفحہ ۱۔ "حقیت کی شہرت کا قبضہ تابع ہے" یعنی جب شخص کی جس کسی شے پر حقیت قائم ہوکر شہرت ہوجائے لوگ اس شے پر اس حقیت رکھنے والے کا قبضہ سمجھنے لگتے ہیں۔

۶ - مالک ہونے کی نیت کا اظہار - چیز کو دوسروں کی مداخلت سے فی الواقع محفوظ رکھنے کے لئے شخص کو اپنے قبضے کا علی الاعلان ادعا کرنا لازم ہے۔ یہ صحیح ہے کہ قبضے کے قیام کے لئے محض نیت سے کام نہیں چلتا بلکہ قبضے کے حاصل ہوجانے سے قبضہ قائم ہوتا ہے پھر بھی ایسے قبضہ کے متعلق جس میں قابض اپنے مالک ہونے کی نیت کا بالاعلان اظہار کرتا ہے لوگ اس کو بلا تعرض تسلیم کرتے ہیں اور اس میں مداخلت کرنے کی عوام کو جرات نہیں ہوتی اور اس کے برخلاف اس قبضے میں جس میں قابض اپنی نیت ملکیت کو علانیہ ظاہر نہیں کرتا دوسروں کی جانب سے بہت جلد مداخلت ہوتی ہے چنانچہ اس اصول پر قبضے کے متعلق دخل حوالگی تصرف اور تمتع کی اہمیت قرار دی گئی ہے[1]

۷ - حفاظت (قبضہ) جو دوسرے اشیا کے قبضے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے - اگر چند چیزیں ایک دوسرے سے متصل اور ملحق یا ایک دوسرے کی زمین میں واقع ہوں اور اگر ان میں سے ایک شے پر کسی شخص کو قبضہ حاصل ہوجائے تو پہلی شے کے قبضے کا اثر بڑھکر دوسری شے پر چھا جاتا ہے اور دوسری شے بھی اسی شخص کی مقبوضہ خیال کی جاتی ہے۔ زمین کے قبضے سے قابض کے قبضے میں وہ تمام اشیا اور جائداد منقولہ داخل ہوجاتی ہیں جو اس زمین سے ملحق یا اس پر واقع ہوتی ہیں۔ ایسا ہی کسی مکان کے قبضے سے جو مال یا جائداد منقولہ اس مکان میں ہے اس پر قابض مکان کا قبضہ سمجھا جاتا ہے۔ صندوق یا پیکیٹ ظرف کے قبضے سے محفوظ مظروف یا ان اشیا کا قبضہ حاصل ہوتا ہے جو اس میں رکھی ہوئی ہیں۔ لیکن ہر ایک شکل میں اس مثال پر عمل نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے اطلاق کا محل اور موقع ہے - مثلاً اگر ایک شخص میری عدم موجودگی میں اینٹوں کا ایک بوجھ میری زمین پر لا کر اُتار دے تو اس طرح کی حوالگی میرے قبضے کے لئے بخوبی کافی ہو سکتی ہے لیکن اسی طرح

---

[1] اہرنگ کا قول ہے کہ قبضے کا اعلان اور اظہار اس کے لئے دلیل ہے اور قیام قبضے کے لئے جن امور کی ضرورت ہے ان سب میں یہی ایک امر اہم ہے دیکھو صفحہ ۹۰ کتاب کا جس کا نام (Grund des Besitzesschintzes) ہے -

ے اگر کوئی شخص میرے مکان کے دروازے کے زینے پر بنک کے نوٹوں کا ایک پلندا لا کر ڈال دے تو اس سے مجھے ان نوٹوں کا قبضہ نہیں مل سکتا اور نہ اس کا اس طرح نوٹوں کا ڈال دینا حوالگی قبضہ کی دلیل ہو سکتا ہے۔ پہلی شکل میں شے جو مجھکو حوالہ کی جاتی ہے اس کی حالت محفوظ ہے اور اس کا قبضہ ایک صحیح اور اطمینان بخش طریقے سے میرے حوالے کیا جاتا ہے لیکن دوسری شکل میں حوالگی قبضے کا طریقہ غیر مقبول اور غیر محفوظ ہے۔

ہر چند بعض ججوں کی شخصی رائیں ذیل کے مقولے کے خلاف ہیں لیکن قانون اور حقیقت دونوں کی رو سے ہر ایک صورت میں زمین کے قبضے سے قابض کا ان تمام اشیا یا جائداد منقولہ پر جو اس مقبوضہ زمین کے اوپر یا اس سے ملحق ہیں قبضہ ہونا اور ایسا ہی اس شخص کا قبضہ جو کسی ظرف جیسا کہ صندوق تھیلی اور میز خانہ دار پر قابض ہوتا ہے اس کے مظروف پر ہونا لازم نہیں آتا۔ ایک شے پر قبضہ پانے سے دوسری شے پر جو اس سے متعلق و ملحق ہے قبضے کا ملنا ہر ایک مقدمے کے حالات پر منحصر ہے۔ اگر اپنی زمین پر میں کسی مویشی کو چرتا ہوا یا کسی مال کو پڑا ہوا پاؤں تو جبتک اس پر قبضہ کرنے کی میری نیت نہ ہو اور جبتک میں اس کو اپنے تصرف میں نہ لے آؤں اس مال اور مویشی پر میرا قبضہ نہیں ہو سکتا۔ بعض صورتوں میں نیت قبضہ موجود نہیں رہتی ہے مثلاً میرے ہمسایہ کی بکریوں کا خواہ اس کا مجھے علم ہو کہ نہ ہو بھٹک کر چرنے کی غرض سے میرے کھیت میں چلے آنا اور بعض صورتوں میں نیت تو موجود نہیں رہتی بلکہ قابض صرف تصرف کر سکتا ہے اور قبضے کے لئے یہ ایک عنصر مکتفی نہیں ہو سکتا مثلاً اگر میرے باغ میں میرا ایک جواہر میرے ہاتھ سے گم ہو جائے اور تلاش کرنے سے نہ ملے تو اس میں شک نہیں کہ اس کے متعلق میری نیت قبضہ تو باقی رہتی ہے مگر اس گم شدہ جواہر پر میرا تصرف باقی نہیں رہتا۔ بعض شکلوں میں تصرف اور نیت دونوں کی دونوں مفقود رہتی ہیں مثلاً میرے علاقہ کی زمین میں ایک ٹھلیا مدفون ہو اور مجھکو اس کا علم نہ ہو۔ یہی کیفیت جائداد منقولہ کے قبضے کی ہے۔ ظروف پر قبضہ پانے سے مظروف کا قبضہ ملنا لازم و ضرور نہیں ہے جیسا کہ اس کے پہلے کسی ایک فقرے میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر میں ایک خانہ دار میز خرید لوں اور اس کے کسی چور خانے سے روپے برآمد ہوں تو جب تک میں ان روپیوں کو نہ پالوں ان پر میرا قبضہ نہیں متصور ہو سکتا کیونکہ میز خریدنے کے پہلے اور اس کے بعد بھی جب تک کہ مجھے اس کے چور خانہ اور روپیوں کا پتہ نہیں چلا تھا میری نیت اس چیز پر قبضہ کرنے کی نہیں تھی

جو اس میں سے برآمد ہوئی ہے بلکہ میری نیت محض اس خالی میز پر قبضہ کرنے کی تھی۔

ظرف پر قبضہ پانے سے مظروف کے قبضے کے ملنے کا ضروری نہ ہونا قانون اور حقیقت دونوں سے ثابت ہے اور ذیل میں جن مقدمات کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے اس سے اس مقولہ کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔

بریجیز بنام ہاکس ورتھ[1] کے مقدمے میں جس میں کہ مدعی نے جو مدعیٰ علیہ کا گاہک تھا مدعیٰ علیہ کی دکان میں بنک کے نوٹوں کا ایک پلندا زمین پر پڑا ہوا پا کر اٹھا لیا تھا عدالت سے تجویز ہوئی کہ مدعی کے حق کو مدعیٰ علیہ کے حق پر ترجیح ہے اسلئے کہ پہلے شخص نے سب سے پہلے ان نوٹوں پر قبضہ کر لیا تھا اس کے علاوہ مدعیٰ علیہ کی نیت ان نوٹوں پر قبضہ کرنے کی نہیں تھی کیونکہ اس کو ان کا علم ہی نہ تھا اور یہ علم اس کو مدعی کے قبضے کے بعد ہوا اور نیت قبضہ کے بغیر کسی شخص کا قبضہ جائز نہیں ہو سکتا۔

بمقدمہ بادشاہ (انگلستان) بنام مور[2] ملزم کی دکان میں غلطی سے کسی شخص کا ایک بنک نوٹ گر گیا تھا لیکن جب ملزم کی نظر اس پر پڑی تو اس نے اسکو اٹھا لیا اور اپنے مصرف میں لایا اور وہ اس امر کو بخوبی جانتا تھا کہ دریافت کرنے سے اس کے مالک کا پتہ مل سکتا ہے یہ بات جان کر بھی مالک کو نوٹ واپس کرنے کے عوض خود ملزم اس سے متمتع ہوا لہٰذا پایا کہ ملزم پر جو سرقے کا الزام لگایا گیا ہے وہ درست ہے۔ اس تجویز سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ نوٹوں کے پانیکے بعد ملزم نے ان پر قبضہ کیا تھا۔

بمقدمہ میری بنام گرین[3] مدعی نے لکھنے کی ایک میز نیلام میں خریدی اور خریدنے کے بعد اس کے ایک چور خانے سے کچھ رقم برآمد ہوئی جو بائع کی تھی لیکن مدعی ان روپیوں کو اپنے تصرف میں لایا۔ تجویز ہوئی کہ تصرف میں لانے کی وجہ سے مدعی سرقے کا مرتکب ہوا کیونکہ میز تو اس نے نیک نیتی سے خریدی لیکن قبضہ اس وقت اس نے روپیوں پر کیا جب کہ اس کی نیک نیتی بد نیتی سے بدل گئی تھی۔

---

[1] لا جرنل کوئنز بنچ جلد ۲۱ صفحہ ۷۵۔
[2] ایل۔ اینڈ سی۔ آئی
[3] میسن اور ویلزلی جلد ۷ صفحہ ۶۲۳۔

کارٹ رائٹ بنام گرین[1] کے مقدمہ میں بغرض درستی و مرمت ایک لکھنے کی میز ایک نجار کے حوالے کی گئی تھی اور جب اسکے ایک چور خانے سے کچھ روپے نجار کے ہاتھ لگے تو اس نے ان پر تصرف کرلیا۔ تجویز ہوی کہ مجرمانہ طریقے سے ان روپیوں پر قبضہ کرنے کی وجہ سے نجار سرقے کا مرتکب ہوا۔

اسکے برعکس ظرف کے قبضے سے مظروف کا قبضہ بھی حاصل ہو سکتا ہے حالانکہ قابض ظروف کے متعلق کسی قسم کا علم تک نہ رکھتا ہو بظاہر یہ مقولہ اس اصول کے خلاف معلوم ہوتا ہے جو اوپر کے دو مقدموں میں جن میں کہ لکھنے کی دو میزوں کے چور خانوں میں رقم محفوظ کی گئی تھی طے پایا ہے لیکن غور کرنے سے اصول طے شدہ میں اور اس مقولے میں چنداں مغائرت نہیں ہے بلکہ مقولا اس اصول پر مبنی ہے کہ ظرف کے حاصل کرنے کے وقت اسکے مالک کی نیت قبضہ عام ہوتی ہے یعنی ظرف کے علاوہ جو اشیا اس ظرف میں ہیں ان سب پر مالک قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ جو شخص کسی غیر کے روپیوں کی تھیلی چرا لیتا ہے وہ ان روپیوں کا بھی سرقہ کرتا ہے جو اس تھیلی میں ہیں حالانکہ تھیلی پر قبضہ کرنے کے وقت یا اسکے پہلے سارق کو تھیلی میں روپیوں کے رہنے یا نہ رہنے کا علم نہیں ہوتا۔

چنانچہ بادشاہ (انگلستان) بنام مک[2] کو کے مقدمے میں غلطی سے ایک خط بنک نے ملزم کے نام روانہ کیا جس میں بنک کا ایک حکمنامہ زر (چک) ملفوف تھا اور اتفاق سے ملزم کا نام بھی اس شخص کے نام کے مشابہ تھا جس کو بنک اصل میں وہ چک ارسال کرنا چاہتا تھا۔ ہر چند ملزم کا خط کو لینا اور اس کو کھولنا نیک نیتی پر مبنی تھا لیکن خط کھولنے کے بعد جب اس کو اس امر کا علم ہوا کہ وہ خط فی الحقیقت اس کے لئے نہیں روانہ کیا گیا تھا بلکہ صحیح مکتوب الیہ کوئی دوسرا شخص تھا اس پر بھی جب ملزم نے اس حکمنامہ پر تصرف کرلیا تو طے پایا کہ اس پر سرقے کا الزام نہیں عائد کیا جا سکتا کیونکہ جب خط پر قبضہ کرنا ملزم کا جائز تھا اور اسکی نیت نیک تھی تو اس جائز قبضے کی بدولت اس خط کے ملفوف پر بھی ملزم کو جائز قبضہ حاصل ہوا اور بعد ازاں ملزم نے شے ملفوفہ سے جو اس کو جائز طور پر مل چکی تھی بدنیتی کی اسکا سرقے میں شمار نہیں ہو سکتا۔

بہر حال بعض نظائر سے ظاہر ہوتا ہے کہ قابض زمین کا قبضہ اس شے پر بھی سمجھا جاتا ہے

---

[1] وی ای زی جلد ۲ صفحہ ۵ بہ روائز ڈ رپورٹس جلد ۷ صفحہ ۹۹۔

[2] موڈیز کروان کیسز (نظائر فوجداری مرتبۂ موڈی صاحب) جلد ۱ صفحہ ۱۶۰۔

جو اس زمین کے اندر یا اوپر ہے۔

بہ مقدمہ ایل وس بنام برگ گیس کمپنی[1] مدعی علیہ کمپنی نے کارخانہ گیس قائم کرنے کی غرض سے مدعی سے ایک قطعۂ زمین پٹہ پر لی اور جب تعمیر کارخانۂ مذکور کے لئے وہ زمین کھودی جا رہی تھی تو سطح سے ۶ فٹ اندر زمانہ قبل تاریخ کی ایک کشتی (سفینہ) مدفون پائی گئی جس کو مدعی علیہ نے لے لیا عدالت سے طے پایا کہ کشتی مذکور مالک زمین (مدعی) کی ملک ہے اور اسکو پٹہ دار مدعی علیہ جس نے اسکو پایا ہے اپنی ملک نہیں تصور کر سکتا چٹی جسٹس مدعی کی تائید میں لکھتا ہے کہ "چونکہ اس نے اس زمین کو جو کرایہ پر دی گئی ہے بر بنائے حق وراثت حاصل کیا اور جو جائز قبضہ اس کا اس زمین پر ہے اس سے مراد محض سطح زمین کا قبضہ نہیں بلکہ ہر ایک شے کا قبضہ ہے جو اس قطعہ کی سطح کے نیچے اور مرکز کرۂ ارض کے درمیان واقع ہو اور اس لئے کشتی پر اسی مالک زمین کا قبضہ سمجھا جائے گا۔ میری رائے میں کشتی کے وجود سے مدعی کے لاعلم رہنے سے نفس مسئلہ قبضہ میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔"

اسی طرح سوتھ اسٹیفرڈ شراب رساں کمپنی بنام شرمین[2] میں مدعی کمپنی نے اپنی زمین کے ایک کنٹہ کی صفائی اجرت پر مدعی علیہ کے تفویض کی تھی اور کنٹے کے صاف کرنے میں مدعی علیہ نے چند طلائی چھلے (یا انگوٹھیاں) تہ میں پڑی پائیں۔ عدالت سے تجویز ہوئی کہ چونکہ چھلوں کا قبضہ پہلے مدعی کمپنی کو حاصل تھا اسلئے ان کو پالینے سے مدعی کو ان پر کسی قسم کا حق حاصل نہیں ہوا۔

بہر حال ایسے مقدمات کی توجیہ کے جیساکہ اوپر کے دو مقدمے ہیں اور بھی اسباب ہیں لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ان مقدموں کا جس اصول پر تصفیہ کیا گیا ہے وہ نظریۂ قبضہ کے مغائر و منافی ہے یا ان میں اور ان نظائر میں جنکا اقتباس ان مقدموں کے پہلے پیش کیا گیا ہے اور جو بریجیز بنام ہاکس ورتھ کے مقدمہ کے مانند ہیں اختلاف ہے۔ قبضے کے متعلق ایک عام اصول ہے کہ جس کو جو شخص سب سے پہلے پالے وہ اسی کی ملک ہو جاتی ہے اور شخص یابندہ کو اس چیز کے صحیح اور اصلی مالک کے سوائے دوسرے ہر ایک شخص کے مقابلے میں اس شے پر حق حاصل

---

[1] چانسری ڈیویژن جلد ۳۳ صفحہ ۵۶۲۔

[2] (سنہ ۱۸۹۶ء) کوئنز بینچ ڈیویژن جلد ۲ صفحہ ۴۴۔

ہوتا ہے خواہ ایسی شے کسی دوسرے کے علاقہ یا جائداد میں ہی پڑی ہوئی کیوں نہ پائی جائے (آرمری بنام ڈیلامری[1] - بریجیز بنام ہاکس ورتھ) بریں ہمہ اس اصول کے متعلق چند اہم مستثنیات ہیں اور ہر ایک مقدمہ کے مخصوص حالات کے نظر کرتے شے یافتہ پر بہتر حق اس شخص کا متصور ہوتا ہے جس کے علاقہ یا جائداد پر وہ شے پڑی پائی جاتی ہے۔ ذیل میں اس قسم کے مخصوص مستثنیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ جب ایک شخص کی جائداد میں دوسرے کو کوئی شے پڑی ہوئی ملے تو دیکھا جائے گا کہ ان قابض جائداد اور یابندہ میں سے کس نے پہلے قبضہ کیا ہے۔ اگر شے یافتہ پر پہلے سے اسی شخص کا قبضہ ہو جو جائداد کا قابض ہے اور جس جائداد سے وہ برآمد ہوئی ہے تو ایسی صورت میں قابض جائداد کا شے یافتہ کی نسبت پہلے سے لاعلم رہنا اسکے قبضہ و ملکیت کا منافی نہیں ہو سکتا بعض حالات میں اس طرح کے واقعات کا پیش آنا بہت کچھ ممکن ہے۔ لہذا قابض جائداد کو اسکے حق مقدم کی بنا پر یافتہ شے پر بہتر حق حاصل ہوتا ہے مثلاً اگر میں اپنا ایک کوٹ فروخت کروں اور اسکی جیب میں ایک کیسۂ زر جس کو میں نے راستہ میں پڑا پایا تھا غلطی سے رہ جائے تو میں وثوق سے کہتا ہوں کہ خریدار کے مقابلے میں اس کیسۂ زر کے متعلق مجھکو زیادہ حق ہے اور اس کے پانے کے لئے مجھکو خریدار کوٹ پر ترجیح ملنی چاہیئے حالانکہ وہ نہ تو میری ملک ہے اور نہ خریدار ہی کی۔

۲۔ حق یابندہ کے متعلق دوسرا استثنیٰ یہ ہے کہ جو شخص بہ حیثیت ملازم یا گماشتہ کسی شے کو پاتا ہے وہ اس کو اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے مالک و آقا کے واسطے حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ اگر میں اپنا ایک مقفل صندوق کھلوانے کی غرض سے کسی نجار کے حوالے کروں تو اس میں سے جو شے نکلے اسے مجھکو پہنچانا اسکا فرض ہے۔ شارمین کے مقدمہ کی بھی اس سے بخوبی توجیہ ہو سکتی ہے۔ کنڈ کی تہہ میں جو انگوٹھیاں پائی گئیں اس میں شک نہیں کہ ان پر کمپنی کا حقیقی اور واقعی قبضہ تھا اور نہ از روئے قانون ہی ان پر اس کا قبضہ ہو سکتا تھا بلکہ ایسی حالت میں کمپنی کا قبضہ قانونی سمجھنا ایک مہمل بات ہے۔ بر ایں ہمہ شارمین نے سب سے پہلے ان پر قبضہ پایا تھا

[1] اسمتھس لیڈنگ کیسز (اسمتھ صاحب کے چوٹی کے مقدمات) طبع دہم جلد ا صفحہ ۳۴۳ اسٹرینج جلد ا صفحہ ۵۰۴۔

اس سے اس کو نہیں بلکہ اس کے اجرت دینے والے (اجیروں) کو ان اشیا پر حق پیدا ہوا تھا۔[1]

۴۔ اصول متذکرۂ بالا کے متعلق تیسرے مستثنیٰ کی شکل اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ یا بندہ مداخلت بیجا یا کسی دوسرے فعل ناجائز کا مرتکب ہو کر کسی شے کو پڑا پاتا ہے۔ اگر کسی شخص کو مداخلت بیجا کے ذریعہ سے میری زمین میں بعد تلاش دفینہ ہاتھ لگے تو اس کو میرے حوالہ کر دینا اس شخص کا فرض ہے اور اس حوالگی کی وجہ دفینہ پر میرا قبضہ اول نہیں ہے کیونکہ حقیقت حال اسکے برعکس ہے لیکن سلطنت یا بندہ کو اس کے فعل ناجائز سے فائدہ نہیں نہیں اٹھانے دیتی اور اس لئے وہ محروم کر دیا جا کر دفینہ مجھکو دلایا جاتا ہے۔ ایل ویس بنام پیرگ گیس کمپنی کے فیصلے کی یہی توجیہ ہے چنانچہ چیٹی جسٹس اپنی تجویز میں لکھتا ہے کہ کشتی زمین میں مدفون تھی اگر کوئی شخص مداخلت بیجا کے ذریعے سے اس زمین پر وارد ہوتا ہے تو اس کشتی پر ہرگز قبضہ نہ کر سکتا اور جب تک اس ملک موروثی کو غارت و برباد نہ کرتا اسکی اس کشتی تک رسائی نہ ہوتی۔ اس میں شک نہیں کہ زمین کے متعلق مدعا علیہ کمپنی کو جو پٹہ دیا گیا تھا اسکی رو سے جہانتک اس کی صحیح تعبیر ہو سکتی تھی پٹہ داروں کو زمین کھود کر مٹی لیجانے کا حق حاصل تھا لیکن مٹی کے سوائے کسی اور چیز کے لیجانے کی کمپنی مذکور مجاز نہ تھی بلکہ اختتام پٹہ پر زمین پٹہ کو اسی حالت میں مالک کو واپس کرنا ان کا فرض تھا جس حالت میں کہ زمین ان کے حوالے کی گئی تھی اور بجز خاص صورتوں کے شرائط مندرجۂ پٹہ کی خلاف ورزی کرنے کی انھیں اجازت نہ تھی

فصل ۳: نسبت مابین قابض و شے مقبوضہ

اس کے قبل جسم قبضہ (شے مقبوضہ) کا پہلا عنصر بیان کر دیا گیا ہے اور اس سے مراد یہی نسبت ہے جو قابض اور دوسرے اشخاص کے درمیان پائی جاتی ہے لیکن اس فصل میں ہم کو اس کا دوسرا عنصر بیان کرنا مقصود ہے اور یہ وہ نسبت ہے جو قابض اور شے مقبوضہ میں قائم ہوتی ہے۔ بنائے قبضہ کے لئے نیت ملکیت کا ان دونوں

---

[1] اس مقدمہ کا جو اصول فیصلہ قرار دیا گیا ہے اسکی تنقید کے متعلق کلارک اور لینڈ سیل کے قانون ٹارٹ کا ضمیمہ قابل مطالعہ ہے۔

نسبتوں یا تعلقات کے ذریعے سے اظہار کیا جانا لازم ہے۔ قابض کا شے مقبوضہ سے اس طرح تعلق ہونا چاہئے کہ اس شے کی حیثیت اور اپنے حق کی نوعیت کے لحاظ سے وہ اس پر متصرف ہوسکے اور ان دونوں کے درمیان کوئی ایسی شے حائل نہ ہونے پائے جس سے یہ تعلق یا نسبت منقطع ہو کر قابض کے حق یا ادعا کی نوعیت کو گزند پہنچے مثلاً اگر میں یہ مچھلیاں پکڑنا چاہوں تو جب تک وہ میرے جال میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان کانٹوں کے ذریعے سے پھنس نہ جائیں جن کو میں نے ان کے لئے پانی میں ڈال رکھا ہے ان پر میرا قبضہ نہیں ہوسکتا اور جب تک ایسی حالت نہ ہو ان مچھلیوں کے متعلق میری نیت ملکیت کا واقعات کے ذریعے سے یا فی الواقع اظہار نہیں ہوسکتا ہے۔ اسی طرح جب کسی شخص کو کسی شے پر ایک مرتبہ قبضہ حاصل ہو جاتا ہے تو اس شے پر اختیار استعمال باقی نہ رہنے سے قبضہ محصلہ بھی زائل ہو جاتا ہے چنانچہ اگر کسی شخص کا پرندہ پنجرے سے اڑ جائے یا کسی کا جواہر سمندر میں گر جائے تو اس پر سے مالک کا قبضہ اُٹھ جاتا ہے اور اس طرح کی شے بلا قابض سمجھی جاتی ہے۔ قابض اور شے مقبوضہ کے درمیان اتصال اور تعلق جسمانی کی ضرورت ہے ورنہ قابض کے پیش نظر مقبوضہ کا رہنا لازم ہے بلکہ ان دونوں کے درمیان جو نسبت ہے وہ مجازی نہیں بلکہ حقیقی ہے اور اس لئے فاصلہ کے واقع ہونے سے ان دونوں کی اس نسبت میں کوئی فرق نہیں آسکتا ہے چنانچہ میری زمین دنیا کے دوسری جانب واقع ہوسکتی ہے اور میں اس کا قابض متصور ہوسکتا ہوں کیونکہ میں اپنی رضا و رغبت سے اس زمین سے دور رہتا ہوں اور میں جب چاہتا ہوں اس تک پہنچ سکتا ہوں اس لئے میری عدم موجودگی سے میرے اختیار تصرف میں کسی قسم کا خلل نہیں واقع ہوسکتا ہے۔

شے کے تصرف میں تھوڑی سی دشواری کے پیش آنے یا تصرف یا تمتع کے متعلق پورا یقین و اطمینان نہ ہونے سے قابض کے قبضہ موجودہ پر کسی قسم کا اثر نہیں پڑسکتا اور نہ شے مقبوضہ اس کے قبضے سے خارج سمجھی جاسکتی ہے۔ فرض کرو میرے مویشی چراگاہ سے بھٹک کر غیر کے علاقے میں چلے جاتے ہیں لبظاہر ان پر میرا قبضہ باقی نہیں رہتا ہے لیکن اس امر کی امید قوی ہے کہ تلاش کرنے سے ان کا پتا مل سکتا ہے لہذا وہ میرے قبضے سے خارج نہیں سمجھے جاتے ہیں اسی طرح اگر میرا کتا میرے مکان سے چلا جائے تو

اس کے واپس آنے کی امید ہوسکتی ہے اور اسلئے اس پر میرا ہی قبضہ متصور ہوتا ہے۔ اگر میں اپنے مکان میں ایک کتاب کہیں رکھکر بھول جاؤں تو وہ میرے قبضے سے نکل نہیں سکتی اور اگرچہ میں اس کو فوراً پا نہیں سکتا ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ میرے مکان میں کسی ایک مقام پر ہوگی اور تلاش کرنے کی تھوڑی سی زحمت سے وہ کتاب مجکو مل سکتی ہے۔ ہر چند ان چیزوں کا صحیح مقام جن کا ان مثالوں میں ذکر کیا گیا ہے مجھے معلوم نہیں ہے اور نہ میں جب چاہوں ان پر قابو پا سکتا ہوں تاہم مجھکو ان پر تصرف کرنے کی معقول توقع ہے اور اس لئے وہ اشیا میری مقبوضہ اور میں ان کا قابض سمجھا جاتا ہوں۔ لیکن اس کے برعکس اگر میرا کوئی جنگلی پرندہ پنجرے سے اُڑ جائے یا میں کسی کتاب کو خواہ میرے مکان میں ہو کسی اور کے گھر میں رکھکر اس طرح بھول جاؤں کہ یاد کرنے سے خیال ہی نہ آسکے کہ میں نے اسے کہاں رکھا ہے ان صورتوں میں ان اشیا پر میرا قبضہ باقی نہیں رہتا اور جب قابض اور شے مقبوضہ میں اس طرح نسبت منقطع ہو جاتی ہے تو قابض اور دوسرے اشخاص میں اس شے کے متعلق جو نسبت تھی وہ بھی زائل ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب اصلی نسبت معدوم ہوتی ہے تو ضمنی نسبت کیونکر باقی رہ سکتی ہے مثلاً اگر میری جیب سے ایک شلنگ (انگلستان کا نقرئی سکہ) راستے میں گر جائے تو ان دونوں طرح سے میرا قبضہ اس پر باقی نہیں رہتا اور میں اس کے پانے کی بہت ہی کم توقع کر سکتا ہوں بلکہ اس امر کا ظن غالب ہے کہ وہ کسی راہرو کے ہاتھ لگ جائے اور وہ اس کو اپنے تصرف میں لے آئے۔

چودھواں باب

قبضہ (سلسلۂ مضمون سابقہ)

فصل ۱۰۱ قبضہ بالواسطہ اور بلا واسطہ

ایک شخص دوسرے کی جانب سے یا اس کے واسطے کسی شئے پر قبضہ رکھ سکتا ہے اور ایسی حالت میں دوسرے شخص کی نیابت سے پہلے شخص کا اس شئے پر قبضہ سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح جب ایک شخص کے توسط سے دوسرا شخص کسی شئے کا قابض ہو تو اس قبضے کو اصطلاحاً قبضۂ بالواسطہ یا قبضۂ بالنیابت کہتے ہیں اور برعکس اس کے اگر کسی شئے کو کوئی شخص راست اپنے قبضے میں رکھے اور اس کے اور اس شئے کے درمیان کسی دوسرے شخص کا واسطہ نہ ہو تو وہ قبضہ بلا واسطہ کہلاتا ہے۔ مثلاً میں اپنی ذات سے جاکر کسی کتاب کو خریدوں تو مجھے اس پر قبضہ بلا واسطہ حاصل ہوتا ہے اور اگر میں اپنے ملازم کو بھیجکر اس کے توسط سے اس کتاب کو مول لوں تو جو قبضہ مجھے اس پر حاصل ہوگا وہ قبضہ بالنیابت یا قبضہ بالواسطہ کہا جائے گا۔

قبضۂ بالنیابت کی تین قسمیں ہیں[1] پہلی قسم کا قبضہ ملازم یا کارندے کے ذریعے سے مالک کو حاصل ہوتا ہے یعنی ایک شخص بہ حیثیت نائب اور اپنی ذاتی غرض اور فائدہ کے بغیر دوسرے کے لئے کسی شئے کو اپنے قبضے میں رکھتا ہے اور اس شکل میں شئے مقبوضہ کا حقیقی قابض اس کا مالک اور منیب سمجھا جاتا ہے مثلاً اگر میرا ملازم اپنے کاروبار میں میرے

---

[1] سلطنت جرمنی کے مجموعۂ قوانین دیوانی میں قبضۂ بالنیابت کا نہایت وسیع پیمانہ پر شرح و بسط کے ساتھ بیان موجود ہے جس کی وجہ سے اس مجموعۂ قوانین کی ایک مخصوص شان اور عظمت ہوگئی ہے (مجموعۂ مذکور کے فصول از ۸۶۸ تا ۸۷۱ ملاحظہ طلب ہیں) ''اگر ایک شخص دوسرے کی جائداد کو اپنے قبضے میں رکھکر اس کی پیداوار یا منافع سے مستفید ہو یا ایک شخص دوسرے کی شئے کو گرد

آلات زراعت بخاری وغیرہ کو استعمال کرے یا میں اس کے ذریعے سے کسی چیز یا مال منقولہ کو خریدوں یا عاریتاً لوں یا اگر میں اپنا مال کسی محافظ گودام کے یہاں رکھاؤں یا اگر میں اپنے جوتے کسی کفش دوز (موچی) کے یہاں درستی کے لئے بھیجوں تو ان تمام اشیاء پر میرا ہی قبضہ متصور ہوگا۔ اگرچہ ان تمثیلات میں اشیاء مذکورہ کا قبضہ بلا واسطہ میرے ملازم محافظ گودام اور کفش دوز کو حاصل ہے لیکن ان اشیاء پر میرا ہی قبضہ بالواسطہ سمجھا جائیگا کیونکہ جو قبضہ کہ ان لوگوں کو ملا ہے وہ نیابتاً ہے اور میری نسبت مالکانہ کا حالات اور واقعات سے بخوبی اظہار ہو سکتا ہے۔

قبضہ بالنیابت کی دوسری نوع وہ ہے جس میں ایک غیر شخص اپنی جانب نیز مالک شئے کی جانب سے اس شئے پر راست قبضہ تو رکھتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ مالک کے اس اعلیٰ اور افضل حق کو بھی تسلیم کرتا ہے جس کی بنا پر مالک کو جب منظور ہو اس شئے کو وہ اس طرح کے شخص غیر سے راست اپنے قبضہ میں لا سکتا ہے یعنی کسی شئے کے مستعار یا کرایہ پر لینے یا ایسے اسامی یا کرایہ دار کو جائداد غیر منقولہ بمعاوضہ زر تحصیل یا کرایہ دینے کی صورت میں اس قسم کا قبضہ وقوع پذیر ہوتا ہے جس کی مدت قبضہ مالک جائداد کی مرضی پر منحصر رہتی ہے۔ اگر میں اپنی چیز کسی ایسے شخص کو مستعار دوں جو اس کے متعلق میری حقیت کو تسلیم کرتا ہو اور جب میں اس سے طلب کروں تو وہ اس کو مجھے واپس دینے پر آمادہ ہو اور جب تک میری شئے مستعار لینے والے کے پاس رہے تو وہ اس کا خبر گیر اور نگراں رہے تو ظاہر ہے کہ ایسی شکل میں اس شئے سے میرا قبضہ ہٹ نہیں سکتا۔ اس لئے جو شئے کہ نوکر کے تفویض کی جاتی ہے یا کسی امین یا محول کے حوالے کی جاتی ہے یا کسی شخص کو مستعار دی جاتی ہے ان سب کی ایک سی کیفیت ہے اور ان تینوں شخصوں کے قبضے میں کسی قسم کا فرق نہیں ہے۔ اگرچہ میری شئے ان تینوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں رہ سکتی ہے لیکن مجھے اس امر کا اطمینان کلی حاصل ہے کہ کوئی دوسرا غیر شخص مجھے اپنی شئے کے تمتع اور استفادے سے محروم نہیں کر سکتا جس طرح میرے قبضے میں رہنے سے میری شئے محفوظ و مصئون ہو سکتی ہے اسی طرح اس پر میرے ملازم وغیرہ کا قبضہ رہنے سے مجھے اطمینان ہو سکتا ہے اور دوسرے کے قابض ہوتے کے بعد بھی میری شئے پر اسی طرح میرا قبضہ سمجھا جاتا ہے جیسا کہ وہ میرے قبضے میں بلا واسطہ ہے[1]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ لینے والے یا اسامی یا عاریتاً لینے والے یا امانت محول دار یا اسی قسم کی کسی اور حیثیت سے ایک محدود اور معین مدت کے لئے اپنے پاس رکھے تو اس قسم کے غیر شخص کو اس شئے پر قبضہ بالواسطہ حاصل رہتا ہے۔ دیکھو کتاب مسمی (Das burgerliche Recht:) جلد ۳ فصل ۱۳ ـ مولفہ ڈرن برگ۔ ونڈشیڈ جلد اصفحات از ۷۶۹ تا ۷۰۱ ـ

[1] مقدمہ انکونا بنام راجرس (۱-ای ایکس-ڈی صفحہ ۲۹۲) عدالت اعلیٰ انگلستان کے فیصلہ میں

قبضہ بالنیابت کی پہلی دو قسمیں بیان کرنے کے بعد اس فقرے میں اب ہم اس کی ایک ایسی تیسری نوع کا ذکر کرتے ہیں جس کے ماننے میں اکثر لوگوں کو بظاہر شُبہ ہوتا ہے لیکن بنظر امعان دیکھا جائے تو قیاسی و نظریۂ صحیح کو اس نوع کو ایک قسم کا صحیح اور جائز قبضہ تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا۔ قبضے کی یہ شکل ان حالات میں پیدا ہوتی ہے جبکہ کسی اشئے کے قبضہ بلا واسطہ کا ایک شخص مدعی ہو اور وہ اس کو حاصل ہو جائے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اس شئے کا ایک دوسرے شخص کو مالک سمجھتا ہو اور جب اس کا عارضی دعوی ختم ہو جائے تو وہ اس کو اصلی مالک کو واپس کرنے کے لئے آمادہ رہے۔ مثلاً میں اپنی ایک شئے کسی شخص کو مدت معینہ کے لئے مستعار دوں یا اس کو گرو رکھوں اگر قرض لوں اور ادائی قرضہ تک وہ شئے گرو گیرندہ کے یہاں رہے۔ تو ان صورتوں میں بھی بمقابل اشخاص ثالث ان اشیاء پر میرا ہی قبضہ متصور ہو گا۔ کیونکہ نیت قبضہ اور تصرف ایسی حالت میں بھی مجھ ہی کو حاصل ہے۔ نیت کی موجودگی اس وجہ سے سمجھی جائے گی کہ شخص غیر کے عارضی حق قبضہ کے سوائے میرا دعا کہ بجز میرے اس سے کوئی بشر شخص مستفید نہیں ہو سکتا مفقود نہیں ہوا ہے اور تصرف کا وجود اس لئے ہے کہ محول یا گرو گیرندہ کے توسط سے جو اس کو میرے لئے محفوظ رکھتا ہے میں دوسرے تمام اشخاص کو فی الحقیقت اس سے علحدہ کرتا ہوں اور اس طرح اس شئے سے متمتع ہونے کا مجھے اطمینان کامل حاصل ہے۔ بہ لحاظ نیت مالکانہ کار ندے اور ایسے محول میں جس کی مدت تحویل

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ درج ہے کہ "اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہو سکتی کہ جس شخص نے اپنا سامان کسی امین کے سپرد کیا ہے اس غرض سے کہ وہ اس کی طرف سے اس کو امانتاً رکھے اس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ سامان مذکور کو اپنے قبضہ میں تصور کرے اور جو شخص ناجائز طور سے اس میں دست انداز ہو اس کے مقابلہ میں مداخلت بیجا کا دعویٰ کرے۔ مگر بعد بحث یہ قرار پایا کہ یہ سامان کا محض قانونی یا تعبیری قبضہ ہو گا۔ . . . . . ہمکو اس دلیل سے اتفاق نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک جو سامان امین کو اس غرض سے حوالہ کیا جائے کہ وہ امانت دہندہ کی طرف سے اس کی حفاظت کرے مثلاً کسی شخص کے چاندی سونے کے ظروف اسکے مہاجن کے پاس یا اسکا فرنیچر کسی گودام میں تو سامان مذکور عام اور غیر قانونی مفہوم میں امانت دہندہ ہی کے قبضہ میں متصور ہو گا"

حوالہ کرنے والے کی مرضی پر منحصر ہو اور اس محول میں جس کی مدت تحویل معین ہو نیز اس قرضخواہ میں جس کے یہاں مال گرو رکھا جاتا ہے کسی قسم کا فرق نہیں ہے اور ان تمام اشکال میں دوسرے کے قبضۂ بالواسطہ سے مالک شے مستفید ہوتا ہے اور اگرچہ غیر شخص غیر شے پر قابض رہتا ہے لیکن وہ اس چیز کی اس کے مالک کے واسطے حفاظت کرتا ہے۔ لیکن اگر میں اپنی کتاب جلد بندھنے کے لئے جلدساز کے حوالے کروں تو کیا میرے قبضے کا جاری رہنا اس امر پر منحصر ہوگا کہ آیا جلدساز کو اپنی قیمت پانے کے لئے حق کفالت (کتاب کو روک رکھنے کا حق) حاصل ہے کہ نہیں ؟ اسی طرح اگر میرا ایک دوست مجھ سے کوئی کتاب عاریتاً لے جائے تو کیا میرا قبضہ اس امر کا محتاج ہوگا کہ میرا رفیق میرے مانگنے پر اس کتاب کو واپس کرتا ہے کہ اس کو کل تک وہ اپنے پاس رکھ سکتا ہے ؟ ان سوالات کا جواب یہ ہے کہ اس طرح کے احتمالات اور موشگافیاں مسئلۂ قبضہ سے غیر متعلق ہیں اور ان دونوں مثالوں میں اشخاص ثالث کے مقابلہ میں میرے قبضے پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا۔

جس قدر مثالیں فقرات بالا میں قبضہ بالنیابت کے متعلق بیان کی گئی ہیں اسکی آزمائش قانون متعلق قدامت کے ذریعے سے بخوبی ہو سکتی ہے اگر حقیقت میں قبضہ بالواسطہ ہے۔ تو اس پر قانون قدامت کا ضرور اثر پڑ سکتا ہے اگرچہ حق قدیم کی بنا ہمیشہ طولانی اور مسلسل قبضے پر ہوا کرتی ہے لیکن جو شخص اس طرح کسی شے کی ملکیت حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو اس شے پر قبضہ بلاواسطہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے وہ اپنی زمین کا پٹہ چند سال کے واسطے کسی اسامی کو دے سکتا ہے اور اس کے قابض نہ رہنے کے باوجود اس کے قبضے کو قدیم بنانے کے لئے مدت کا شمار پٹہ دینے والے ہی کے حق میں کیا جاتا ہے۔ اگر پٹہ دینے والا بربنائے قدامت اس زمین پر راستہ چلنے کا حق حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے اسامی پٹہ دار کی آمد و رفت جو اس زمین پر ہوتی ہے پٹہ دینے والے کی آمد و رفت شمار ہوگی[1] غرض قانون قدامت کے لئے جس قدر قبضہ بالواسطہ کی قسمیں ہیں وہ اسیطرح مفید اور موثر ہیں جسطرح اس کام کیلئے قبضہ بلاواسطہ کے انواع مفید اور موثر ہو سکتے ہیں ہیگ بنام ویسٹ

[1] (۱۸۹۳ء) کوئنز بنچ جلد ۲ صفحہ ۳۰ و ۳۱۔

کے مقدمہ میں لارڈ جسٹس لینڈلے نے تحریر فرمایا ہے کہ ویسٹری (مجلس انتظامی کلیسا) نے ان گلیوں اور پیدل کے راستوں سے جو پیرش (علاقہ کلیسا) میں واقع ہیں اپنے اسامیوں کے ذریعے سے تمتع حاصل کیا ہے۔۔۔۔۔۔ ہماری رائے میں قانون میعاد سماعت کے زیر اثر پیرش کو ان راستوں پر حق مالکانہ پیدا ہو گیا ہے کیونکہ ویسٹری نے اپنے اسامیوں کے توسط سے ان راستوں پر ایک سو برس سے زیادہ قبضہ رکھا ہے۔ اور متمتع ہوتی رہی ہے۔

جائداد منقولہ کی صورت میں قبضہ بالنیابت کی تمام قسمیں جس طرح از روے قانون تسلیم کی جاتی ہیں ان کو آزمانے کا ایک اور عمدہ طریقہ حوالگی (دخلیابی) بذریعہ اسامی وریعیت کا قانون ہے۔ بمقدمہ ایل مور بنام اسٹون[۲] الف نے ب سے جو وردی پوش کوچبن اور سائیسوں کی سات گاڑیاں اور گھوڑے اپنے اصطبل میں رکھتا تھا ایک گھوڑا خریدا اور اقرار کیا کہ گھوڑا اس اصطبل میں ب کے پاس رہے گا۔ عدالت سے طے پایا کہ اس معاہدے کی بنا پر ب نے گویا فی الواقع گھوڑا الف کے حوالے کر دیا حالانکہ وہ گھوڑا ب کے مسلسل قبضہ جسمانی میں تھا یعنی اس معاہدے کی رو سے الف کو قبضہ بالواسطہ اور ب کو بحق الف اس گھوڑے پر قبضہ بلاواسطہ حاصل ہو گیا۔ بمقدمہ مارون بنام ویلس[۱] قبضہ بالنیابت کی اس سے بھی زیادہ تصریح کی گئی ہے الف نے ایک گھوڑا ب سے خریدا اور ب کے قبضہ بلاواسطہ میں کسی قسم کی تبدیلی واقع ہونے کے بغیر اسی گھوڑے کو الف نے عاریتاً ب کے یہاں ایک مہینے تک رہنے دیا۔ اگرچہ اس صورت میں الف حوالہ کرنے والا اور ب محول ہے لیکن تجویز ہوئی کہ معاملہ خریداری طے پاتے ہی گھوڑے پر الف کا قبضہ قائم ہو گیا اور گھوڑا سو ٹرطور پر الف کے حوالے ہو چکا حالانکہ بظاہر اس پر سے ب کا قبضہ ہٹا نہ تھا۔ یہ ایک تیسری قسم کا قبضہ بالنیابت ہے جو مالک اسپ یعنی الف کو اس کے محول ب کے توسط سے ایک مدت معینہ کے واسطے حاصل ہوا ہے کرامپٹن جسٹس اسی فیصلہ میں ایلمور بنام اسٹون کا حوالہ دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ وہ پہلے مقدمے میں ایک قسم کی امانت اور تفویض پائی جاتی ہے جو اصلی قبضے سے بالکل جداگانہ ہے لیکن اس دوسرے مقدمہ میں جو زیر تجویز ہے ہم کو ایک قسم کے قرضکا تصفیہ

---

[۱] ٹانٹ جلد اصفحہ ۴۵۸ ریویو رپورٹس (نظائر جن کی نظر ثانی کی گئی ہے) — اصفحہ ۵۷۸

[۲] ایلس اینڈ بلیک برن جلد ۶ صفحہ ۷۲۶ —

کرتا ہے لیکن ان دونوں مقدموں میں جو قبضہ محول یا مفوض کا ہے وہی قبضہ اس شے کے حوالے اور تفویض کرنے والے کا سمجھا جاتا ہے اور اگر اس قسم کے مقدموں میں تفویض کنندہ اور مفوض کے قبضہ میں فرق کیا جائے تو مخلوق کو اس سے سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے

قبضہ بالواسطہ کی جس نوع پر غور کرو صرف ایک امر کا پتہ ملتا ہے کہ وقت واحد میں ایک شے کے دو شخص قابض پائے جاتے ہیں۔ قابض بلا واسطہ اور قابض بالواسطہ کے درمیان ایک قسم کی نسبت ہے اور پہلا شخص دوسرے شخص کے توسط سے کسی شے پر قبضہ رکھتا ہے مثلاً اگر میں اپنا سامان یا مال کسی کارندے کے یہاں رکھا دوں تو میں اور وہ اس سامان اور مال کے قابض سمجھے جاتے ہیں کارندہ تو میری جانب سے اور میرے فائدے کے لئے اور میں اُس کے واسطے سے سامان پر قبضہ رکھتا ہوں۔ اسی طرح آقا اور ملازم مالک زمین اور اسامی حوالہ کنندہ اور محول گرو رکھانے والا اور گرو رکھنے والے کی صورتوں میں دوہرا قبضہ وقوع پذیر ہوتا ہے لیکن قبضہ بالواسطہ کا اثر اشخاص ثالث پر پڑتا ہے اور بمقابلہ قابض بلا واسطہ اس طرح کے قبضے کا وجود تسلیم نہیں کیا جاتا اور برعکس اس کے بشمول قابض بالواسطہ تمام دنیا کے مقابلے میں قبضہ بلا واسطہ جائز اور صحیح سمجھا جاتا ہے مثلاً اگر میرا مال کسی محافظ گودام کی تفویض میں رکھا جائے تو دوسرے تمام اشخاص کے مقابلہ میں اس کا قابض میں سمجھا جاؤں گا کیونکہ ان سب کے مقابلے میں محافظ گودام کے قبضہ اور نگرانی سے صرف میں مستفید ہوتا ہوں لیکن محافظ گودام اور میرے مقابلے میں وہ نہ کہ میں اس مال کا قابض سمجھا جاؤں گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں میں اپنی نیت قبضہ کا اظہار کر سکتا ہوں اور نہ مجھے اس مال سے متمتع ہونے اور اس پر تصرف کرنے کا اطمینان ہو سکتا ہے۔ ایسا ہی بہ شکل گرو تمام دنیا کے مقابلے میں مدیون اپنی گرو شدہ شے کا قابض متصور ہوتا ہے لیکن اس کے اور داین (گرو رکھنے والے) کے مقابلے میں قابض شے یہ دوسرا شخص سمجھا جاتا ہے مدیون کو قبضۂ بالنیابت اور قبضۂ نسبتی حاصل ہے مگر داین اس شے پر قبضہ بلا واسطہ اور قبضۂ مطلق رکھتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس زمیندار اور کسان (یا مالک زمین اور اسامی) حوالہ کنندہ اور محول مالک اور ملازم نیب اور نائب مالک اور کارندہ قبضہ بالنیابت اور دوسرے تمام اشکال میں یہی کیفیت پیش آتی ہے۔

فقرۂ بالا میں جن امور کا ذکر کیا گیا ہے ان کی آزمائش بھی قدامت (اور امتداد زمانہ کے) ذریعے سے کی جاتی ہے کیونکہ زمیندار اور اسامی کے مقابلے میں اگر قانون قدامت کا اثر ہو سکتا ہے تو مدت دیرینہ کا شمار اسامی کے حق میں کیا جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی جائداد کے صحیح اور اصلی مالک کے مقابلے میں زمیندار (کرایہ دار) کے حق میں قدامت یا مدت دیرینہ کا شمار کیا جاتا ہے۔ فرض کرو کہ ہر ایک شکل میں زمین پر حق ملکیت پیدا کرنے کے لیے بیس[1] سال کا قبضہ کافی ہے اور بطور مثال یہ بھی فرض کرو کہ الف نے ب کی زمین پر دس سال تک ناجائز طور پر قابض رہنے کے بعد ج کو کسی معاوضہ کے بغیر اسے اپنے استعمال میں لانے کی اس شرط سے اجازت دی کہ جب وہ چاہے ج کو بیدخل کر سکتا ہے اور اس طرح سے وہ زمین دس سال تک ج کے قبضے میں رہی لیکن اس دوسری مدت کے اختتام پر زمین مذکور کا حق ملکیت الف کو حاصل ہوتا ہے حالانکہ الف اس پر بیس سال تک مسلسل قابض نہیں رہا لیکن ج کا اگر اور دس سال تک اس پر قبضہ رہے تو اس کو بمقابلہ الف حق پیدا ہوگا کیونکہ زمیندار (یا پٹہ دہندہ) کے مقابلے میں وہ مسلسل بیس سال تک قابض سمجھا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ قدامت اور مدت دیرینہ کا شمار قابض بلا واسطہ کے حق میں اور قابض بالواسطہ کے خلاف کیا جاتا ہے لیکن قابض بالواسطہ اور اشخاص ثالث کے مقابلے میں پہلے شخص کے حق میں اس مدت کا شمار کیا جاتا ہے۔

فصل ۱۰۲ قبضۂ باہمی

قدیم قانون رومانی کا نظریہ تھا کہ وقت واحد میں دو شخص ایک شے کے قابض نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ ایک عام مقولۂ قانونی کے طور پر یہ مسئلہ صحیح ہے کیونکہ قبضہ کے وجود کے لیے ایک شے پر ایک ہی شخص کا قابض و متصرف ہونا اور دوسروں کا اس تصرف میں مداخلت کرنے کے لیے مجاز نہ ہونا لازم ہے۔ دو شخص ایک ہی وقت میں بمقابلہ یکدیگر موثر طور پر کسی شے کے تصرف و استعمال کی نسبت اپنے دو متضاد دعووں کا اظہار نہیں کر سکتے ہیں اور نہ واقعات سے ان کے متضاد ادعا کا ظہور ہو سکتا ہے لیکن

---

[1] ڈائجسٹ ۴۱-۲-۳-۵-

جب قابضین کے تصرف میں یکجہتی اور اشتراک ہو اور اس بنا پر ایک کا ادعائے قبضہ دوسرے کے دعوے مقابضت سے متصادم نہ ہوتا ہو تو دو یا دو سے زیادہ اشخاص کا ایک ہی شے پر قبضہ مشترک (قبضۂ باہمی) ہو سکتا ہے لہذا قبضۂ باہمی کی حسب ذیل چند صورتیں ہیں۔

۱۔ ایک ہی شے کے متعلق جیسا کہ فصل سابقہ میں بیان کیا گیا ہے بالواسطہ اور بلا واسطہ دو قسم کا قبضہ ہو سکتا ہے۔

۲۔ جس طرح ایک شے کے دو یا دو سے زیادہ اشخاص مشترک مالک ہو سکتے ہیں اسی طرح ایک شے پر چند اشخاص کا مشترک قبضہ ہو سکتا ہے اور قانون روما کی شرح لکھنے والوں نے اس کے لئے قبضۂ مشترکہ یا قبضۂ بالاشتراک اصطلاح قرار دی ہے۔

۳۔ جس طرح ملکیت مادی اور غیر مادی کا وجود ہو سکتا ہے اسی طرح ایک ہی مادی شے کے متعلق قبضۂ مادی اور غیر مادی کا قیام ہو سکتا ہے۔ مثلاً الف کی مقبوضہ زمین پر ب کو راستہ چلنے کا حق ہو سکتا ہے کیونکہ الف کے قبضے کے لئے جیسا کہ ہمنے اس کے پہلے بیان کیا ہے اس زمین پر اس کا عام تصرف رکھنا کافی ہے اور دوسروں کو محروم کر کے اپنا مطلق و منفرد تصرف رکھنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے

فصل ۲۰۔ حصول قبضہ

قبضے کی ہستی اس کے دو عنصروں (اجزائے ترکیبی) نیت اور شے مقبوضہ پر منحصر ہے جس شخص کو جب کبھی ان دو عنصروں پر قبضہ حاصل ہوتا ہے تو وہ کسی شے کا قابض سمجھا جاتا ہے اور ان ضروری عناصر کے بغیر قبضے کا وجود ناممکن ہے۔ ایسا ہی ان دو میں سے کسی ایک عنصر کے ناپید ہونے سے قبضہ معدوم ہو جاتا ہے حصول قبضہ کے دو طریقے ہیں یعنی لینا (گرفت کرنا) اور حوالے کرنا۔ لینے اور گرفت کرنے سے قابض سابق کی رضامندی کے بغیر کسی شے کا قبضہ حاصل کرنا مراد ہے۔ جو شے کہ لی جاتی ہے اس کا پہلے سے کسی اور کے قبضے میں رہنا اور نہ رہنا ممکن ہے اور اس طرح سے ان دونوں صورتوں میں حصول قبضہ جائز اور ناجائز ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس حوالگی

کی کیفیت ہے اور اس کا مفہوم قابض کی رضامندی اور موالات سے قبضے کا حاصل کرنا ہے۔ حوالگی کی دو قسمیں ہیں اور انگریزی مقننین نے ان کے دو علٰحدہ نام مقرر کئے ہیں یعنی حوالگی واقعی اور حوالگی معنوی۔ حوالگی واقعی سے مراد قبضہ بلاواسطہ کی منتقلی ہے یعنی شے کو دست بدست منتقل کرنا گویا ایک شخص اپنے ہاتھ سے ایک چیز اُٹھا کر دوسرے شخص کے حوالے کرتا ہے۔ چونکہ منتقل کرنے والا شے کا قبضۂ بالواسطہ کبھی اپنے پاس رکھتا ہے اور کبھی نہیں رکھتا اس لئے حوالگی واقعی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ جائداد منقولہ کا بذریعہ بیع حوالہ کرنا مثال ہے اس حالت کی جس میں اس کا منتقل کرنے والا اپنے پاس اس کا قبضۂ بالواسطہ نہیں رکھتا ہے اور مال یا جائداد منقولہ کا کسی شخص کو قرض دینا یا کسی کو بطور امانت تفویض کرنا تمثیل ہے اس صورت کی جس میں منتقل کرنے والے کو شے محولہ یا منتقل شدہ کا قبضہ بلاواسطہ حاصل رہتا ہے۔

اس کے برعکس ہر ایک قسم کی حوالگی کو جو حوالگی واقعی نہ ہو حوالگی معنوی کہہ سکتے ہیں اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کی حوالگی معنوی وہ ہے جس کے لئے علمائے قانون روما نے ٹریڈیشیو بریوی مانو (Ttaditio brevi manu حوالگی دست بدست) کی اصطلاح تجویز کی ہے اور انگریزی قانون میں بھی یہی اصطلاح قائم رکھی گئی ہے جس سے مراد کسی شے کا قبضۂ بالواسطہ اس شخص کے حوالے کیا جانا ہے جس کو اس کا قبضہ بلاواسطہ پہلے سے حاصل رہتا ہے۔ مثلاً اگر میں اپنی کتاب ایک شخص کو مستعار دوں اور جب کہ کتاب اس کے قبضے میں رہے اس کے ہاتھ اس کتاب کو فروخت کرنے یا اس کو ہبہ کر دینے کے لئے اس شخص سے اقرار کر لوں تو محض میرے اس کہنے سے کہ وہ کتاب کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے میں اس بیع یا ہبہ کی تکمیل میں موثر طور سے کتاب کو اس شخص کے حوالہ کر سکتا ہوں اور اس شخص کے لئے

لے بہر حال یہ اصطلاحات بالکل صحیح اور موزوں نہیں ہیں کیونکہ جس حوالگی کا لقب حوالگی معنوی قرار دیا گیا ہے اس میں بھی کسی شے کا حقیقی قبضہ پوری طرح سے منتقل کیا جاتا ہے اور اس کارروائی میں کوئی بات فرضی اور بے اصل نہیں ہوتی لہذا اس قسم کی حوالگی پر حوالگی معنوی کا لفظ صحیح طور سے اطلاق نہیں ہو سکتا۔ ۱۲

اس کتاب کو مجھے واپس کر کے میرے ہاتھ سے دوبارہ حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کتاب کا قبضہ بلا واسطہ اسی شخص کو حاصل ہے اور بیع یا ہبہ کی تکمیل کے واسطے مجھکو صرف اپنی نیت قبضہ کا[1] ترک کر دینا کافی ہے اور اس ترک نیت سے جو قبضہ بالواسطہ مجھکو حاصل ہے وہ مفقود ہو جاتا ہے۔

حوالگی معنوی کی دوسری قسم وہ ہے جس کو قانون روما کے شرح کرنیوالوں نے کانسٹی ٹیوٹم پزیسیوریم Constitutum Possessorium (اقرار متعلق قبضہ) لکھا ہے اور یہ اقرار متعلق قبضہ برعکس ہے حوالگی محض بدست کا۔ اس حوالگی میں قبضۂ بالواسطہ تو منتقل ہوتا ہے لیکن قبضہ بلاواسطہ منتقل کرنے والے ہی کے پاس رہتا ہے قابض شے کے اقرار کرنے سے کہ آئندہ سے وہ اس شے پر اپنے لئے نہیں بلکہ کسی دوسرے شخص کے واسطے قبضہ رکھیگا اس شے کی موثر طور سے حوالگی عمل میں آسکتی ہے اور قابض سابق یا قابض جدید کو اس قسم کے قبضے کے حوالہ کرنے میں اپنے ہاتھ وغیرہ سے مدد لینے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے کیونکہ منتقل کرنے والے کے قبضۂ بلا واسطہ کے توسط اور اس کے اقرار محض کے ذریعے سے منتقل الیہ کو اس شے کا قبضہ بالواسطہ حاصل ہو جاتا ہے لہذا اگر میں کسی منتظم گودام سے کچھ مال (جائداد منقولہ) خرید کر لوں تو اس کے اس معاہدے کے ساتھ ہی کہ وہ اس مال کو بطور محافظ گودام میرے لئے اپنے پاس رکھیگا وہ مال میرے حوالے ہو جاتا ہے اور یہ حالت اس شکل کے مشابہ ہوتی ہے کہ گویا وہ مال فی الواقع پہلے میرے حوالے کیا گیا بعد ازاں میں نے اس کو گودام واپس بھیجکر اس کے محافظ کی حفاظت میں رکھوایا[2]۔

---

[1] حوالگی دست بدست کی مثالوں کے لئے دیکھو ونٹر بنام ونٹر لا ٹائمز (سلسلہ جدید) جلد ۴ صفحہ ۶۳۹۔ کین بنام موون ۱۸۹۶ء کوئنز بنچ جلد ۲ صفحہ ۲۰۳۔ رجر بنام واے ارلا رپورٹ پریوی کونسل جلد ۵ صفحہ ۱۶۴۔ ۱۲۔

[2] اقرار متعلق قبضہ کی مثالوں کے واسطے دیکھو ایلی مور بنام اسٹون ٹاں ٹن جلد ۱ صفحہ ۴۵۸۔ ریوا ئڈ ڈریورلس جلد ۱۰ صفحہ ۵۰۷۔ مارون بنام ولیس الیس اینڈ بلیک برڈ جلد ۶ صفحہ ۷۲۶۔ اس کے علاوہ دیکھو کتاب ہذا فصل ۱۰۱

حوالگی معنوی کی تیسری نوع وہ ہے جس کو قانون انگلستان کے ماہرین اٹورن منٹ (Attornment - انتقال وتبدیل) کے نام سے موسوم کرتے ہیں[۱] اس قسم کی حوالگی میں قبضۂ بالواسطہ منتقل کیا جاتا ہے اور قبضہ بالواسطہ کا پانے والا شخص ثالث ہوتا ہے اگر وہ شخص جس کو کسی شے کا قبضۂ بالواسطہ حاصل ہے قابض بلا واسطہ کو راضی کر لے کہ وہ منتقل الیہ کی جانب سے اور اس کے فائدے کے واسطے آئندہ اس شے پر مثل سابق قابض رہے گا تو قابض بالواسطہ وہ شے منتقل الیہ کو حوالہ کر سکتا ہے مثلاً اگر میرا مال الف کے گودام میں بصیغۂ تحویل یا امانت رکھا رہے اور میں اس کو ب کے ہاتھ بیع کر دوں تو الف کے اس امر سے رضامند ہوتے ہی کہ وہ میری جانب سے نہیں بلکہ ب کی جانب سے وہ آئندہ اس مال کو اپنے قبضے میں رکھے گا میں موثر طور سے مال کو ب کے حوالے کر دیتا ہوں، حالانکہ قبضۂ واقعی میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہونے پاتی۔ حوالگی معنوی کی اس مثال میں اور اس کی نہ کسی دوسری قسم میں انسان کو اس شے کے ہٹانے یا ہاتھ لگانے کی مطلق ضرورت نہیں ہے جس کا قبضہ منتقل کیا جاتا ہے محض فریقین کی نیت قبضہ میں جن کے درمیان اس شے کے متعلق معاملۂ قانونی طے پاتا ہے تغیر ہونا حوالگی شے کے لئے کافی[۲] ہے۔

فصل ۴۷ قبضے سے مراد اصل میں قابض کا اپنی جسمانی قوت سے مداخلت غیر کو روکنا نہیں ہے ایک نہایت مشہور و مقبول نظریۂ قانونی کے مطابق شے مادی کے قبضہ کے متعلق قابض کا اپنی قوت جسمانی سے مداخلت غیر کا دفع کرنا اور روکنا

---

[۱] وسیع مفہوم کے لحاظ سے حوالگی دست بدست کو اصطلاحاً انتقال و تبدیلی بھی کہہ سکتے ہیں۔ ۱۲

[۲] قانون بیع متعلق جائداد منقولہ (جو برطانیۂ عظمیٰ اور آئرلینڈ میں نافذ ہے۔) بابتہ ۱۸۹۳ء ۶ دفعہ ۲۹ (۳) کی رو سے حوالگی بذریعہ انتقال بحال رکھی گئی ہے: "جس صورت میں بوقت بیع مال کسی شخص ثالث کے قبضہ میں ہو بائع کی جانب سے مال کا مشتری کے حوالے کیا جانا اس وقت تک نہیں سمجھا جائیگا جب تک شخص ثالث اس امر کو تسلیم نہ کر لے کہ وہ منجانب مشتری مال مبیعہ کو اپنے قبضہ میں رکھتا ہے" ۱۲ ۔

ایک امر ضروری ہے۔ اس نظریہ کے مطابق (جسم قبضہ) جسمانی قبضہ کی دو قسمیں ہیں قسم اول کا تعلق قبضہ کی ابتدا اور قسم دوم کا تعلق اس کے تسلسل اور اجرا سے ہے (جس قبضہ جسمانی کا تعلق قبضہ کی ابتدا سے ہے اس سے مراد ایک شخص کی موجودہ یا حقیقی قوت جسمانی ہے جس کی بدولت وہ دوسرے تمام اشخاص کو اپنی شے مقبوضہ میں مداخلت کرنے اور اس پر تصرف کرنے سے روک سکتا ہے۔ دوسری قسم اس کی وہ قبضہ جسمانی ہے جس کے ذریعہ سے قابض اپنے قبضہ کو جب وہ ایک مرتبہ حاصل ہو جائے قائم رکھ سکتا ہے اور برخلاف پہلی قسم کے قسم ثانیہ سے مراد شے مقبوضہ پر قبضہ رکھنے کی ایسی قابلیت ہے کہ قابض جب چاہے اس قابلیت کو اپنے میں پیدا کر سکے۔ مثلاً کسی گھوڑے کی باگ ہاتھ میں لینے یا اس پر سوار ہونے یا کسی اور طریقے سے اس کو اپنے قبضہ بلا واسطہ میں لانے سے میں اس گھوڑے کا قبضہ حاصل کر سکتا ہوں اور اس طرح اس گھوڑے کے متعلق مداخلت غیر کو روک سکتا ہوں لیکن اس طریقے سے جو قبضہ مجھے حاصل ہوتا ہے اس کے قائم رکھنے کے لیے مجھکو اس قسم کی جسمانی نسبت اس گھوڑے کے ساتھ جاری رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس گھوڑے کو اپنے اصطبل میں رکھ سکتا ہوں یا کسی کھیت میں کھلا چھوڑ سکتا ہوں جہاں اسے دوڑنے اور نقل و حرکت کرنے کی بالکل آزادی حاصل ہے۔ لیکن جب تک میں اپنی مرضی سے اس گھوڑے کے پاس پہنچ سکتا ہوں یا میں جب چاہوں اپنی قوت جسمانی کے اس تعلق کو جس کو میں نے ابتدا ً بوقت قبضہ پیدا کیا تھا وجود میں لا سکتا ہوں گھوڑے پر میرا قبضہ ختم نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس قیاس قبضہ کے متعلق اعتراضات ذیل وارد کئے جا سکتے ہیں[1]۔

---

[1] قبضہ کے متعلق جس نظریۂ قانونی کا اس فقرے میں بیان کیا گیا ہے اس کا موجد سیوانی ہے اور اس نے اس کو اپنی مشہور کتاب موسوم بہ "قبضہ" (Recht des Besitzes) مطبوعہ ۱۸۰۳ء کے ذریعہ سے شائع کیا ہے۔ اس تصنیف کا اثر عرصہ دراز تک اقلیم یورپ پر عموماً اور انگلستان پر خصوصاً پڑا ہے اور ابھی تک اس کی قبولیت عامہ میں چنداں فرق نہیں آیا ہے سیوانی کے اس قیاس و مسئلہ قانونی پر جو اعتراض وارد ہوئے ہیں ان کو اہرنگ نے اپنی تصنیف مسمی (Grund des besitzesschutzes)

ا۔ بلکہ کسی قابض کو قبضے کی ابتدا کے وقت دوسروں کو اپنی قوت جسمانی سے خارج کرنے یا روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اچھا ایسے شخص کے پاس جس نے ایک ایسی جائداد پر دخل پایا ہو جس کا رقبہ چند مربع میل وسیع ہو دوسروں کی مداخلت بیجا کو روکنے کی کیا قوت جسمانی ہے؟ کیا یہ بات مسلمہ نہیں ہے کہ شخص مذکور اس وسیع قطع زمین پر جو غیر محصور اور غیر محفوظ ہے اور جس پر نہایت آسانی سے ہر ایک شخص مداخلت بیجا کرسکتا ہے اپنا کامل قبضہ رکھ سکتا ہے؟ قوی اور مضبوط آدمی تو درکنار ایک طفل تک قبضہ حاصل کرنے کے بعد اس کو قوی الجثہ اور بلند قامت اشخاص سے بچا سکتا ہے بلکہ ایسا مریض بھی جو بستر مرگ پر بے بس پڑا ہوا ہو قبضہ حاصل کرسکتا ہے اگر میں سمندر میں جال بچھاؤں تو کیا مجھکو ان مچھلیوں پر قبضہ حاصل نہیں ہو سکتا جو میرے جال میں گرفتار ہوتی ہیں؟ بیشک جال میں ان کے داخل ہونے کی دیر ہے کہ میں ان کا قابض بنجاتا ہوں برایں ہمہ ہر ایک ماہی گیر جو میرے نزدیک سے گزرتا ہے اور میرے قریب میں مچھلیاں پکڑتا ہے اس کو مجھے محروم کرنے کا اس سے زیادہ اختیار حاصل ہے کہ میں اس کو محروم کرسکوں۔ اسی طرح اگر میں جانوروں کے پکڑنے کے لئے جنگل میں جال بچھاؤں تو میری ذات اور میری قوت جسمانی کی عدم موجودگی کے باوجود میں ان تمام جانوروں کا قابض بنجاتا ہوں جو میرے جال میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اگر کوئی فروشندہ میری عدم موجودگی میں میری زمین پر پتھر یا جلانے کی لکڑی کا ایک بوجھ لاکر اُتار دے تو اس بوجھ کے اُترتے ہی کیا اس پر میرا قبضہ نہیں ہوتا؟ حالانکہ اس بوجھ پر میں اور نہ کوئی دوسرا شخص اپنی قوت یا اختیار جسمانی کا استعمال کرسکتا ہے میرا کھیت یا زمین میری سکونت سے چاہے کتنا ہی بعید کیوں نہ ہو اور کسی شخص کو اس کی نگرانی کے لئے متعین نہ کرنے کے باوجود وہ میرے قبضے میں رہ سکتا ہے اور میرے مویشیوں میں جو اس زمین پر رہتے ہیں اضافہ ہو تو اس کا بھی میں قابض سمجھا جاؤں گا۔

ان تمام مثالوں میں جن کا ذکر فقرۂ بالا میں کیا گیا ہے مداخلت غیر کو خارج کرنے کے لئے جس قوت جسمانی کو فرض کیا گیا ہے اس مفروضہ کی حیثیت ایک افسانہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کے صفحات ۹۰ تا ۹۲ پر نہایت شد و مد سے دکھلائے ہیں ۱۲

سے زیادہ نہیں ہے قبضہ کی صحیح آزمائش مداخلت غیر کو روکنے والی قوت جسمانی نہیں ہے بلکہ مداخلت غیر کے عدم امکان و احتمال کے ذریعے سے اس کی شناخت کی جاتی ہے خواہ اس عدم امکان و احتمال کا ماخذ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ شے مقبوضہ سے تمتع حاصل کرنیکے اطمینان کو قبضہ کہتے ہیں قابض کی موجودگی اور قوت جسمانی کے علاوہ اس اطمینان کو پیدا کرنے والے دوسرے متعدد ذرائع ہیں۔ یہ سچ ہے کہ زمانۂ جنگ میں توپ اور سنگین کے ذریعے ہر ایک مقام کا قبضہ ملتا اور محفوظ رہ سکتا ہے لیکن جن صلح پسند شہریوں کی حکومت قانون کی ماتحتی میں بسر ہوتی ہے اور جس سنجیدگی اور سلامت روی کے ساتھ ان کے معاملات باہمی طے پاتے ہیں ان کو قبضہ کے حاصل کرنے اور قائم رکھنے کے لئے زمانۂ جنگ کے طریقوں سے کہیں زیادہ آسان و سہل طرز اور وضع پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ مدعی قبضہ کی قوت جسمانی کی محض مقدار مداخلت مخاصمانہ روکنے کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ اس کے اور بھی اسباب و ذرائع ہیں ہر ایک قوم اور ملک کے رسم و رواج خیالات اور آرا امور جائز کو برقرار رکھنے کا میلان اور سچے دعووں کی حرمت جو اس کے قلب میں ہوتی ہے اور جو باتیں معرض وقوع میں آجائیں ان سے رضامند ہونے کی عادت بہرحال اس قسم کے مختلف اوصاف و عادات قومی پر مداخلت قبضہ کے موانعات مبنی ہیں اور ان سب وجوہ پر ہمکو غور کرنا لازم ہے۔ ان کے علاوہ ہمکو اس امر پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ شے مقبوضہ سے کس قسم کے تمتعات حاصل کئے جاسکتے ہیں اور اس کا کیا استعمال ہو سکتا ہے قبضے کے قائم رکھنے کے لئے حفظ ماتقدم کے طور پر کن امور کا انتظام کرنا ممکن ہے یا قیام قبضہ کے لئے عموماً کیا طریقہ استعمال کیا جاتا ہے قوم کی رائے میں اس ادعا کا جائز ہونا جس کے ذریعے سے مدعی اپنا قبضہ قائم کرتا ہے۔ سوسائٹی زیر بحث میں کس حد تک تشدد ناجائز رائج ہے قبضہ میں مداخلت کرنے کے مواقع اور کیوں افراد قوم کی طبیعت اس کی جانب مائل ہے اور سب سے اخیر ہمکو قابض کی قوت جسمانی کا لحاظ کرنا چاہیئے جس کے ذریعے سے وہ اپنے دشمنوں کے حملے کو روکتا ہے لیکن اسی ایک سبب کو مداخلت غیر کا مانع نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اگر ان تمام حالات و اسباب کے لحاظ سے ظاہر ہو کہ قبضہ رکھنے کی نیت اس قدر بر و مند اور پختہ ہو گئی ہے کہ اس کے عمل پذیر اور مکمل ہونے کے متعلق قابض کو معقول

اطمینان ہو گیا ہے تو سمجھنا چاہیے کہ اس کا قبضہ قائم ہو گیا اور اگر اس طرح کا اس کو اطمینان نہ ہو تو اس کے قبضے کا وجود نہیں ہوا۔

یہ بات کسی طرح سے سمجھ میں نہیں آتی کہ قبضہ اپنی ابتدا اور اپنے جاری رہنے کے زمانے میں مختلف عناصر سے بنتا ہے۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ قبضے کی بنا انسان کی وہ واقعی قوت جسمانی ہے جس کے ذریعے سے مداخلت غیر روکی جاتی ہے اور قبضے کے جاری رہنے کے زمانے میں وہ اس ابتدائی تعلق اور نسبت کے دوبارہ پیدا کرنے کی قوت پر منحصر ہے؟ قبضہ ایک ایسی نسبت کسی شخص اور شے کے درمیان ہے جو جاری رہتی ہے اور جس کی واقعات سے تصدیق ہوتی ہے لہذا قبضے کی از ابتدا تا انتہا ایک سی ماہیت ہونی چاہیئے۔ یہ ماہیت کیا ہے؟ (قبضے کی اصل میں کیا ماہیت ہے؟) اس سوال کا جواب دینے میں سیوائینی کا نظریہ ساکت ہے۔ یہ نظریہ صرف اس امر کو بیان کرتا ہے کہ قبضے کی ابتدا اور اس کی انتہا کس طرح اور کیونکر ہوتی ہے لیکن ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس کی ماہیت اور حقیقت کیا ہے اور اس کے جاری اور بحال رہنے کے زمانے میں وہ کیا شے ہے۔

۳۔ نظریہ زیر بحث پر تیسرا اور آخری اعتراض یہ ہے کہ اس کا اشیار غیر مادی کے قبضے پر اطلاق نہیں ہو سکتا اگر اس نظریہ کو قبضہ زمین کی توجیہ کرنے میں کامیابی ہو سکتی ہے تو اس کے ذریعے سے کسی حق راہ یا کسی دوسرے حق کے قبضے کی جو جائداد غیر پر ایک شخص کو حاصل ہوتا ہے اور جس کو سروی ٹیوڈ کہتے ہیں وجہ بیان کرنی ناممکن ہے کیونکہ سروی ٹیوڈ کا قبضہ نہ تو غیر کے خارج کئے جانے پر اور نہ قابض کی قوت جسمانی پر منحصر ہے جس کے ذریعے سے وہ مداخلت غیر کو دفع کرتا ہے بلکہ اس کے برعکس زمین ممنوع کے قابض کو سروی ٹیوڈ کو خارج کرنے کی جسمانی قوت اور اختیار ہے۔ اگر مجھے روشنی کا حق آسائش حاصل ہے تو کیا میں اپنی قوت جسمانی کے ذریعے سے اپنے ہمسایہ کی تعمیر وغیرہ کی کارروائی جس کے ذریعے سے وہ میرے اس حق کی پامالی کرتا ہے روک سکتا ہوں اس میں شک نہیں کہ سیوائینی کے تجزیہ کے لئے یہ کوئی قطعی اعتراض نہیں ہے کیونکہ اعتراض کے رد کرنے میں منجانب سیوائینی یہ جواب دیا سکتا ہے کہ صحیح مفہوم کے لحاظ سے قبضے کا اطلاق محض اشیار مادی کے قبضے پر کیا جا سکتا ہے اور اسی قسم کے قبضے کے لئے یہ لفظ محدود ہے لیکن غیر مادی چیزوں کے لئے جو قبضے کا اطلاق کیا جاتا ہے

وہ محض ایک طرح کی مشابہت اور استعارہ ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ دنیا نے قبضہ کے مفہوم کو وسعت دیکر اس کا اطلاق غیر مادی اشیا کے قبضہ پر بھی کیا ہے اور یہ طریقہ اس قدر رائج ہو گیا ہے کہ اس کا انسداد ممکن نہیں ہے لہذا قبضہ کی تعریف اس نہج پر قرار دی جانی چاہیے جو اس کی دونوں قسموں پر شامل اور حاوی ہو سکتی ہو اور اسی وجہ سے ہم قبضہ کی اس تعریف کو جو اس کی دونوں شکلوں پر مبنی ہے سیوا ائینی کی بیان کردہ تعریف پر جس میں قبضہ کی ایک نوع کو تسلیم کر کے جبراً اس کی دوسری نوع کو خارج کر دیا گیا ہے ترجیح دیتے ہیں۔

فصل ۵۔ قبضہ (اشیاء) غیر مادی

یہاں تک ہم نے اپنی توجہ اشیاء مادی کے قبضہ تک محدود رکھی تھی لیکن اب ہم غیر مادی اشیا کے قبضہ پر غور کر کے قبضہ کے ایک ایسے عام تصور کی تلاش کرتے ہیں جس میں اس کی دونوں قسمیں شامل ہو سکتی ہیں۔ مثلاً میں کسی زمین کا بھی قابض ہو سکتا ہوں اور اس راستہ کا بھی جو زمین پر سے گزرتا ہے یا مجرائے روشنی جو اس پر سے ہو کر میرے مکان کو آتی ہے یا اس مدد کا جو اس زمین سے میری متصل زمین کو ملتی ہے اسی طرح میں اختیارات امتیازات معافیات آزادیوں عہدوں مراتب مناصب خدمات اور اجاروں کا قابض ہو سکتا ہوں اور یہ تمام چیزیں یا انسان کی ملک اور قبضہ ہو سکتی ہیں بلکہ یہ اشیا ایک شخص کی ملک اور دوسرے کا قبضہ ہو سکتی ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو شخص ان چیزوں کا مالک ہے وہ ان کا قابض نہیں ہوتا اور جن اشخاص کے قبضہ میں یہ چیزیں ہوتی ہیں وہ ان کے مالک نہیں ہوتے۔

قبضہ مادی سے مراد جیسا کہ ہم نے اس کے پہلے بھی بیان کیا ہے ایک شخص کا اپنے ادعا کو جاری رکھنا ہے کہ اس کے سوائے کسی دوسرے شخص کو کسی شے مادی سے متمتع ہونے کا حق نہیں ہے اور صرف مدعی اس مادی شے کو اپنے استعمال میں لا سکتا ہے۔ شے مادی کے سوائے دوسری جس کسی شے کے متعلق اس طرح کا مسلسل ادعا جو کیا جاتا ہے وہ قبضہ غیر مادی ہے اس دوسری قسم کے ادعا میں شے مدعا بہا سے مراد دوسرے اشخاص کو خارج کر کے کسی مادی چیز کے تمتع اور تصرف کے متعلق قابض کا دعویٰ کرنا ہے (اور اس کی مثال میں راستہ یا ادراایسی سرومی ٹیوڈ داخل ہیں جو ایک قطعۂ زمین پر واقع ہوں) یا ایسا کوئی حق نفع اور فائدہ جو مادی اشیا کے تصرف و تمتع سے غیر متعلق ہو چنانچہ نشان تجارت کوئی ایجاد یا ایسا عہدہ اور خدمت جس کے انجام دینے سے اس عہدہ دار کو معاوضہ ملتا ہو تمثیلات ہو سکتے ہیں۔

قبضہ کی ہر ایک نوع ان ہی دو عنصروں یعنی قبضہ کی نیت اور اس کے جسم (شے مقبوضہ) پر

مشتمل ہے۔ نیت سے مراد وہ ادعا ہے جس کا اظہار قابض اپنی مرضی اور رغبت سے کرتا ہے اور جسم سے مطلب ایسی حالت واقعی ہے جس کے ذریعے سے قابض نے اپنے اس ادعا کا اظہار کر کے اس کی تکمیل کی ہو۔ قبضے کا خواہ وہ مادی ہو کہ غیر مادی صرف اسی وقت وجود ہوتا ہے جب کہ قابض اپنے قبضہ رکھنے کی نیت کو مسلسل عمل میں لا رہا ہو یعنی اس کی نیت قبضہ کا بطور واقعہ اور فعل کامیابی کے ساتھ پے در پے اظہار ہوا ہو جب تک بہ لحاظ حالات کسی فعل یا عمل کے آئندہ جاری رہنے کی نسبت اطمینان نہ ہو اس کا سلسلہ اور اجرا باقی نہیں رہ سکتا لہذا کسی شے کے قبضے سے مراد وہ حالت اطمینان ہے جو قابض کو بلا شرکت غیرے شے مقبوضہ سے مسلسل و متمتع ہونے کی نسبت حاصل رہتی ہے۔

قبضۂ مادی کی صورت میں جسم شے قبضہ سے مراد جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے مداخلت غیر کا مسلسل اور متواتر خارج کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی قابض کی ایسی قابلیت ہے جس کے ذریعے وہ شے مقبوضہ جس طرح چاہے استعمال کر سکے اور جسم قبضے کا اس کے سوا کچھ دوسرا مفہوم نہیں ہو سکتا نیز وجود قبضہ کے لئے شے مقبوضہ کا فی الواقع استعمال میں لایا جانا امر لازمی نہیں ہے مثلاً میں گھڑی کو اپنی جیب میں رکھنے کے عوض کسی محفوظ اور مضبوط آہنی صندوق میں بند کر سکتا ہوں اور اگرچہ میں گھنٹے تک بھی اس کے ذریعے سے وقت نہ دریافت کروں تاہم اس پر سے میرا قبضہ ہٹ نہیں سکتا کیونکہ میں نے دوسرے اشخاص کی مداخلت کو اس گھڑی سے مسلسل اور متواتر روکا ہے اور اپنے مالک ہونے کے ادعا کا مسلسل اظہار کیا ہے۔ اس کے برعکس قبضہ غیر مادی کی حالت میں چونکہ اس طرح کا دوسروں کے دخل کو خارج کرنے کا دعوی نہیں کیا جاتا ہے شے مقبوضہ کے حقیقی اور مسلسل تصرف اور تمتع کا اظہار کیا جانا امر لازمی ہے کیونکہ قابض کے تصرف کا عملی اظہار کسی اور طریقے سے نہیں ہو سکتا مثلاً میں کسی مقام پر راستہ چلنے کا حق حاصل کر کے صرف اسی وقت اس حق پر قبضہ رکھ سکتا ہوں جب کہ میں فی الحقیقت مسلسل اور متواتر طور پر اس حق کو استعمال کرتا ہوں یعنی اس مقام سے گزرتا ہوں۔ اشیاء غیر مادی کا ترک استعمال قبضے کے لئے مضر ہے حالانکہ بصورت اشیائے مادی ترک استعمال کا برا اثر قبضہ پر نہیں پڑ سکتا۔

قبضۂ غیر مادی عرفاً قبضۂ حق کہلاتا ہے اور قبضۂ مادی کا دوسرا نام قبضہ شئے اور ان دونوں میں فرق ہے۔ قانون روما کے علما اور ماہرین قبضۂ حق اور قبضہ شے میں امتیاز کرتے ہیں اور ایسا ہی اہل جرمنی کے ہاں ان کے مساوی اور ہم معنی

اصطلاحات میں سلہ اس تسمیہ کو اختیار کر کے ہم قبضۂ غیر مادی کی تعریف کرتے ہیں کہ کسی دعوے پر عمل کرنے کے بجائے وہ کسی حق پر مسلسل عمل کرنا یا اس کو متواتر استعمال میں لانا ہے۔ اگرچہ ان الفاظ اور اصطلاحات کے استعمال میں یک گونہ سہولت ہے لیکن ان کے فرق کو سمجھ لینا چاہئے تاکہ خلط مبحث نہ ہونے پائے۔ حق پر عمل کرنے یا اس کو استعمال میں لانے کا مفہوم کسی دعوے پر عمل کرنا یا اسکو استعمال میں لانا گویا کہ وہ ایک قسم کا حق ہے بعض صورتوں میں جس شے کو ہم حق سمجھتے ہیں وہ فی الحقیقت حق نہیں ہوتی اور کبھی شے مقبوضہ حق ہو بھی تو وہ قابض کو حاصل ہونے کے بجائے کسی دوسرے شخص کو حاصل ہوتا ہے مثلاً اگر میں کسی دوسرے شخص کی زمین پر ایک حق مرور کا قابض ہو جاؤں تو اس کا حق مرور ہونا اور نہ ہونا دونوں صورتیں ممکن ہیں اور بالفرض شے مقبوضہ حق مرور ہو بھی تو اس حق کا مالک کوئی دوسرا شخص ہو سکتا ہے حالانکہ اس حق کا میں قابض ہوں ایسا ہی جس نشان تجارت یا سند ایجاد کا میں قابض ہوں اور جس کو میں اپنے استعمال میں لاتا ہوں اس کا ازروے قانون جائز یا ناجائز ہونا ممکن ہے اسی نشان تجارت یا سند ایجاد کا ازروے واقعات (فی الواقع) وجود ہو سکتا ہے لیکن ازروئے حق اس کا موجود نہ ہونا بھی ممکن ہے اور اگر ازروے قانون یہ شے جائز بھی ہو تو قانوناً کوئی دوسرا شخص نہ کہ میں اس کا مالک ہو سکتا ہوں یہ ممکن ہے کہ کسی اور شخص کو قانوناً اس نشان تجارت یا سند ایجاد کا حق حاصل ہو (اور میں نے اس پر قبضہ کر لیا ہو سلہ) قبضۂ مادی اور غیر مادی میں جو فرق ہے

سلہ رومن لا اور قانون جرمنی میں حسب ذیل اصطلاحات ہیں:-

Possessio Juris and possessio Corporis

Rechts besitz and Sachen besitz

سلہ برنیر قبضہ کی اس تعریف کو کہ وہ کسی حق پر مسلسل عمل کرنے کا نام ہے نامنظور کرتا ہے اور اس کے نزدیک قبضہ کی تعریف یہ ہے کہ قبضہ انسان کی وہ قوت ہے جس کے ذریعے سے جب وہ چاہے حق پر عمل کر سکے چنانچہ اس کی تصنیف مسمیٰ "قبضہ حقوق" کے صفحہ ۴۷ پر لکھا ہے کہ جس طرح قبضہ مادی شے مقبوضہ کے اصلی تصرف پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کی بنا قابض کی وہ قوت ہے جس کے ذریعے سے جب وہ چاہے اس شے کے ساتھ برتاؤ کر سکتا ہے اسی طرح قبضہ غیر مادی کی بنا بھی کسی حق پر فی الواقع عمل کرنا نہیں ہے بلکہ اس قسم کا قبضہ اس قوت پر مشتمل ہے جس کے ذریعے سے قابض جب اس کو منظور ہو اپنے کسی حق پر فی الواقع عمل کر سکتا ہے یا اپنے اس حق کو استعمال میں لا سکتا ہے

وہ بالکل اس فرق کے مشابہ ہے جو ملکیت مادی اور غیر مادی میں ہے۔ جس طرح کسی شے کی ملکیت مادی ہوسکتی ہے اسی طرح اس شے کا قبضہ بھی مادی ہوسکتا ہے اور اس کے برعکس حق کا قبضہ مثل حق کی ملکیت غیر مادی کے غیر مادی ہوتا ہے۔ اس کے پہلے ملکیت کے بیان میں ہم نے اس امر کی توضیح کردی ہے کہ اشیاء اور حقوق کے درمیان مادی اور غیر مادی ہونے کا جو فرق کیا جاتا ہے وہ محض ایک صنعت زبان ہے جس کے ذریعے سے ایک قسم کا حق اس شے مادی کے بجائے قرار دیا جاتا ہے جو اس حق کی موضوع ہے۔ قبضہ کی بھی جو دو قسمیں مادی اور غیر مادی قرار دی گئی ہیں اس کے امتیاز کے سمجھنے کے لئے یہی توجیہ کافی ہے۔ جس طرح قطعۂ زمین کے قبضہ سے حقیقت میں اس قطعہ کا تصرف بلاشرکت غیرے مراد ہے اسی طرح کسی شخص کو زمین پر حق مرور کے قبضہ کے حاصل ہونے کا مفہوم اس شخص کا اس زمین پر ایک قسم کا تصرف مشترک پانا ہے اور صنعت تلمیح کے ذریعے سے لوگ شے مقبوضہ کے تصرف بلاشرکت کو وہی شے سمجھنے لگے ہیں حالانکہ اسی شے کا تصرف مشترک اس طرح نہیں خیال کیا جاتا ہے لہٰذا جس طرح ملکیت اشیاء اور ملکیت حقوق میں امتیاز کیا جاتا ہے اسی طرح قبضہ اشیاء اور قبضۂ حقوق میں فرق کیا جاتا ہے[1]

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اور چونکہ جب تک اس طرح کے حق پر فی الحقیقت عمل نہیں کیا جاتا ایک واقعہ خارجی کے طور پر اس قوت و اختیار کا ظہور پذیر نہیں ہوتا اس لئے قبضہ کی ابتدا اور بنیاد کے لیے حق کا فی الواقع استعمال میں لایا جانا شرط مقدم خیال کیا جاتا ہے"۔ بہرحال ہماری رائے میں قبضہ کی یہ تعریف صحیح نہیں ہے کیونکہ قبضہ زمانۂ آئندہ میں کسی دعوے پر عمل کرنے کی قوت پر مبنی نہیں ہے بلکہ قبضہ دعوے پر عمل کرنے کی وہ مسلسل قوت ہے جس کی زمانہ حال سے ابتدا ہوتی اور اس کا سلسلہ آئندہ زمانے تک جاری رہتا ہے۔

[1] فرانس کے سول کوڈ (مجموعۂ قانون دیوانی) میں بھی اسی مضمون اور مطالب کو بصراحت دکھلایا گیا ہے مجموعۂ مذکور کی دفعہ ۲۲۲۸ ملاحظہ ہو)

اطالیہ کے مجموعۂ قوانین دیوانی میں قبضہ کی جو تعریف درج ہے وہ اسی قسم کی ہے (اس مجموعہ کی دفعہ ۶۸۵ ملاحظہ طلب ہے اور اس کا حسب ذیل ترجمہ ہے "قبضہ سے مراد کسی شخص کا اپنی ذات سے ایک شے کو اپنے قابو میں رکھنا یا کسی حق سے متمتع ہونا ہے یا ایک شخص کی جانب سے دوسرے شخص کا کسی شے کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اپنی گرفت میں رکھنا یا کسی حق کو اپنے استعمال میں لانا ہے"۔
پادری لگنیتر نے اپنی تصنیف متعلق سول قانون کے اس باب میں جس میں قدامت اور حق قدامت سے عالمانہ بحث کی گئی ہے نہایت تحقیق اور قابلیت سے قبضہ کے تصور عام کا ایک نہایت عمدہ تجزیہ پیش کر کے اس نسبت کو ثابت کیا ہے جو قبضے کی دو قسموں میں پائی جاتی ہے ملاحظہ ہو۔

Bandry-Lacantinerie's Traite de Droit Civil

De la Prescription, Sect, 199

اس میں لکھا ہے کہ "قبضہ اس کے سوائے کچھ نہیں ہے کہ ایک شخص اپنی ذات سے یا دوسرے شخص کے توسط سے کسی ایسے حق پر عمل کرتا یا اس سے متمتع ہوتا ہے جو اس کو کسی شے پر حاصل ہے یا اس حق کا وہ ادعا کرتا ہے۔ حق چاہے ملکیت سے متعلق ہو کہ کسی اور قسم کا قبضہ کی تعریف اور مفہوم میں اس سے کوئی فرق نہیں آسکتا۔ جس طرح حق ملکیت سے مقتنع ہونا اور استعمال میں لانا قبضہ ہے اسی طرح جائداد غیر کی پیداوار یا منافع سے متمتع ہونے کا حق (یوسس فرکٹس Usus fruotus) جائداد غیر کو تصرف میں لانے کا حق (یوسس Usus) کسی مکان کو مثل مکان مسکونہ استعمال کرنے کا حق (ہبی ٹیشیو۔ Habitatio) حق متوع (سروی ٹس۔ Servitus) وغیرہ کے بھی استعمال میں لائے جانے سے قبضہ کا وجود ہو سکتا ہے۔ قدیم قانون روما کی رو سے قبضہ اور یہ ہمشکل قبضہ (قبضۂ حق) میں جو فرق کیا جاتا تھا اور جس امتیاز کا ابھی تک باتغیر کے مسئلہ قبضہ میں وجود پایا جاتا ہے متروک ہو گیا ہے اور اس کا ترک کرنا جائز و صحیح ہے۔ ہماری رائے میں یہ فرق اسی غلط فہمی کا نتیجہ تھا جس کی وجہ سے اگلے زمانے کے قانون داں حضرات حق ملکیت اور اس شے میں جو اس حق کا موضوع ہو خلط ملط کرتے تھے۔ ہم نے متعدد بار سمجھایا ہے کہ حق کے استعمال میں لانے ہی کو قبضہ کہتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب شے پر آدمی قبضہ کرتا ہے اس سے قبضہ مراد نہیں ہو سکتا بلکہ اصل میں شخص اس حق پر جو اس کو حاصل ہے یا جس کا وہ ادعا کرتا ہے قابض ہوتا ہے۔ جس طرح حق ملکیت کا کسی شخص کے قبضہ میں رہنا صحیح و ممکن ہے اسی طرح سروی ٹیوڈ (حق در جائداد غیر) اور یوسو فرکٹ (حق تمتع از پیداوار و منافع غیر) وغیرہ کے حقوق پر آدمی کا قابض ہونا صحیح و جائز ہو سکتا ہے۔ لہذا شئے کے قبضہ کیلئے قبضہ اور حق کے قبضہ کے واسطے ہمشکل قبضہ کی اصطلاحوں کا استعمال جائز نہیں ہو سکتا اور قبضہ کی اس طرح جو دو قسمیں قرار دیکر جو اختلاف ان میں کیا جاتا تھا وہ ہرگز صحیح نہیں تھا بلکہ اس کو بے اصل اور بے سروپا سمجھنا چاہیے۔ اہرنگ اور برنز نے اپنی تصانیف میں بھی قبضہ کے متعلق اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

الحاصل جس طرح ملکیت کی دو قسمیں ایک ہی ہیں اسی طرح قبضہ کی دو شکلیں بھی اصل میں ایک ہیں۔ قبضہ کا مفہوم اس کے عام جامع اور وسیع معنوں کے لحاظ سے کسی دعوے یا حق کا مسلسل استعمال میں لایا جاتا یا اس پر عمل کرنا ہے۔

فصل ۶۱ نسبت مابین قبضہ اور ملکیت

اہرنگ لکھتا ہے کہ قبضہ ملکیت کا وجود خارجی ہے ملکیت کی حالت کو قبضہ کہتے ہیں جو شے بشکل حق ملکیت ہے وہی بشکل حقیقت و واقعہ قبضہ ہے۔ کسی ادعا کا فی الواقع یا از روئے حقیقت عمل میں لایا جانا قبضہ ہے اور اس ادعا کا بطور حق تسلیم کیا جانا ملکیت ہے۔ کوئی شے اس وقت میری ملک ہو سکتی ہے جب کہ سلطنت کی مرضی کا اظہار بذریعہ قانون ملک میرے اس دعوے کے برقرار اور بحال رکھنے کے واسطے کیا جاتا ہے جو میں اس شے کے متعلق کرتا ہوں اور اسی شے پر اس وقت میرا قبضہ ہو سکتا ہے جب کہ میں اپنی ذاتی خواہش سے اپنے ادعائے قبضہ کو اس شے کے متعلق برقرار رکھ سکتا ہوں۔ ملکیت ایک ایسی طمانیت ہے جو قانون ملک کے جانب سے مالک کو دی جاتی ہے اور حقیقت یا واقعات کے ذریعے سے جو طمانیت یا کفالت کسی شخص کو ملتی ہے وہ قبضہ ہے لیکن اگر کسی شخص سے ممکن ہو تو اس کے لئے وقت واحد میں کفالت کی ان دونوں صورتوں کا بہم پہنچانا مناسب ہے اور اکثر صحیح اور اعتدال کی حالتوں میں قبضہ اور ملکیت کا باہم وجود ہوتا ہے لیکن جب کسی شخص کو قانون ملک سے مدد نہ ملتی ہو یا وہ اس کے خلاف ہو تو اس کو کفالت واقعات پر (قبضہ) قناعت کرنی چاہیے جو بمقابلہ ملکیت زیادہ ناپائدار اور غیر معین ہے بلکہ جس شخص کی تائید میں قانون ملک ہو اس کو لازم ہے کہ واقعات او حقیقت کو بھی اپنا طرفدار بنائے چنانچہ قانون روما کا مقولہ ہے کہ خوش بخت اور صاحب اقبال ہے وہ شخص جو قبضہ رکھتا ہے۔ لہذا قبضہ ایسا مقابل اور جواب ہے ملکیت کا جو از روئے واقعات پایا جاتا ہو بلکہ وہ ایک ایسی ظاہری اور خارجی صورت ہے جس کے ذریعہ سے لوگ اپنے جائز (ملکیت کے) دعووں کا عموماً اظہار کرتے ہیں۔ بالعموم یہ دونوں چیزیں ایک ساتھ اور ایک ہی شخص کے پاس وجود پذیر ہوتی ہیں لیکن جب کبھی ان میں کی ایک شے کا ایک شخص کے پاس اور دوسری شے کا دوسرے شخص کے پاس وجود ہو تو اس کو

حالت مستثنیٰ سمجھنا چاہیئے بلکہ اکثر صورتوں میں کسی حادثہ سوئے اتفاق اور فعل ناجائز کے سبب سے ملکیت اور قبضہ میں افتراق پیدا ہوتا ہے اور کبھی فریقین مقدمہ کے خاص وجوہ ادعا کی بنا پر یہ دونوں چیزیں ایک ہی شخص کے پاس نہیں ہوتی ہیں۔ قبضہ بلا ملکیت ایک جسم بیجان ہے یعنی بلحاظ حقیقت اور واقعہ جسم کی ہستی پائی جاتی ہے لیکن اس میں حق (ملکیت) کی روح نہ ہونے سے جو عموماً قبضہ میں ہوتی ہے اس جسم کی محض ایک پتلے کی سی حیثیت ہے ایسا ہی ملکیت بلا قبضہ محض حق ہے اور حقیقت اور واقعہ کے ذریعے سے اس کا اظہار نہیں ہو سکتا حالانکہ عموماً اور صحیح طور پر ملکیت کا وجود اور ظہور اس طرح ہوتا ہے یہ دونوں چیزیں عموماً ملی جلی ہوتی ہیں۔ ملکیت کی کوشش قبضہ کے ذریعے سے اپنے وجود کو قائم کرنے کی ہوتی ہے اور قبضہ کی جد و جہد ملکیت کے ذریعے سے اپنے کو جائز بنانے کی رہتی ہے۔ قانون متعلق قدامت امتداد زمانہ کے زیر اثر اس طریقے کا تعین کرتا ہے قبضہ اپنے ماخذ حق کے بغیر پختہ ہو کر ملکیت بن جاتا ہے اور ملکیت بلا قبضہ مثل اس پودے کے جو سینچا نہ جائے کمھلا کر خشک ہو جاتی ہے[1]

[1] قبضہ کو ملکیت کا جواب یا مقابل کہنے میں اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ مقرر ان دونوں اصطلاحات کو ان کے وسیع ترین معنوں میں استعمال کرتا ہے جس میں ان کی دونوں قسمیں یا شکلیں شامل ہیں۔ ملکیت اور قبضہ کو ایک دوسرے کا مقابل ٹھہرانے میں اگر ہم اپنے ذہن میں صرف ملکیت مادی اور قبضہ کا تصور کریں تو جو مشابہت ہم ان دونوں میں قائم کرنا چاہتے ہیں وہ ناکمل رہجاتی ہے چنانچہ کثرت سے ایسے دعوے ہیں کہ اگر ان پر از روئے واقعہ عمل کیا جائے تو ان سے قبضۂ مادی کا وجود ہوتا ہے لیکن اگر ان ہی کو از روئے حق تسلیم کیا جائے تو ان سے ہستی ملکیت کا ظہور ہوتا ہے مثلاً اگرچہ اسامیوں محوںوں اور گروی رکھنے والوں کے پاس قبضۂ مادی رہتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ملکیت غیر مادی بھی ان ہی کو حاصل رہتی ہے۔ ان لوگوں کے قبضہ میں زمین یا چیز (جائداد منقولہ) ہوتی ہے مگر ان کی ملکیت وہ حق کفالت (یا بارڈالنے کا حق) ہے جو ان کو اس زمین (جائداد غیر منقولہ) یا چیز (جائداد منقولہ) پر حاصل ہے۔ کتاب کی ملکیت سے مراد اس عام یا باقی ماندہ حق کی ملکیت ہے جو مالک کو اس کتاب پر حاصل ہوتا ہے اور برخلاف اس کے قبضۂ کتاب کا مفہوم محض ایسا حق استعمال بلا شرکت کا قبضہ ہے جو کسی خاص وقت کے لئے قابض کو اس کتاب پر حاصل رہتا ہے ہماری اس صراحت کا

ملکیت اور قبضہ کا بالعموم ایک ہی موضوع ہوتا ہے۔ جو شے کہ مملوکہ ہوتی ہے وہی مقبوضہ بھی ہوتی ہے اور جس شے پر قبضہ ہوتا ہے وہی ملک بھی ہوتی ہے۔ لیکن یہ قول چند اہم مستثنیات سے خالی نہیں ہے۔ چنانچہ بعض ایسے دعوے ہیں جن کا حقیقت اور واقعہ کے ذریعہ سے وجود ہو سکتا ہے اور ان کا اسی ذریعے سے استعمال میں لایا جانا بھی ممکن ہے لیکن قانون ملک ان کے وجود اور استعمال کو تسلیم کرتا اور نہ ان کے بحال رکھے جانے میں ان کی امداد کرتا ہے کیونکہ نہ تو مدعی کو اور نہ کسی دوسرے شخص کو ان کے متعلق کسی قسم کا حق حاصل رہتا ہے۔ مثلاً لوگ حقوق تصنیف نشانات تجارت اور اسی طرح دوسرے سیکڑوں قسم کے اجاروں کے قابض ہو سکتے ہیں حالانکہ منجانب قانون ملک ان مرافق کے حقوق قانونی تسلیم کئے جانے اور انکی حفاظت قانونی کئے جانے کی نسبت انکار ہی کیوں نہ کیا جاتا ہو۔ اس طرح کے مرافق کی بابت جو دعوے پیش ہوتے ہیں ان کا بذریعۂ واقعہ ظہور ہوتا ہے اور قانون ملک کی امداد کے بغیر ان کے قیام اور وجود کے متعلق واقعات کے ذریعہ سے ان کے قابضین کو ایک حد تک اطمینان حاصل رہتا ہے اور ان کی قیمت قرار پاتی ہے۔

اس کے برعکس اکثر حقوق ایسے ہیں جن کا ملک میں شمار کیا جاتا ہے اور ان پر قبضہ کا اطلاق صادق نہیں آتا اس قسم کے حقوق کا شخص مالک ہو سکتا ہے لیکن ان کا قابض نہیں ہو سکتا اور ان کو اصطلاح میں حقوق عارضی کہتے ہیں۔ جن حقوق کا مسلسل استعمال نہیں ہو سکتا ان کا قبضہ بھی نہیں ہو سکتا۔ چونکہ اس قسم کے حقوق کو پورے طور سے استعمال میں لانے سے ان کی ہستی قائم نہیں رہ سکتی اس لئے ان پر قبضہ بھی نہیں ہو سکتا مثلاً دائن اپنے دین کا جو اسے وصولی طلب ہے قابض نہیں ہے کیونکہ یہ ایک عارضی حق ہے اور جب وہ اس پر عمل کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنی ماہیت اور فطرت کے لحاظ سے قائم نہیں رہ سکتا بلکہ فنا ہو جاتا ہے اور برخلاف اس کے شخص کو زمین پر حق آسائش کا قبضہ حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ اس حق کے مسلسل استعمال اور مسلسل وجود میں مطابقت و یگانگت ہے استعمال کے ذریعے سے اس حق کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مقصد یہ ہے کہ جس صنعت زبان کا ملکیت پر اطلاق کیا جاتا ہے اس کا قبضے پر نہیں اطلاق کیا جاتا لہذا اکثر قسم کا قبضہ مادی ملکیت غیر مادی کا مشابہ اور جواب ہے ۱۲۔

وجود زائل نہیں ہو سکتا اور یہی سبب ہے کہ عموماً فرائض اور واجبات (یعنی حقوق خلاف شخص جو ضد ہیں حقوق متعلق شے کے) کا قبضہ نہیں ہو سکتا۔ اس مقام پر اس امر کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے کہ حقوق متعلق شے میں تواتر استعمال تسلسل استعمال و تمتع کے مساوی سمجھا جاتا ہے غیر کی زمین پر میں اپنی متواتر آمد و رفت رکھنے سے اس پر اپنے لئے حق مرور کا قابض ہو سکتا ہوں اور اسی طرح تمتع مسلسل کے ذریعے سے میں زمین غیر پر حق روشنی یا حق امداد پہلوئی کا قبضہ پا سکتا ہوں لہذا انسان کے لئے فرائض پر بھی قبضہ کرنا ممکن ہے بشرطیکہ ان کی ایسی ماہیت اور فطرت ہونی چاہیے جس کی وجہ سے وہ انسان کے مسلسل فعل اور عمل کے متحمل ہو سکیں اور ان کی ہستی فنا نہ ہونے پائے مثلاً یہ کہنا جائز ہے کہ مالک زمین یا مکان اپنے زر تحصیل یا زر کرایہ کا قابض ہے جس شخص کو سالانہ رقم وصول ہوتی ہے وہ اپنی سالانہ رقم کا قابض ہے وثیقہ دار (بانڈ ہولڈر یعنی شخص جو کسی سرکار یا کمپنی کا رقعہ مشعر قرضہ رکھتا ہو) اپنے اس سود کا جو اسے وصول طلب ہے قابض ہے اور آقا اپنے ملازم کی خدمات کا قابض ہو سکتا ہے[۱]۔

سب سے آخر میں ہم قبضہ غیر مادی کے متعلق ایک نکتہ بیان کئے دیتے ہیں۔ اگرچہ ایسے تمام حقوق پر جن میں تسلسل اور تواتر پایا جاتا ہے انسان کا فی الواقع قبضہ ہو سکتا ہے لیکن اس صفت سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ قانون کا اس قسم کے قبضہ کو تسلیم کرنا یا اس کو نتائج قانونی سے متصف کرنا اس کے لئے ضروری اور نفع بخش ہے ان امور کی بحث کہ قانون کس حد تک قبضۂ غیر مادی کے وجود کو مانتا اور از روے قانون اسکے نتائج کا کیا اثر ہو سکتا ہے اس مقام پر غیر متعلق ہے بلکہ ان باتوں کا ہر ایک سلطنت

---

[۱] ونڈ شیڈ جلد ۲ دفعہ ۱۶۴ "اس سوال کا جواب کہ حقوق متعلق اشیاء کے سوائے دوسرے کون سے حقوق ہیں جن پر انسان کا قبضہ ہو سکتا ہے یہ ہے کہ بلحاظ اصول دنیا میں ہر ایک ایسا حق جس کا مسلسل استعمال ہو سکتا ہے قبضہ کئے جانے کے قابل ہے"۔
اسی طرح اہرنگ نے بھی اپنی تصنیف متعلق قبضہ کے صفحہ ۱۵۰ پر لکھا ہے کہ "تصور قبضہ کا ان تمام حقوق پر اطلاق ہو سکتا ہے جن کا وجود اور ہستی ہو سکتی ہے یعنی جن حقوق کا استعمال کیا جانا یا جن حقوق پر عمل کرنا انسان کے مشاہدے میں آسکتا ہے۔ برنز نے بھی اپنی تصنیف میں اسی مضمون کا اعادہ کیا ہے۔

کے نظام قانونی سے تعلق ہے۔

فصل ۷۔ قبضہ اور اس کا چارۂ کار

قبضہ ایک نہایت عمدہ ماخذ حق ہے اور قانون انگلستان کی رو سے قابض اپنے اس ماخذ حق کو ہر ایک ایسے شخص کے مقابلے میں جو اس سے بہتر ماخذ نہیں دکھا سکتا کامیابی کے ساتھ پیش کر سکتا ہے چنانچہ قابض ناجائز کے حقوق بھی بجز مالک اصلی و بقابضین متقدمین دوسرے تمام اشخاص کے مقابلے میں مثل حقوق مالک کے سمجھے جاتے ہیں اکثر ممالک غیر کے نظامات قانونی میں قابض کی اس سے بھی زیادہ رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے اور اصلی مالک کے مقابلے میں بھی قبضہ (حق ملکیت کا) ایک عارضی یا سرسری ماخذ خیال کیا جاتا ہے حتیٰ کہ قابض ناجائز بھی بصورت بیدخلی محض قابض ہونے کا عذر پیش کرنے سے ہر ایک شخص کے مقابلے میں بیدخل شدہ جائداد کا قبضہ پا سکتا ہے بلکہ مالک اصلی بھی جو اپنے طور پر قابض ناجائز کے قبضے کو اٹھاتا ہے قبضہ واپس کرنے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے اور اس کو عدالت اپنے بہتر اور اعلیٰ ماخذ حق کو پیش کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ ان ممالک کے ضابطہ کا مقصد ہے کہ مالک کو بمقابلہ قابض ناجائز اپنے قبضے سے دست بردار ہو کر دخل یابی کا ضابطہ چارہ کار رہبر بنائے حق ملکیت اختیار کرنا چاہئے اور ان ملکوں کے قانون کے منشا کے مطابق قابض اس وقت تک اپنا قبضہ قائم رکھنے اور دخل پانے کا مستحق سمجھا جاتا ہے جبتک کہ فیصلہ عدالت کی رو سے وہ اپنے قبضے سے محروم نہ کیا جائے۔

تائید و تحفظ قبضہ کے لئے جن چارہ کار ہائے قانونی کا تعین کیا گیا ہے وہ چارۂ کار متعلق قبضہ کہلاتے ہیں اور جس چارہ کار کے ذریعے سے ملکیت کی حفاظت کی جاتی ہے اس کو چارہ کار (یا دادرسی) متعلق ملکیت کہتے ہیں۔ زمانۂ موجودہ اور قرون وسطیٰ کے ممالک یورپ کے قانون دیوانی میں اس قسم کے چارۂ کار کے لئے متضاد اصطلاحات دعویٰ ملکیت اور دعویٰ قبضہ کا استعمال کیا جاتا ہے[1]۔

---

[1] بطور تمثیلات دیکھو جرمن سول کوڈ دفعات ۸۵۸ - ۸۶۱ - ۱۰۰۴ اور اٹلین سول کوڈ دفعات ۶۹۴ تا ۶۹۶۔

ان دو قسموں کے چارہ کار اور ان کے سلسلے میں قبضہ کی جو حمایت کی جاتی ہے اس کا ماخذ اور مبدء قانون روما ہے لوگوں نے اس طریقہ کو قانون روما سے لیکر قانون کلیسائی میں داخل کیا جہاں وہ درجۂ کمال کو پہنچا اور قانون کلیسائی کے توسط سے یورپ کے زمانۂ وسطی کے قانون اور ضابطہ میں اس نے بہت وسعت حاصل کرلی تا اینکہ ممالک یورپ کے موجودہ نظامات قانونی میں بھی ان دعووں اور حمایت قبضہ کو رائج رکھا گیا ہے۔ اگرچہ قانون انگلستان میں بھی اگلے زمانے میں ان امور کا بہت لحاظ کیا جاتا تھا لیکن مدتوں سے پہلے سے اس طریقہ کارروائی کو غیر ضروری پیچیدہ اور ناموزوں خیال کرکے ترک کردیا گیا ہے۔

حمایت قبضہ کے متعلق جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں ان پر بہت کچھ بحثیں ہوچکی ہیں اور ان کا اس مقام پر بیان کرنا مفید و مناسب بھی نہیں ہے بہرحال تین قوی دلیلیں ایسی ہیں جن کا ذیل میں بالاجمال ذکر کیا جاتا ہے۔

ا۔ بذریعہ تشدد اپنی مدد آپ کرنے کے اس قدر نتایج بد پیدا ہوتے ہیں کہ ہر ایک شخص کو جو اپنی مدد آپ کرتا ہے سلطنت کو روکنا لازم ہے اور جو فوائد اس کو اس طریقے سے حاصل ہوتے ہیں ان سے اس کو محروم کرنا بھی سلطنت کا فرض ہے۔ جو شخص اپنی شے دوسرے سے حتیٰ کہ چور ہی کیوں نہ ہو جبر و تشدد سے چھین لے اس سے وہ شے اس دوسرے شخص کو واپس دلانی چاہیے کیونکہ قانون ملک نے مالک کے لیے چارۂ کار مقرر کیا ہے اور اس کو اس تدبیر پر قناعت کرنا لازم ہے۔ لیکن ہماری رائے میں یہ دلیل اس قوم یا ریاست (طرز تمدن) کے لئے جائز اور مفید ثابت ہوسکتی ہے جہاں اپنی شکایت اور تکلیف کو آپ بذریعہ جبر و تشدد رفع کرنے کی برائیاں بہت زیادہ خطرناک ہوتی ہیں اور اس زمانے کی مہذب و متمدن سلطنتوں میں اپنی شکایت آپ رفع کرنا چنداں مضر اور خطرناک نہیں ہے۔ مالک جائز سے اس کی جائداد بجبر لیکر مداخلت بیجا کرنے والے کے حوالے کرنے والے کی بہ نسبت تشدد ناجائز کی مثل جرائم معمولی کے تحقیقات کرکے تشدد کرنے والے کو سزا دینا اور جائداد کو صحیح کارروائی قانونی کے ذریعے سے مالک کو واپس دلانا بتجربے سے زیادہ مفید و موزوں ثابت ہوا ہے لیکن بصورت جائداد منقولہ قانون انگلستان میں قابض ناجائز کے ساتھ ایسی خفیف رعایت تک ملحوظ نہیں رکھی گئی ہے

بلکہ جو مالک اپنی شئے (جائداد منقولہ) قابض ناجائز سے بجبر حاصل کر لیتا ہے اس کا فعل از روئے قانون جائز خیال کیا جاتا ہے لیکن (مالک کا) بجبر (اپنی زمین پر قبضہ کر لینا جرم میں شمار کیا جاتا ہے۔

۲۔ دوسری دلیل جو قبضے کے چارہ کار اور دعوے کی تائید میں پیش کی جاتی ہے اس کا سبب قدیم زمانے کے ان دعووں کے طریقے کا نہایت شدید نقص ہے جو ملکیت کے متعلق قرار دئے گئے تھے۔ ضابطہ جس کے ذریعے سے مالک اپنی جائداد کو واپس لے سکتا تھا نہایت ناموزوں ناکافی اور ناقابل برداشت مدت پر مبنی تھا۔ جس طریقے پر مدعی چلنا چاہتا تھا گویا خطرات اور پوشیدہ گڑھوں سے پر ہوتا تھا اور قدم بہ قدم اس کو اپنے پیر پھسلنے اور کسی ایک گڑھے میں گرنے کا اندیشہ رہتا تھا شاذونادر ہی کوئی خوش قسمت مدعی ضابطے کی اس پر خطر راہ سے بہ خیر و خوبی عبور کر کے منزل مقصود تک پہنچ سکتا تھا۔ اس ضابطے کی رو سے مدعی کو اپنے دعوے میں بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور مدعی علیہ جو قابض جائداد ہوتا بمصداق مقولہ القبضۃ دلیل الملک نہایت فائدے میں رہتا تھا لہذا کسی شخص کو (منجانب سلطنت) اس امر کا موقع نہیں دیا جاتا تھا کہ وہ بذریعۂ تشدد اپنے لئے سہولت پیدا کرنے کی غرض سے اپنے کو مدعی علیہ بنائے اور اپنے حریف کو اس طرح کے خطرے اور دشواری میں پھنساوے جو ہر ایک مدعی کو اس ضابطے کی رو سے پیش آتی تھی۔ اس زمانے کے ضابطے کے مطابق جب تک فریقین میں پہلے کی سی حالت قائم نہیں ہوتی اور قبضہ اس فریق کو واپس نہیں کیا جاتا جس کے پاس مقدمہ رجوع ہونے کے پہلے وہ تھا عدالتیں جائداد متنازعہ فیہ کے متعلق فریقین کی بحث حقیت کو سماعت نہیں کرتی تھیں۔ بہر حال اگلے زمانے میں اس قسم کے دلائل اور خیالات کا لوگوں کے قلوب پر خواہ کتنا ہی اثر کیوں نہ ہوتا ہو اور خواہ وہ ان کے تسلیم کرنے کے لئے کتنا ہی آمادہ کیوں نہ ہوں لیکن ان کا اس زمانے میں کچھ اثر باقی نہیں رہا ہے۔ جن ملکوں میں ضابطۂ عدالت دانشمندی سے معقول اور مفید بنایا گیا ہے اس کی رو سے مدعی کو بھی وہی سہولتیں حاصل ہیں جو مدعی علیہ کے لئے اگلے وقتوں میں محفوظ رکھی گئی تھیں زمانۂ موجودہ کا قانون ملک فریقین مقدمہ کے حق میں یکساں ہے اور کسی فریق کی طرفداری نہیں کی جاتی۔

۳۔ چارہ ہائے کار قبضہ کی تائید میں ایک تیسری دلیل پیش کی جاتی ہے جو دوسری دلیل سے زیادہ مشابہ ہے اور اس کی بنا دشواری ثبوت ملکیت خیال کی جاتی ہے۔ ہر ایک شخص کے لیے اپنے قبضہ کا ثبوت دینا ملکیت کے ثبوت پیش کرنے سے (خصوصاً جس ملک میں حق ملکیت اور ماخذ حق کا رجسٹر کرنے کا طریقہ نہ ہو) کہیں زیادہ آسان ہے اور اسی وجہ سے قدیم زمانے میں حکومت اور عدالتیں ایک فریق کو بذریعہ تشدد اپنی بلا (بار ثبوت) دوسرے فریق کے سر ڈالنے کا موقع دینا خلاف انصاف خیال کرتی تھیں بلکہ ہر ایک شخص کو اپنا بوجھ آپ اٹھانا پڑتا تھا اور اسی اصول پر اس زمانہ کا ضابطہ عدالت مبنی تھا۔ یورپ کے بعض ملکوں میں جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا گیا ہے از روے ضابطہ ہر ایک شخص کو اپنا بوجھ آپ اٹھانے پر محمل کیا جاتا ہے۔ اگر مالک اپنی شے کسی دوسرے سے بجبر حاصل کرے تو اس کو وہ شے پہلے اس شخص کو واپس کرنا اور بعدازاں اپنی ملکیت کا ثبوت دینا لازم ہے اور جب تک ایسا نہ کیا جائے قانون ملک اس کو وہ شے نہیں دلاتا جس کو اپنے طور لینے کی اسے اجازت نہیں ہے۔ چونکہ انگلستان میں اس طریقے کی خرابی اور ناموزونیت سے عدالتیں مدتوں پہلے واقف ہو چکی تھیں اس لئے وہاں کے قانون میں اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرا طریقہ زمانۂ دراز سے جاری کیا گیا ہے جو زیادہ اطمینان بخش اور معقول ہے اس ضابطہ میں کچھ ایسی مناسبت سے بار ثبوت کا قاعدہ مقرر کیا گیا ہے جس سے فریقین کے حق میں کسی قسم کی ناانصافی نہیں ہوسکتی اور اس ناموزوں اور تکلیف رساں قاعدہ پر عمل کرنے کی مطلق ضرورت محسوس نہیں ہوتی جس کی وجہ سے مالک کے مقابلے میں قابض کی حمایت کی جاتی ہے۔ قانون انگلستان میں مندرجہ ذیل تین قواعد پر عمل کیا جاتا ہے:۔

۱۔ بادی النظر میں قبضۂ مقدم ثبوتِ ماخذ حق (ملکیت) سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ معمولی دعواے ملکیت میں مدعی کو صرف اس ثبوت کے سوائے کہ اس کا قبضہ مدعی علیہ کے قبضہ سے دیرینہ ہے کسی دوامر کے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور قانون اس قبضۂ مقدم کی بنا پر اس کے ماخذ حق کو مدعی علیہ کے ماخذ حق سے بہتر قیاس کرتا ہے۔ جو شخص بلحاظ وقت مقدم ہے اسی کے حق کو تقدیم ملنی چاہیے۔

۲۔ مدعی علیہ کو اس قیاس کے رد کرنے کی بخوبی آزادی حاصل ہے اگر وہ اپنے

ثبوت کے ذریعے سے اپنا بہتر ماخذ حق ثابت کر سکتا ہے۔

۳۔ مدعی علیہ کو اپنی جواب دہی شخص ثالث کے حق پر مبنی کرنے کی اجازت نہیں ہے یعنی عدالت اس کے اس عذر کو کہ نہ تو مدعی اور نہ وہ خود بلکہ ایک تیسرا شخص شے متنازعہ کا مالک ہے سماعت نہیں کرتی بلکہ اصول یہ ہے کہ ہر ایک شخص کو خود حاضر ہو کر اپنے ماخذ حق (ملکیت) کی حفاظت کرنی چاہیے اور اس لئے الف اور ب کے مقابلے میں ج کا حق غیر متعلق سمجھا جاتا ہے۔

ان تین قواعد کے مشترک عمل اور اثر کے ذریعے سے وہی غرض حاصل ہو سکتی ہے جس کے لئے ایک نہایت ناموزوں طوالت طلب اور دشوار طریقے سے قدیم زمانے میں کام لیا جاتا تھا اور متخاصمین کو بمقابلہ یک دیگر ملکیت اور قبضہ کے دو متضاد دعوے[1] دائر کرنے پڑتے تھے۔

تیرھویں اور چودھویں باب کا خلاصہ

قبضہ { (قبضہ واقعی (قبضہ از روے واقعہ)، (قبضہ قانونی (قبضہ از روے قانون) }

قبضہ قانونی { ۱۔ سی زن (قبضہ زمین)، قبضہ۔ }

قبضہ { مادی۔ قبضہ شئے۔، غیر مادی۔ قبضہ حق }

قبضہ مادی کسی شے مادی کے متعلق اپنے دعوے پر بلا شرکت غیرے مسلسل عمل کرنا۔

عناصر قبضہ مادی { اپنے قابو میں رکھنے کی نیت، جسم (شے مقبوضہ) }

---

[1] اشر بنام وٹ لاک لا رپورٹ کوئینز بینچ جلد ا صفحہ ۱۔ آر مری بنام ڈلا مری اسٹرا مین جلد ا صفحہ ۵۰۴۔ سمتھس لاکیسیز طبع دہم صفحہ ۳۴۴۳ برجیز بنام باکس ورتھ لا جرنل کوئینز بینچ جلد ۲ صفحہ ۵۷۔

اپنے قابو میں رکھنے کی نیت ؛۔

ا۔ اس کے متعلق جو دعوے کیا جاتا ہے اس کا کسی حق پر مبنی ہونا ضرور نہیں ہے۔

۲۔ اس کا بلا شرکت غیرے ہونا لازم ہے۔

۳۔ شئے مدعا بہا کو مثل مالک استعمال میں لانے کے لئے ادعا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۴۔ اس ادعا کا کسی ایک مخصوص شخص کی جانب سے کیا جانا ضرور نہیں ہے۔

۵۔ دعوے کا مخصوص ہونا بھی لازم نہیں ہے۔

جسم قبضہ (شئے مقبوضہ)۔ نیت قبضہ کا موثر طور پر عمل میں لایا جانا تصرف وتمتع کے لئے کفالت کا کام دیتا ہے۔

عناصر شئے مقبوضہ:۔

اول ایک ایسی نسبت یا تعلق مابین قابض اور دیگر اشخاص جس کی وجہ سے مداخلت وتصرف اغیار کی بابت طمانیت ہو سکے۔

اس طمانیت کے اسباب:۔

ا۔ قوت جسمانی۔

۲۔ موجودگی ذات (قابض کا اپنی ذات سے شئے مقبوضہ پر یا اس کے نزدیک موجود تھا)

۳۔ پوشیدگی۔

۴۔ رواج۔

۵۔ دعویٰ جائز کا لحاظ کیا جانا۔

۶۔ اظہار نیت مالکانہ۔

۷۔ تحفظ قبضہ (زیر بحث) جو دوسرے اشیاء پر قبضہ رکھنے کے سبب سے وجود پذیر ہوتا ہے شخص کے حقوق جو کسی چیز کو پڑا ہوا پا لیتا ہے (یا لاوارث سمجھ کر اٹھا لیتا ہے)۔

دوم ایسی نسبت مابین قابض و شئے مقبوضہ جس کی وجہ سے قابض کو اپنی مرضی کے موافق شئے مقبوضہ پر متصرف ہونے کا اطمینان ہو۔

قبضہ { بلا واسطہ - بلا توسط احدے -
بلواسطہ - بتوسط شخص دیگر

قبضہ بالواسطہ { ۱- بتوسط ملازمین و نائبین
۲- بذریعہ محولین اور ایسے اسامیان جن کی بیدخلی مالک کی مرضی پر منحصر ہوتی ہے -
۳- بتوسط قابضین عارضی -

نسبت مابین قابض بالواسطہ اور بلا واسطہ'
دخل و شرکت غیر سے قبضہ کا معرا ہونا' -
قبضہ مشترکہ یا قبضۂ باہمی کی مخصوص اور مستثنےٰ اشکال:-
۱- بالواسطہ اور بلا واسطہ قبضہ -
۲- قبضۂ مشترکہ -
۳- مادی اور غیر مادی قبضہ -

طریقۂ حصول قبضہ -
۱ یحصیل (لینا - حاصل کرنا)
۲- حوالگی { واقعی (حقیقی) ۱- حوالگی دست بدست -
معنوی (مجازی) ۲- اقرار متعلق قبضہ -
۳- انتقال و تبدیل -

قبضہ کی اصلیت قوت جسمانی کے ذریعہ سے مداخلت غیر کو دفع کرنا نہیں ہے -

قبضہ غیر مادی:-
اُس کی ماہیت - ہر ایک ایسے دعوے کا مسلسل اور متواتر عمل میں لایا جانا جس کا کسی شے مادی سے تعلق نہ ہو اور جس کو بلا شرکت غیرے استعمال میں لانے کا قابض مدعی ہو -

نسبت مابین قبضۂ غیر مادی اور مادی -
قبضہ کا عام اور وسیع تصور -
نسبت مابین قبضہ و ملکیت -
قبضہ سے مراد کسی دعوے پر از روئے واقعہ عمل کرنا ہے -

ملکیت سے مراد کسی دعوے کا از روے حق تسلیم کیا جانا ہے۔
موضوعات ملکیت و قبضہ کی یکسانی و مشابہت۔
مستثنیات:
۱۔ اشیا جو مقبوضہ ہو سکتی ہیں لیکن مملوکہ نہیں بن سکتی ہیں۔
۲۔ اشیا جو مملوکہ ہو سکتی ہیں لیکن مقبوضہ نہیں بن سکتی ہیں۔
چارہ ہاے کار قبضہ (دعاوی متعلق قبضہ):
۱۔ ان کی ماہیت۔
۲۔ ان کے اغراض۔
۳۔ ان کا قانون انگلستان سے اخراج۔

پندرھواں باب

اشخاص

فصل ۱۰۸ ماہیت شخصیت

اس باب میں ہم تصور شخصیت کی ماہیت کو دریافت کرنا چاہتے ہیں لوگ اُس آسان تدبیر سے کہ شخص کا مفہوم انسان اور آدمی ہے تصور شخص کی تحقیق کرنے کی دشواری سے جو گریز کر جاتے ہیں ہماری رائے میں صحیح نہیں ہے کیونکہ اصطلاح شخص اور شخصیت کے معنوں میں ایسے اشخاص بھی داخل ہیں جو آدمی اور انسان نہیں ہیں اور اس طرح کا استعمال غیر قانونی زبان یعنی روزمرہ میں بھی رائج ہے شخصیت کی اصطلاح بلحاظ مفہوم آدمیت اور انسانیت سے کہیں زیادہ مبہم اور وسیع ہے چنانچہ معبودوں فرشتوں اور ارواح مردگان پر بھی اشخاص کا اطلاق کیا جاتا ہے اور جس طرح انسان کو شخص کہتے ہیں اسی طرح ان چیزوں کو بھی شخص کہا جاتا ہے۔ بلحاظ روزمرہ زبان جو امتیاز شخص اور انسان کے معنوں میں ہے وہ قانون کی زبان میں بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔ قانون میں بعض انسان اشخاص نہیں سمجھے جاتے ہیں مثلاً جس نظام قانونی میں غلاموں کو ناقابل حصول حقوق و فرائض قرار دیا گیا ہے اس قانون کی رو سے غلام شخص نہیں ہو سکتا یعنی غلام کی شخصیت قانونی معدوم ہو کر اس میں حقوق و فرائض کے حاصل کرنے اور ان پر قابض رہنے کی قابلیت نہیں سمجھی جاتی بلکہ اس قسم کے نظام قانونی میں غلام مثل مویشی کے اشیا متصور ہوتے اور موضوعات حقوق سمجھے جاتے ہیں اور چونکہ اس قانون کی رو سے وہ اشخاص نہیں ہیں اس لئے وہ صاحبان و حاملانِ حقوق نہیں بن سکتے اس کے برعکس قانون بعض ان چیزوں کو اشخاص مانتا ہے جو آدمی نہیں ہیں مثلاً تصور قانونی میں جائنٹ اسٹاک کمپنی (کمپنی سرمایہ مشترک) اور مجلس بلدی (میونسپل کارپوریشن۔ محکمۂ صفائی) اشخاص ہیں اور اگرچہ یہ چیزیں حقیقی نہیں بلکہ مجازی اور فرضی اشخاص ہیں لیکن قانون میں) یہ انسان نہیں ہیں۔ اس طرح کی

شخصیت رکھنے والی جماعتوں کو قانون انسانیت سے نہیں بلکہ مجازاً شخصیت سے متصف کرتا ہے۔

نظریۂ قانونی کی رو سے اور جہاں تک اس کا تعلق ہے ہر ایک ایسی مخلوق جو حقوق و فرائض حاصل کرنے اور رکھنے کے قابل شخص ہو سکتی ہے جس مخلوق میں خواہ وہ انسان ہو کہ نہیں یہ قابلیت ہے وہ شخص ہے اور جس مخلوق میں خواہ وہ انسان ہی کیوں نہ ہو یہ قابلیت نہیں ہے وہ شخص نہیں ہے شخص بمنزلہ جوہر ہے اور حقوق و فرائض اس کے عرض ہیں یہی ایک خاص وجہ ہے جس کے سبب قانون میں شخص کی اہمیت اور حیثیت قرار دی گئی ہے اور قانون میں جو شخص کی حیثیت تسلیم کی گئی ہے اس پر اسی ایک نقطۂ خیال سے غور کرنا چاہیے۔

لیکن ہم شخصیت کے اس تجزیہ میں ایک اور امر کا اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ کوئی مخلوق اس وقت تک حقوق حاصل کرنے اور رکھنے کے قابل نہیں ہو سکتی جبتک کہ وہ ایسے مرافق پانے اور رکھنے کے قابل نہ ہو جو دوسروں کے افعال سے متاثر ہو سکتے ہوں کیونکہ ہر ایک حق اس قسم کے پوشیدہ مرافق پر مبنی ہوتا ہے۔ ایسا ہی کوئی مخلوق اس وقت تک فرائض کا حامل نہیں ہو سکتی جبتک وہ ان افعال کے کرنے کے قابل نہ ہو جن سے دوسروں کے مرافق متاثر ہو سکتے ہوں لہذا کسی مخلوق کو حقوق و فرائض سے متصف کرنے کے لئے اسے ان حقوق و فرائض کی بنیاد مرافق و افعال کو قرار دینا ضرور ہے۔ پس بلحاظ ان امور کے شخص کی تعریف اس طرح کی جا سکتی ہے کہ اغراض قانونی کے لحاظ سے شخص وہ مخلوق ہے جس کو قانون ملک مرافق اور اس لئے حقوق کے حاصل کرنے اور رکھنے اور جیسے افعال کے کرنے اور بدیں وجہ فرائض کے حامل ہونے کی قابلیت سے متصف کرتا ہے۔

جن اشخاص کی اس طرح تعریف کی گئی ہے ان کی دو قسمیں ہیں قدرتی اور قانونی۔ شخص قدرتی وہ مخلوق ہے جس کو قانون ملک فی الواقع اور صحیح طور پر شخصیت سے متصف کرتا ہے اشخاص قانونی وہ مخلوقات ہیں جو خواہ وہ حقیقی ہوں کہ مجازی منجانب قانون ملک فرضی طور پر شخصیت سے متصف کئے جاتے ہیں اور ازروئے حقیقت ان کی شخصیت معدوم رہتی ہے۔ حقیقت اور قانون دونوں میں اشخاص قدرتی اشخاص متصور ہوتے ہیں لیکن اشخاص قانونی محض قانون میں نہ کہ حقیقت میں اشخاص سمجھے جاتے ہیں[1]۔

[1] شخص قانونی کو اصطلاحاً فرضی، قانونی، مصنوعی اور اخلاقی شخص بھی کہتے ہیں۔ ۱۲

فصل ۹۰۔ حیوانات ادنی کی حیثیت قانونی

محض انسان ایک ایسی مخلوق ہے جس پر شخص قدرتی کا اطلاق صادق آتا ہے اور اس لئے جانوروں کو اشخاص کہنا جائز نہیں ہے بلکہ قانون میں جانوروں کو اشیا کے زمرے میں داخل کیا گیا ہے اور اس لئے بہائم وغیرہ حقوق و فرائض قانونی کے موضوعات خیال کئے جاتے ہیں جانور حقوق و فرائض کے مالک و حامل نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ جانوروں میں مثل انسانوں کے افعال کے کرنے اور مرافق پر قابض ہونے کی قابلیت ہوتی ہے لیکن قانون میں ان کے افعال نہ تو جائز ہی سمجھے جاتے ہیں اور نہ خلاف قانون۔ منجانب قانون افعال حیوانات کی اجازت ہے اور نہ ممانعت۔ بریں ہم اقوام قدیمہ کے ضابطے میں بعض جانوروں کو ان کے افعال کی سزا دینے کے متعلق پس و پیش نہیں کیا جاتا تھا مثلاً اگر کوئی جانور قتل انسان کا مجرم قرار پاتا ہو تو اس کی قانونی تحقیقات ہو کر اس کو موت کی سزا دی جاتی تھی چنانچہ اگر کسی بیل کے سینگ بھونکنے سے کوئی مرد یا عورت ہلاک ہو جائے تو یقیناً وہ بیل سنگسار کیا جائے گا اور اس کا گوشت حرام قرار پائے گا[1] بہرحال یہ اس زمانے کے لوگوں کا تصور تھا جس کو ختم ہو کر صدہا سال گزر گئے اس پر بھی اس زمانے کے قانون میں ابتک ان ایام قدیمہ کی یادگار ایک قاعدے کے ذریعے سے باقی رکھی گئی ہے۔ اگر کسی شخص کا جانور مداخلت بیجا کا مرتکب ہو تو جس طرح آقا اپنے ملازم کے فعل کے لئے یا مالک غلام اپنے غلام کے فعل کے واسطے ذمہ دار ہے اسی طرح جانور یا مویشی کے مالک پر اس کے جانور کی مداخلت بیجا کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے[2] لیکن پرانے زمانے کے اور زمانہ حال کے

---

[1] توراۃ کتاب ۲ فصل ۲۱ آیت ۲۸۔ قوانین افلاطون صفحہ ۸۷۳ میں اسی قسم کا مضمون درج ہے ۱۲۔

[2] ایلس بنام لافٹس آئرن کمپنی لا ریورٹ پریوی کونسل جلد ۱۰ صفحہ ۱۳ ان جانوروں کی نسبت جو زمین پر مداخلت بیجا کرتے ہیں مدعی علیہ (مالک مویشی) کا عذر کہ اس نے اپنے مویشی کو غیر کی زمین پر جانے نہ دینے کے متعلق پوری احتیاط کی تھی اور اسے اطمینان تھا کہ اس کا جانور مداخلت بیجا کا مرتکب نہیں ہو سکتا تھا اور یہ اپنے جانور کے فعل کے نتیجہ کا پہلے سے اندازہ نہ کر سکا قابل پذیرائی

قانون میں ایک بہت بڑا فرق ہے ہرچند قانون مالک جانور پر اس کے فعل ناجائز کے سبب سے ایک قسم کی نیابتی ذمہ داری عائد کرتا ہے تاہم اس کی وجہ سے قانون میں جانور کی شخصیت تسلیم نہیں کی جاتی۔

چونکہ قانون میں جانوروں کے حقوق و فوائد تسلیم نہیں کئے جاتے ہیں اس لئے حیوانات قانون کی نظروں میں حقوق فرائض قانونی کے حاصل کرنے اور رکھنے کے قابل نہیں سمجھے جاتے ہیں۔ قانون انسانوں کے لئے بنایا جاتا ہے انسانوں کو جانوروں کے ساتھ موانست واتحاد پیدا کرنے کی غرض سے فرائض کی زنجیروں میں نہیں باندھا گیا ہے۔ اگر اس علم اخلاق کی رو سے جس میں تمام کائنات کے مختلف ذی روح کے گروہ کے نفع اور خوش حالی کا لحاظ کیا جاتا ہے حیوانات ادنیٰ کے کم سے کم اخلاقی حقوق ہو سکتے ہیں تو بھی اس قسم کے حقوق کسی نظام قانونی میں تسلیم نہیں کئے جا سکتے۔ اس میں شک نہیں کہ انسان کے جس فعل سے کسی جانور کو جسمانی ضرر پہنچے تو وہ اس کے مالک یا معاشرت انسانی (ریاست) نہ کہ اس جانور کے مقابلے میں جرم متصور ہوتا ہے۔ کوئی جانور حتیٰ کہ کسی ایسے امین کے ذریعے سے جو انسان ہو جائداد کے متعلق امانت ہی قائم کیوں نہ کی جائے جائداد کا مالک نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی موصی اپنے چاہیتے گھوڑوں یا کتوں کی پرورش کے لئے اپنی جائداد امنا کو منتقل کر دے تو اس کے ایسا کرنے سے کسی جائز امانت کا قیام نہیں ہو سکتا اور نہ اس امانت کے حیوانات ماموں لہا اس امانت کو (بامداد عدالت) نافذ کرا سکتے ہیں۔ بہرحال اس قسم کی امانت یا وقف کا صرف اس قدر اثر ہو سکتا ہے کہ اگر مناسب سمجھیں تو جائداد ماموںہ (وموقوفہ) کو کلاً[۵] یا جزاً حسب وصیت موصی اس کے جانوروں کی پرداخت پر صرف کر سکتے ہیں اور جائداد سے جو کچھ بچے وہ موصی کے قائم مقامان قانونی کو بطور رد ّو مل جائے گا۔

بہرحال وہ امور ہیں جن کی بابت قانون میں جانوروں کو حقوق رکھنے کے قابل تصور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ نہیں ہے کیونکہ اگر یہی فعل مدعی علیہ کی ذات سے واقع ہوتا تو مداخلت بیجا سمجھا جاتا" اس کے ساتھ مقابلہ کرو جسٹینین انسٹی ٹیوٹس کتاب ۴ فصل ۹۔

[۵] بمعاملہ ڈین چانسیری ڈیویژن جلد ۱ ۴ صفحہ ۵۵۲۔

کیا گیا ہے۔

اولاً۔ جانوروں پر ظلم کرنا ناجائز سمجھا گیا ہے اور جو ظلم و بیرحمی جانوروں کے ساتھ کی جاتی ہے وہ قانوناً جرم ہے۔

ثانیاً۔ کسی منفرد جانور کے لئے نہیں بلکہ حیوانات کی کسی ایک مخصوص جماعت کے فائدے کے واسطے امانت کا قائم کرنا جائز ہے اور اس امانت کا امانت متعلق عوام یا امانت متعلق کار خیر (بامداد عدالت) نفاذ کرایا جا سکتا ہے مثلاً لاوارث اور آوارہ گرد کتوں یا ناقابل کار اور خستہ و خراب گھوڑوں کی پرورش اور سکونت کی غرض سے کسی مکان کی تعمیر و قیام کے متعلق جائداد کا امانت کرنا قانوناً جائز ہے[۱]۔

کیا ان دو باتوں کے لحاظ سے ہم کو جانوروں کے حقوق قانونی اور ان کی شخصیت قانونی کو تسلیم کرنا چاہیے؟ قانون میں جانوروں کے لئے حقوق و شخصیت کا نہ ہونا اس قدر مسلم ہے کہ یہ باتیں انسان کے خیال میں اور اس کی زبان پر تک نہیں آسکتی ہیں چہ جائیکہ حالات متذکرہ صدر کے سبب سے حقوق حیوانات کے متعلق شبہ پیدا ہو سکے۔ اور ان دو باتوں میں جو جانوروں کا لحاظ کیا جاتا ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ حیوانات کے متعلق قانون میں انسانوں پر فرائض عائد کئے گئے ہیں بلکہ اس ملک کے باشندوں پر جس میں ظلم بر حیوانات یا امانت برائے نفع حیوانات کے قوانین نافذ ہیں سلطنت یا قوم کے فائدے کی غرض سے اس قسم کے فرائض عائد کئے جاتے ہیں۔ جانوروں کے یہ حقوق ان شخصی حقوق کے مشابہ نہیں ہیں جو کسی امانت کے بلا واسطہ مامون لہم کو حاصل ہوتے ہیں بلکہ ان میں اور ان حقوق میں زیادہ مشابہت ہے جو کسی سلطنت کے تمام افراد کو حاصل ہوتے ہیں یعنی بہائم کے ان بیان کردہ حقوق اور حقوق عوام میں بہت زیادہ مماثلت و مشابہت ہے چونکہ قوم یا افراد سلطنت کے بے زبان جانوروں کی بھلائی سے قوم کا فائدہ ہے اور فائدہ قومی کو تسلیم کر کے اس کی حمایت کرنا قانون کا کام ہے اس لئے جانوروں کے متعلق بھی اس طرح کے چند فرائض منجانب قانون ملک باغراض قومی افراد ملک پر عائد کئے جاتے ہیں۔

---

[۱] معاملہ ڈینن چانسری ڈیویژن جلد ۱۴ صفحہ ۵۵۴۔

فصل ۱۷ میت کی حیثیت قانونی

قانون کی نظروں میں میت شخص نہیں سمجھی جاتی۔ آدمی کے مرنے کی دیر ہے کہ اس کی شخصیت اس کی روح کے ساتھ پرواز کر جاتی ہے اور جب موت کے سبب سے انسان کی شخصیت ہی باقی نہیں رہتی تو مردہ کیونکر از روئے قانون حقوق و فرائض کا حامل ہو سکتا ہے۔ چونکہ میت جذبۂ خواہش و مفاد سے مبرا ہوتی ہے اس لئے اس کا کسی قسم کا حق بھی نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں میت کو کسی شے سے تعلق نہیں ہو سکتا" اور یہ جو کام زیر فلک کیا جاتا ہے اس میں میت کی کس طرح سے شرکت ہو سکتی ہے" حتیٰ کہ میت اپنی جائداد کی بھی مالک نہیں سمجھی جاتی اور جبتک کوئی شخص میت کا جانشین قرار نہیں پاتا اس کی جائداد و میراث بلا وارث خیال کی جاتی ہے۔ اس زمانے کے متعلق جو کسی شخص کے مرنے کے بعد اور اس میت کے وارث قرار پانے تک گذرتا ہے ہم جانتے ہیں کہ قانون روما بین میت کی شخصیت قانونی یا اس کی ملکیت کو باقی رکھنے کے بجائے اور میت کو شخص قانونی فرض کرنے کے عوض اس کی جائداد یا ورثہ کو مجازاً شخصیت سے متصف کیا جاتا تھا۔ اسی طرح قانون انگلستان میں صداقت نامہ اہتمام ترکہ کے طریقۂ عطا جاری ہونے کے قبل اس میت کی جائداد کا مالک جو بلا وصیت فوت ہو اسقف ضلع جس جائداد واقع ہوتی یا عدالت جو نقل مصدقہ وصیت نامہ عطا کرتی تھی متصور ہوتی تھی اور جب ورثا کی قائم مقامی طے پاتی تو میراث کی ملکیت ان پر منتقل ہوتی تھی لیکن میت کو مالک متروکہ قیاس کرنا قانون میں جائز نہ تھا۔

اگرچہ انسان کے حقوق اور اس کی خواہشیں اسی کے ساتھ ختم ہو جاتی ہیں لیکن وہ اپنی زندگی میں ان امور کے متعلق جو اس کی موت کے بعد اس کی ذات اور اس کی جائداد سے پیش آنے والی ہیں انتظام کرنے کا مجاز قرار دیا گیا ہے اور ہر چند منجانب قانون میت کو کسی قسم کا حق عطا نہیں کیا جاتا لیکن انسان کی ان خواہشوں اور مفاد کا جو وہ اپنے زمانۂ حیات میں کرتا ہے اس کے مرنے کے بعد ایک حد تک قانون میں لحاظ

---

[۱] ڈائجسٹ ۴۶-۱-۲۲ ڈائجسٹ ۲۸-۵-۳۲-۱-

کیا جاتا ہے۔ اصل میں یہ تین ایسی باتیں ہیں جن کے متعلق انسان کو اپنی زندگی ہی میں فکر دامنگیر رہتی ہے اور اسی بنا پر آدمی کے بعد وفات قانون ملک میں ان کی طرف توجہ کی جاتی ہے یہ تین چیزیں انسان کی لاش اور شہرت (نیک نامی) اور جائداد ہیں۔ فطرت انسانی کا مقتضا ہے کہ مرنے کے بعد بھی وہ اپنے جسم نام اور جائداد کی اسی طرح حفاظت کرنی چاہتا ہے جس طرح کہ وہ عالم حیات میں ان چیزوں کو عزیز رکھتا اور ان کی پرداخت میں مشغول رہتا ہے اور فطرت کی اس فریبانہ روش سے متاثر ہو کر وہ اپنی زندگی میں ہی ان امور کے متعلق اہتمام کرتا ہے کس حد تک قانون ملک ان امور کے جائز ہونے کو تسلیم کرتا اور کس حد تک ان کے متعلق کفیل ہوتا ہے؟ انسان کا جسم مردہ کسی شخص کی ملک نہیں ہے وصیت یا کسی اور دستاویز[۵۱] کے ذریعے سے انسان اپنی میت کو کسی کو ہبہ نہیں کر سکتا اور نہ کسی ناجائز فعل کے ذریعے سے مردے کا (قبر سے منتقل کیا جانا) سرقہ ہو سکتا[۵۲] ہے اس پر بھی قانون فوجداری کے ذریعے سے ہر ایک میت کے باعزت دفن و[۵۳] کفن کی کفالت کی گئی ہے اور قبروں کی بے حرمتی کرنا نبش قبر کرنا فوجداری جرم ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دفن میت کے متعلق انگلستان میں ایک نہایت عاقلانہ[۵۴] فیصلہ کیا گیا ہے کہ جس شخص کی موت اس ملک میں واقع ہو اس کو حق دیا گیا ہے کہ وہ عیسائی طریقہ تدفین سے اپنے کو دفن کروائے۔ اس کے برعکس انسان اپنے دفن کے متعلق بذریعہ وصیت

---

[۵۱] ولیمز بنام ولیمز چانسری ڈویژن جلد ۲۰ صفحہ ۶۵۹۔

[۵۲] بادشاہ انگلستان بنام رے نیز ایسٹ پریوی کونسل جلد ۲ صفحہ ۶۵۲۔

[۵۳] فاسٹر بنام ڈاڈ لارپورٹ کوئینز بینچ جلد ۳ صفحہ ۷۷ "خواہ کسی کی قبر کی زمین متبرک سمجھی جائے کہ نہ سمجھی جائے لیکن قبریں سے لاش مدفون کو اس کی توہین اور بے حرمتی کرنے کی غرض سے نکالنا الزام تحریری معدقہ مجوری کلاں (یعنی ملزم کے چالان کرنے) کے لیے کافی وجہ ہے۔"

[۵۴] بادشاہ انگلستان بنام اسٹوارٹ رپورٹس مرتبہ اڈال فس اور ایلس جلد ۲ صفحہ ۷۷ مردے کو جلا کر اس کی راکھ کرنے کے جائز ہونے کے متعلق دیکھو ملکۂ انگلستان بنام پرائیس کوئنز بینچ ڈیویژن جلد ۱۲ صفحہ ۲۴۷۔

جو ہدایتیں کرتا ہے وہ قانوناً قابل نفاذ نہیں ہیں[۵۱] سوائے اس کے کہ ایک قانون موضوعہ کے ذریعہ سے اس کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی لاش کو علم تشریح کی ضروریات اور تجربات میں نہ لانے دے اور جو ذلتیں کہ لاش انسانی کو اس علم کے مشتقی کاموں سے پہنچتی ہیں ان سے اس کو محفوظ رکھے[۵۲]۔ اسی طرح انسان کا (از روئے قانون انگلستان) اپنے مقبرے کی پرداخت اور تعمیر کے لئے ایک دائمی امانت قائم کرنا (جائداد کو دواماً وقف کر دینا) ناجائز اور کالعدم ہے کیونکہ یہ ایک ایسی غرض اور خواہش ہے جس کے لئے کسی قسم کی جائداد دائماً نہیں وقف ہو سکتی[۵۳] بلکہ اس غرض سے کسی عارضی امانت کے قیام کا اثر حالانکہ اس طرح کی امانت سے قاعدۂ خلاف تعداد سال کی خلاف ورزی بھی نہ ہوتی ہو) وہی ہوتا ہے جس کی صراحت ہم نے امانت ہائے متعلق حیوانات میں کی ہے یعنی اس طرح کی امانت کا قائم کرنا جائز ہے لیکن ان کا نفاذ بجبر و بامداد عدالت نہیں کرایا جا سکتا[۵۴] کیونکہ جائداد سے زندہ انسان نہ کہ مردہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

قانون فوجداری کے ذریعے سے مردوں کو ایک حد تک توہین سے بچایا گیا اور ان کے نام نیک کو برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ توہین میت کا جرم خفیفہ (ایسے جرائم کی سزا جرمانہ ہے) میں شمار کیا جاتا ہے اور وہ بھی اس حالت میں جبکہ میت کی بذریعہ تحریر توہین کی جائے اور اس کی اشاعت کرنے سے توہین کرنے والے کا مقصد اصل میں زندہ اشخاص کے اعراض اور مفاد پر حملہ کر کے ان کو گزند پہنچانا ہو یہ حق جس پر اس طرح حملہ کیا جاتا ہے اور جس کی قانون اس طرح حمایت کرتا ہے فی الواقع مردے کا نہیں بلکہ اس کی زندہ اولاد و احفاد کا ہے پس اسی حد تک اور اسی ایک طریقے سے یہ مقولہ کہ مردوں کو خیر کے ساتھ یاد کرنا چاہیے قانون میں تسلیم کیا جاتا ہے اور اسی قدر اس کا وجوب[۵۵] ہے۔

---

[۵۱] ولیمز بنام ولیمز چانسری ڈیویژن جلد ۲۰ صفحہ ۶۵۹۔

[۵۲] ولیم چہارم ۲ و ۳ جلوس باب ۷۵ دفعہ ۷۔

[۵۳] بمعاملہ ویکھن چانسری ڈیویژن جلد ۳۴ صفحہ ۱۸۷۔ ہور بنام آس برن ایکوایٹی جلد ۱ صفحہ ۵۸۷۔

[۵۴] بمعاملہ ڈین چانسری ڈیویژن جلد ۴۱ صفحہ ۵۵۷۔

[۵۵] رپورٹ حربنہ کگ صفحہ ۱۲۵ (الف) ملکۂ انگلستان بنام لابوشر کوئنز بینچ ڈیویژن جلد ۱۲ صفحہ ۳۲۰۔

لیکن مردوں کی تمام خواہشوں میں سب سے زیادہ جس خواہش اور آرزو کا قانون میں لحاظ کیا جاتا ہے وہ ایسے حقوق وراثت ہیں جن کے متعلق مرنے والا وصیت کرتا ہے اور وصیت ہی انسان کا ایک ایسا فعل ہے جس کے ذریعے سے آدمی اپنے مرنے کے بعد زندہ انسانوں کے افعال کو اپنی خواہشات کا تابع کرسکتا ہے اور زندوں کو میت کی ہدایات کے موافق اکثر صورتوں میں عمل کرنا پڑتا ہے۔ عالم فانی سے کوچ کرنے کے بعد بھی انسان بذریعہ وصیت اپنی املاک کی تقسیم کی بابت اور ان لوگوں کی نسبت جن کو وہ ان سے مستفید کرنا چاہتا ہے بذریعۂ وصیت انتظام کراسکتا ہے اور سالہا سال تک اس قسم کا انتظام اسی طرح قائم رہ سکتا ہے جیسا کہ وہ اپنی ذات سے اس کو انجام دے رہا ہے بہر حال اس مقام پر اس مضمون کی نسبت تفصیل سے بحث کرنا مناسب نہیں ہے بلکہ ہم کسی دوسرے موقع پر اس کو بیان کریں گے۔

فصل ۱۱۱ اشخاص نازائیدہ کی حیثیت قانونی

اگرچہ قانون میں اشخاص مردہ کی شخصیت سے انکار کیا گیا ہے لیکن اشخاص نازائیدہ کی اس کے برعکس کیفیت ہے۔ قانون نے اس شخص کو جو پیدا نہیں ہوا ہے مالک جائداد بننے سے منع نہیں کیا ہے لیکن ایسے شخص کی ملکیت کسی ایک غیر معین واقعہ پر موقوف رکھی گئی ہے۔ حالت حمل کے بعد بچے کا پیدا ہونا اور نہ ہونا ممکنات سے ہے اور اس لئے شخص نامولود کی ملکیت اس کی ولادت کے واقعہ غیر معین پر منحصر ہوتی ہے بر این ہم طفل غیر مولود کی ملکیت ایک حقیقی اور موجود شے ہے چنانچہ ہر ایک شخص اپنی زوجہ اور ان اطفال کو جو ابھی پیدا نہیں ہوئے ہوں اپنی جائداد ہبہ کرسکتا ہے اور جو امانت کہ اس عطا کے متعلق قائم کی جاتی ہے اس کو اصطلاحاً تملیک کہتے ہیں۔ ایسا ہی اس شخص کی نازائیدہ اولاد جو بلا وصیت فوت ہوجائے اس کی جائداد وراثتاً پاسکتی ہے۔ اس پر بھی قانون کی مصلحت کے خلاف ہے کہ میت کی ان نسلوں کے حق میں اور فائدہ کے لئے جو پیدا ہونے والی ہیں میت کی جائداد سے سالہا سال تک دوسرے زندہ انسانوں کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ڈائجسٹ قانون فوجداری مرتبہ اسٹیفن فصل ۲۹۱ طبع پنجم۔

مستفید ہونے سے روکا جائے بلکہ قانون کا مقتضا ہے کہ مردے کی جائداد سے جسقدر جلد ہوسکے زندوں کو فائدہ پہنچنا چاہیئے لہذا چند مختلف قسم کے قواعد کے ذریعے سے جائداد میت کو زیادہ دنوں تک بلا مالک کے ڈال رکھنا اور زندوں کو اس کے استعمال اور استفادہ سے محروم کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اس زمانے میں کوئی شخص بذریعہ وصیت اپنی دولت کو سو سال تک بلا تقسیم جمع ہوتے رہنے اور بعد ازاں اس کی اولاد میں منقسم ہونے کے لئے انتظام نہیں کرسکتا۔

ایک مفروضہ قانونی کی بنا پر اکثر امور میں جنین کا طفل زائیدہ میں شمار کیا جاتا ہے اور مقولۂ قانونی جس پر یہ مفروضہ مبنی ہے یہ ہے کہ جو شخص پیدا نہیں ہوا اور جس کے پیدا ہونے کی توقع ہے اس کو پیدا ہوا سمجھنا چاہیئے۔ اسی مضمون کو کوک نے ذیل کے الفاظ میں ادا کیا ہے "نامولود کی ولادت کی امید کے باعث قانون میں اس کا اکثر امور میں لحاظ کیا جاتا ہے"[۱]

یہ سوال کہ شخص نازائیدہ کس حد تک حقوق خلاف شخصی حقوق ملکیت کا قابض ہوسکتا ہے تصفیہ طلب ہے۔ ایک مقدمہ میں طے پایا ہے کہ اس شخص کا طفل جس کے باپ کی موت پر لارڈ کیمبل کے قانون کا اطلاق ہوسکتا ہے اور جو اپنے باپ کی ہلاکت کے بعد پیدا ہووے تاوان یا معاوضہ پانے کا مستحق ہے[۲]۔

اگر کسی بچے کو بحالت جنین کوئی صدمہ یا ضرر بیرونی طور سے پہنچے اور پیدا ہونیکے بعد اس ضرر کی وجہ سے ہلاک ہوجائے تو اس شخص کا فعل جس نے ارادتاً یا غفلت سے جنین کو ضرر پہنچایا یا تھا قتل عمد یا قتل انسان مستلزم سزا سمجھا جاتا ہے[۳]۔ جس حاملہ عورت کے لئے عدالت سے سزائے موت تجویز ہوا ہے اس حکم سزا کو اپنی زچگی ہونے تک معطل یا ملتوی کرانے کا حق حاصل ہے لیکن اس کے برعکس ایک مقدمہ میں جب کہ ایک صغیرہ کی جانب سے ایک ریلوے کمپنی

---

[۱] رپورٹ مرتبہ کک صفحہ ۸ (ب) اس کا مقابلہ کرو ڈائجسٹ ۱-۵-۲۶ سے۔

[۲] دی جارج اینڈ رچرڈ ایڈ مرلیٹی اینڈ انکلیزیاسٹیکل رپورٹس جلد ۳ صفحہ ۴۶۶۔

[۳] شاہ انگلستان بنام سی نی الہ کرون کیسز مرتبہ موڈی جلد ا صفحہ ۳۴۴۔

شاہ انگلستان بنام ویسٹ رپورٹ مرتبہ کیرنگٹن اور کیر ورن جلد ۲ صفحہ ۷۸۴۔

کے خلاف ان صدمات اور ضرر کی بابت نالش کی گئی تھی جو اس صغیرہ کے جسم کو اس کے جنین (رحم مادر میں) رہنے کے زمانے میں بذریعہ تصادم جو ریلوے گاڑیوں میں واقع ہوا اور جو مدعی علیہ کمپنی کی غفلت کا نتیجہ تھا پہنچے تھے آئرلینڈ کی ایک عدالت نے طے کیا کہ اس نالش کے ذریعے سے مدعیہ صغیرہ نے اپنا حق دعوی ثابت نہیں کیا[۱]۔ لیکن اس مقدمے میں منجملہ چار کے دو ججوں نے اپنے فیصلے کو اس اصول پر مبنی کیا ہے کہ کمپنی مذکور پر اس شخص کی حفاظت اور نگہبانی لازم نہ تھی جو ابھی عالم وجود میں نہ آئے تاہم فیصلۂ ہذا کی بنا یہ اصول نہیں ہے کہ ہر ایک صورت میں طفل نامولود کو اپنے جسمانی ضرر کے لئے ضرر رساں کے مقابلے میں نالش کرنے کا حق حاصل نہیں ہے یا بالفاظ دیگر جنین کو ضرر جسمانی پہنچانا خلاف قانون نہیں ہے۔

نامولود کے حقوق خواہ ان کا تعلق سے ملکیت ہو یا اسکو دوسرے اشخاص کے مقابلے میں حقوق حاصل ہوں اس کے زندہ پیدا ہونے پر موقوف ہوتے ہیں اور قانون میں جو شخصیت نامولود کی اس کے پیدا ہونے کے قبل قرار پاتی ہے وہ اس کے مردہ پیدا ہونے کی صورت میں اس طرح کالعدم ہوجاتی ہے گویا اس کا وجود ہی نہ ہوا تھا۔ اسقاط حمل کرنا جرم ہے لیکن اگر اسقاط کے ذریعہ سے بچہ زندہ پیدا ہونیکے بعد ہلاک ہو تو اسقاط قتل انسان متصور ہوتا ہے بچہ جو اپنے باپ کی وفات کے بعد پیدا ہوتا اس کی میراث پا سکتا ہے لیکن اگر وہ رحم مادر میں فوت ہوجائے یا مردہ پیدا ہووے تو اس کا حق وراثت ساقط ہوجاتا ہے اور کوئی دوسرا شخص بھی اس مردہ طفل کا وارث نہیں بن سکتا۔ البتہ بچے کے زندہ پیدا ہونے اور بعد ولادت کم سے کم چند لمحے تک زندہ رہنے کا ایک دوسرا اثر ہے۔

فصل ۱۱۲ دوہری شخصیت

بسا اوقات ایک ہی انسان کی (قانون میں) دوہری شخصیت ہوتی ہے۔ ایک آدمی (بعض صورتوں میں از روئے قانون) دو شخص سمجھا جاتا ہے چنانچہ اس کے متعلق قانونی مقولہ ہے کہ ایک آدمی کی دو شخصیتیں ہوسکتی ہیں اسی لاطینی مقولے کا مفہوم انگریز

[۱] واکر بنام گریٹ ناردرن ریلوے کمپنی واقع آئرلینڈ آئرش لارپورٹ جلد ۲۸ صفحہ ۶۹۔

اساتذۂ قانون اس طرح ادا کرتے ہیں۔ ایک ہی آدمی اپنی ایک حیثیت قانونی یا اپنے ایک حق اور اپنی دوسری حیثیت (یا قابلیت) قانونی یا اپنے ایک دوسرے حق کے درمیان تعلقات قانونی پیدا کرسکتا ہے یعنی وہ اپنی ذات سے آپ قانونی معاملت کرسکتا ہے وہ اپنی ذات سے آپ معاہدہ کرسکتا ہے اور اپنے کو آپ قرض دے سکتا ہے یا اپنے کو آپ جائداد منتقل کرسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر ایک معاہدہ قرض اور قرض یا انتقال جائداد کے لئے ایسے دو شخصوں کی ضرورت ہے جن کے درمیان اس قسم کا معاملہ قانونی طے پاتا ہے اور یہ فریقین معاملہ کہلاتے ہیں لیکن دوہری شخصیت کی شکل میں ایک ہی آدمی فریقین کے بجائے معاملے کو آپ اپنی ذات کے درمیان طے کرتا ہے۔ امانت اور امین کی شکل میں اکثر اس طرح کی دوہری شخصیت وجود پذیر ہوتی ہے ہم نے اس کے قبل بیان کیا ہے کہ امین وہ شخص ہے جو جائداد غیر کا برائے نام مالک ہوتا ہے اور امانت کی غرض اس کے سوا کچھ اور نہیں ہوتی کہ اصلی مالک جائداد کے قائم مقام کی حیثیت سے امین اس کا انتظام اور نگہداشت کرتا ہے لہذا اکثر امور میں امین قانون کی نظر میں دو سمجھا جاتا ہے۔ مامون لہ کے حق کے لحاظ سے وہ ایک شخص ہے اور اپنے حق کے لحاظ سے وہ دوسرا شخص ہے۔ امین اپنی ایک حیثیت (اور قابلیت) کی بنا پر اپنی دوسری قابلیت کا مدیون ہوسکتا ہے۔ وہ اپنی ایک حیثیت کے لحاظ سے اس جائداد پر جو اس کی دوسری قابلیت کے لحاظ سے جو اس کی ملک ہے بار ڈالنے کا حق رکھ سکتا ہے۔ ایسا ہی وہ اپنا آپ وائن یا زمیندار (اور مالک مکان) ہوسکتا ہے مثلاً جس صورت میں موصی اپنے وائنین میں سے کسی ایک وائن کو اپنا موصی اور اپنے اسامیوں میں سے کسی ایک اسامی کو اپنی اراضی کا امین مقرر کرتا ہے[1]۔ بہر حال اگر ان تمام صورتوں میں آدمی کی دوہری شخصیت قانون میں تسلیم نہ کی جاتی تو جس قرض یا بار ڈالنے کے حق کا ان مثالوں میں ذکر کیا گیا ہے اس کا وجود نہ ہوتا بلکہ ادنیٰ حق اعلیٰ میں شامل ہو جانے سے مدغم یا ساقط ہو جاتا ہے جس کو قانون رومامیں کان فیوژیو (ادغام حقوق) کہتے ہیں کیونکہ ہر ایک معاملہ قانونی دو شخصوں کے درمیان

[1] اس کے متعلق قانون کا مقولہ حسب ذیل ہے جب ایک شخص میں دو حقوق جمع ہو جائیں تو وہ ایک شخص دو مختلف اشخاص سمجھا جاتا ہے کیل وِن کا مقدمہ اسٹیٹ ٹرائیلز (تحقیقات ملزمین سیاسی) جلد ۲ صفحہ ۶۴ ۵ کاین بنام کاپن پیر ولیمز جلد ۲ صفحہ ۲۹۵۔

سے پاتا ہے اور اس کی انجام دہی کے لئے ایک شخص کافی نہیں ہوسکتا۔ کوئی شخص اپنے حق کے مقابلے میں اپنے پر ایک فرض نہیں عائد کرسکتا اور نہ کوئی شخص اپنی جائداد پر اپنے بار ڈالنے کا حق رکھ سکتا ہے چنانچہ لاطینی میں مقولہ ہے کہ کسی شخص کی جائداد اس کے کسی دوسرے حق کے تابع نہیں ہوسکتی[۵۱]۔

فصل ۱۱۳ اشخاص قانونی

ہر ایک ایسی شے جس کو قانون فرضی یا قانونی شخصیت سے متصف ٹھہرائے شخص قانونی قرار پاسکتی ہے۔ تصور شخصیت کے دائرے کو وسیع کرکے قانون میں اشخاص مجازی پر جو اصل میں انسان نہیں ہیں اس طرح شخصیت قانونی کا اطلاق کیا جاتا ہے اس کو قانوندان حضرات کی قوت تخیل کی اعلیٰ پرواز سمجھنی چاہیے بہرحال اس قانونی قوت متخیلہ کے متعلق جو تحقیق کی گئی ہے اور اس کے فوائد و استعمالات کی بابت ہم اس باب کے باقی حصہ میں تفصیل سے بیان کریں گے۔ قانون کے ذریعے سے جو اشخاص قانونی کی خلقت ہوتی ہے اس میں کسی حقیقی اور موجود شے کو شخص فرض کیا جاتا ہے اور اس لئے اس طرح کے شخص کا فی الواقع وجود تو ہوتا ہے لیکن محض اس کی شخصیت فرضی اور مجازی ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قانون اگر اس کو منظور ہو تو خیالی اشیا تک کو اپنے اغراض کی تکمیل کے لئے اشخاص قرار دے سکتا ہے اور از روئے نظریہ اس کو اشیائے حقیقی کو شخصیت سے متصف کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے برایں ہمہ طرز عمل یہی ہے کہ اشیاء حقیقی قانون میں مجازی اشخاص متصور ہوتے ہیں اور اسی تدبیر سے کام لیا جاتا ہے بہرحال اشیاء حقیقی کو جامہ تشخص پہنانے سے زبان اور تخیل قانون میں اداے مطالب کے لئے نہایت سہولیت پیدا ہوگئی ہے اور اس سے تصورات قانونی میں بہت مدد ملتی ہے جس شے کو جامہ تشخص پہنایا جاتا ہے اس کو اصطلاحاً جسم کہتے ہیں اس شخص قانونی کا جسم اس طرح خلقت[۵۲] ہوتی ہے اور اس جسم میں قانون شخصیت مجازی کی روح پھونکتا ہے۔

---

[۵۱] ڈائجسٹ ۸-۲-۲۶۔

[۵۲] جرمن مقننین نے بھی شخص مجازی کے جسم کے لئے اس کا ہم معنی لفظ استعمال کیا ہے۔ دیکھو

اگرچہ تمام اقسام کی مجازی یا قانونی شخصیت تشخیص (بے جان کو شخص جاندار فرض کرنے) پر مبنی ہے لیکن اس کا عکس صحیح نہیں ہے۔ تشخص بذات خود ایک قسم کا استعارہ ہے اور اس کا مفروضہ قانونی میں شمار نہیں کیا جاتا صنعت زبان کے لحاظ سے کسی بے جان شے کو استعارتاً شخص قرار دیا جاسکتا ہے اور زبان کے لحاظ سے تشخص کا یہی مفہوم ہے لیکن قانون میں جو شے شخص قرار پاتی ہے وہ معین ہوتی ہے اور اس کا تعلق انصور قانونی سے ہے۔ اس صنعت زبان کے ذریعے سے آسانی سے مطالب کا اظہار کرنے کی غرض سے قانون تشخص سے کام لیا جاتا ہے اور جس طرح عام زبان میں جہاں کہیں مقرر کو صاف سیدھے الفاظ میں صحیح مطالب کے اظہار کے واسطے بلا استعمال صنعت گفتگو کرنا پڑتا ہے اسی طرح زبان قانون میں جب مقرر کو صحت الفاظ منظور ہوتی ہے تو وہ بہت ہی کم تشخص کی اس تدبیر سے کام لیتا ہے ہم لوگ جائداد میت کے متعلق اس طرح گفتگو کرنے کے عادی ہیں جس طرح کسی شخص (انسان) کی بابت گفتگو کی جاتی ہے مثلاً ہم لوگ کہا کرتے ہیں کہ میت کی جائداد مقروض ہے یا اس کو دوسروں سے قرض وصول طلب ہے یا وہ دیوالیہ (مدیون نادار) ہے۔ بہرحال ان صورتوں میں جائداد کی شخصیت قانونی تسلیم نہیں کی جاتی ہے یعنی ایسی شکل میں قانون کی نظروں میں جائداد متوفی شخص قانونی نہیں مانی جاتی بلکہ متوفی کے حقوق و ذمہ داریاں اس کے ورثائے اوصیا اور مہتممان ترکہ پر نہ کہ اس کی جائداد پر جو ایک شخص مجازی ہے منتقل ہوتی ہیں۔ ایسا ہی یہ کہنا کہ فلاں قطعۂ زمین ایک حق متبوع رکھنے کا مستحق ہے زبان کا محاورہ ہے مثلاً ہم کہا کرتے ہیں کہ فلاں قطعۂ زمین کو ایک دوسرے شخص کی زمین پر حق مرور حاصل ہے۔ علیٰ ہذا القیاس کسی جماعت کے افراد کے مشترک اغراض اور افعال کو ہم لوگ بذریعۂ تشخص ایک شخص واحد فرض کرتے ہیں حالانکہ قانون اس طرح کی جماعت مجسم و متحدہ کو تسلیم نہ کرتا ہو۔ اسی طرح ہم ایک فرم (دوکان یا کارخانہ) کے متعلق مثل ایک شخص کے گفتگو کرتے ہیں اور ہم اپنے ذہن میں اس کو ان منفرد شرکا سے ایک جداگانہ شخص سمجھتے ہیں جن پر وہ مشتمل ہوتی ہے۔ اسی بناء پر لفظ جوری کا (انگریزی زبان میں)

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ونڈشید جلد ا فصل ۵۷ ونگیرو جلد ا فصل ۵۳ پکٹا جلد ۲ صفحہ ۱۹۲۔

استعمال کیا جاتا ہے اور ہم ایک جوری ججوں کا ایک بنچ (عدالت) ایک جلسہ عام قوم بذات خود کہنے کے عادی ہیں اور ان الفاظ کو ہم اس طرح بھول جاتے ہیں گویا ان میں کا ہر ایک بذات خود ایک شخص ہے اور کہنے کے وقت ہم کو اس امر کا خیال تک نہیں آتا کہ یہ چیزیں اشخاص کی جماعتیں یا مباشرتین ہیں اس پر بھی اس طرح کی کسی ایک جماعت یا انجمن کی جو منفرد اشخاص پر مبنی ہوتی ہے شخصیت قانونی اس وقت تک قائم نہیں ہوتی جبتک قانون میں اس قسم کے ایک مجموعہ یا انجمن کے سوائے اور اس سے علحدہ کسی اور فرضی شے کو اس کے متعلق شخص قانونی تسلیم نہیں کیا جاتا اور یہ شخص قانونی اس انجمن یا جماعت کا مثل اور نظیر نہیں بلکہ ایک حد تک اس کا قائم مقام سمجھا جاتا ہے۔

چونکہ قانونی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے خود مختارانہ طور پر منجانب قانون اشخاص قانونی کو عالم وجود میں لایا جاتا ہے اس لئے جس قدر قانون میں منظور ہو اسی قدر اشخاص قانونی کے اقسام قرار پا سکتے ہیں۔ ہمارے نظام قانونی (قانون انگلستان) میں جن قانونی اشخاص کو تسلیم کیا جاتا ہے ان کی صرف ایک ہی قسم یا گروہ یعنی جسمیات Corporations یا جماعتہائے جسم دار (Bodies Corporate) ہے جسمیہ (کارپوریشن) سے مراد ایسے اشخاص کی جماعت یا گروہ ہے جس کو قانون میں مثل ایک شخص کے فرض کیا جاتا ہے اور اس فرضی شخص کے ساتھ قانون اسی طرح سے پیش آتا ہے جیسا کہ وہ شخص حقیقی سے سلوک کرتا ہے۔ بہر حال ہمارے نظام قانونی میں صرف اسی ایک قسم کے شخص قانونی کا وجود پایا جاتا ہے لیکن اقوام غیر کے نظامات قانونی میں اس تصور قانونی کا اطلاق اس طرح محدود نہیں کیا گیا ہے بلکہ تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نظامات میں کم سے کم اس تصور کے تین مختلف انواع ہیں۔ ان ملکوں کے قانون میں ضرورت قانونی کے لحاظ سے تین قسم کے اشیاء کا تشخص کیا گیا ہے یعنے انھیں جامۂ شخصیت پہنایا گیا ہے۔

ا۔ اشخاص قانونی کے پہلے زمرے میں جسمیات (کارپوریشنز) داخل ہیں جن کی اس کے اوپر کے فقرے میں تعریف کی گئی ہے اور جن سے مراد منفرد اشخاص کی جماعتیں اور انجمنیں وغیرہ ہیں۔ جن منفرد اشخاص سے اس قسم کے شخص قانونی کا جسم مرکب ہوتا ہے ان کو اصطلاح میں اس کے ارکان کہتے ہیں۔ مگر ہم اس قسم کی فرضی شخصیت کے متعلق اس باب کے خاتمہ میں زیادہ تفصیل سے بیان کریں گے۔

۲۔ اشخاص مذکور کی دوسری نوع وہ ہے جس میں جسم یا موضوع جس کا تشخص کے لئے انتخاب کیا جاتا ہے وہ اشخاص کی جماعت یا انجمن نہیں ہوتی بلکہ کوئی ادارہ (محکمہ وغیرہ) ہوتا ہے۔ مثلاً اگر قانون کو منظور ہو تو وہ کسی گرجے یا شفاخانے یا کسی جامعہ تعلیمی یا کتب خانے کو ایک شخص تصور کر کے اس کے ساتھ اسی طرح مسلوک ہو سکتا ہے جس طرح وہ شخص حقیقی کے ساتھ پیش آتا ہے یعنی قانون اپنی مصلحت سے اگر اسے منظور ہو اشخاص کی ایک جماعت یا انجمن کو نہیں بلکہ اس ادارہ کو جس سے ان اشخاص کا تعلق ہے شخصیت سے متصف کر سکتا ہے لیکن قانون انگلستان میں اس طرح کسی محکمہ یا انجمن وغیرہ کو شخصیت سے متصف کرنے کا طریقہ رائج نہیں ہے۔ مثلاً جامعہ لندن قانون انگلستان میں ایک شخص سمجھی جاتی ہے لیکن قانون مذکور میں وہ ادارہ جو اس نام سے موسوم ہے شخص نہیں ہے بلکہ اس جامعہ سے مراد انسانوں کی ایک تشخص اور تجسیم یافتہ جماعت ہے یعنی اس جامعہ کے چانسلر (صدر جامعہ) نائب صدر فیلوز (Fellows) اور گرایجویٹ (طیلسانیاں) کا مجموعہ قانون انگلستان میں ایک شخص واحد ہے۔ بہر حال یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگرچہ قانون انگلستان میں فرضی شخصیت کا اطلاق صرف ان جماعتوں تک محدود ہے جو منفرد اشخاص کے مجموعوں سے بنتی اور تجسیم حاصل کرتی ہیں اور اس قانون کا یہی عملدرآمد رہا ہے لیکن اگر ضرورت ہو تو بجائے ایسی جماعتوں کے اداروں کو بھی قانون میں شخصیت فرضی سے متصف کرنا کوئی غلطی نہیں ہو سکتی بلکہ از روئے منطق جائز ہے [۱]

---

[۱] مجموعۂ قوانین موضوعہ کے مطالعہ سے پایا جاتا ہے کہ اس میں کبھی کبھی بعض ایسی جماعتوں کو جسمیات لکھدیا جاتا ہے جو فی الواقع جسمیات نہیں ہیں یعنی ان کے ارکان کا تجسم نہیں کیا جاتا (طریقۂ تجسم کے ذریعے سے اس طرح کی جماعت یا انجمن کے شرکاء اپنے کو کسی کمپنی میں منتقل نہیں کرتے ہیں) بلکہ ان اداروں کو محض جامعہ تشخص پہنایا جاتا ہے چنانچہ اس کی مثال دی کامن ویلتھ بنک آف آسٹریلیا ہے جس کی بنا آسٹریلیا کی فیڈرل پارلیمنٹ کا ایک قانون موسومہ دی کامن ویلتھ بنک ایکٹ بابت ۱۹۱۱ء کی دفعہ ۵ ہے اس قانون کے ذریعے سے ایک کامن ویلتھ بنک جس کا نام دی کامن ویلتھ بنک آف آسٹریلیا ہوگا قائم کیا جاتا ہے" دفعہ ۶ " یہ بنک ایک ایسی جماعت جسم وار ہوگا جس کا سلسلہ مقامی ہمیشہ جاری رہیگا اور اس کی ایک عام مہر ہوگی اور وہ اپنے قبضہ میں زمین رکھ سکے گا اور اس کی جانب یا اس کے مقابلہ میں

۳- تیسری نوع شخص قانونی کی وہ ہے جس میں اس شخص کا جسم کوئی ایسا سرمایہ یا جائداد قرار پاتی ہے جو مخصوص کاموں کے لیئے وقف کی جاتی ہے مثلاً کسی کارخیر کے واسطے رقم کا معین کر کے وقف کر دینا علیٰ ہذا القیاس جائداد امانتی جائداد منونی یا دیوالیہ وغیرہ اس طرح کے شخص قانونی کی مثالیں ہیں۔ ان صورتوں میں بھی قانون انگلستان بس طریقہ تجسم کو ترجیح دی گئی ہے اور اگر اس قانون میں ان چیزوں کو جامۂ تشخص پہنانا منظور ہو تو رقم یا جائداد جو وقف کی جاتی ہے اس کو فرضی شخص نہیں قرار دیا جاتا ہے بلکہ ان اشخاص کی جماعت کو تشخص دیا جاتا ہے یعنی ان لوگوں کا مجموعہ ایک شخص واحد سمجھا جاتا ہے جو اس قسم کی جائداد موقوفہ کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس پر بھی اگر ضرورت ہو تو قانون انگلستان میں اشخاص کے ان مجموعوں کے سوائے خود کسی ادارے یا محکمہ کو تشخص دینا بالکل ممکن ہے۔ یہ امر قانون کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ جس جسم کو چاہے اس میں فرضی شخصیت کی روح پھونک سکتا ہے۔ ادائے مطلب میں سہولت اور اختصار پیدا کرنے کی غرض سے قانون میں شخصیت فرضی کا وجود ہوا ہے اور اس امر کا کہ قانون میں ایک جماعت اشخاص یا ادارے کو فرضی شخص ماننا چاہیے کسی قانونی اصول سے تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تصفیہ مصلحت قانون پر موقوف ہے۔

فصل ۱۱۴ جسمیات (کارپوریشنز)

چونکہ قانون انگلستان میں جسمیات کے سوائے کسی دوسری شے کو شخص قانونی ماننے کا طریقہ رائج نہیں ہے اس لیے ہم اس فصل میں تجسم کے تصور قانونی کی ماہیت اور اس کے اغراض کو بالتخصیص بیان کرنا چاہتے ہیں۔ جو کچھ اس صنف میں جسمیات کے متعلق بیان کیا جائے گا اسی کا ضروری تبدیل و اصلاح کے ساتھ اشخاص قانونی کے دیگر انواع پر اطلاق کیا جاسکتا ہے۔

قانون انگلستان کی رو سے جسمیات کی دو قسمیں قرار دی گئی ہیں جسمیات اجتماعی اور جسمیات انفرادی۔ کوک لکھتا ہے[۵] کہ اشخاص دو قسم کے ہیں ایک ایسے اشخاص جن کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جو دعوے کئے جائیں گے وہ اس کے جسم وار نام سے ہوں گے۔

[۵] ڈائجسٹ ۳-۴-۷-۲- قانون روما میں کارپوریشن (جسمیہ) کے لیئے ایک عام اور جامع لقب

خداوند عالم پیدا کرتا ہے اور جن کو اشخاص قدرتی کہتے ہیں اور دوسرے اشخاص سیاسی جن کو مصلحت انسانی خلق کرتی ہے (اور اس لئے ان کو جماعت سیاسی کہتے ہیں) اور ان موخرالذکر اشخاص کی دو قسمیں ہیں منفرد یا مجموعہ"۔ جسمیہ اجتماعی سے مراد موجودہ اور ذی حیات اشخاص کی تجسم یافتہ جماعت ہے اور جسمیہ انفرادی اشخاص کا ایسا سلسلہ ہے جس میں ایک شخص دوسرے کا جانشین ہوتا ہے۔ پہلی قسم کا جسمیہ وہ ہے جو وقت واحد میں چند ارکان پر مبنی ہوتا ہے اور اس کے برعکس جسمیہ کی دوسری قسم میں ایک ہی وقت میں اس کا ایک شخص رکن ہوتا ہے جسمیات اجتماعی نسبتاً تعداد اور اہمیت میں زیادہ ہیں رجسٹری شدہ کمپنی جو اپنے حصہ داروں سے مرکب ہوتی ہے اور میونسپل کارپوریشن (بلدیہ یا محکمۂ صفائی) جو اپنے قصبہ یا شہر کے باشندوں پر مشتمل ہوتا ہے اس کی مثالیں ہیں جسمیات انفرادی کا وجود اور قیام صرف اس وقت ہوتا ہے جبکہ کسی منصب و عہدہ سرکاری کے مسلسل قابضین کو جسمیہ (کارپوریشن) قرار دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ عہدہ یا خدمت ایک دائمی اور مستقل شخص قانونی بن جاتی ہے مثلاً فرمانروائے برطانیہ قانون غیر موضوعہ (کامن لا) میں اس طرح کا جسمیہ تسلیم کیا جاتا ہے اور قانون موضوعہ کی رو سے برطانیہ کا صدر ناظم ڈاکخانہ جات مشیر قانونی متعینہ خزانہ اور وزیر جنگ کو بھی اس قسم کا جسمیہ قرار دیا گیا ہے چونکہ بعض مصنفین نے اس مفروضہ قانونی کی نسبت جس پر جسمیہ کی ان دونوں قسموں کا مدار ہے اختلاف کیا ہے لہذا ہم اس فرق کو جو ان دو اقسام میں پایا جاتا ہے بصراحت بیان کر دینا چاہتے ہیں۔ از روئے قانون ایک کمپنی (تجارتی جماعت) اور اس کے حصہ داروں یا ارکان میں کسی قدر فرق ہے کمپنی اور اس کے حصہ دار یا ارکان ایک ہی نہیں ہیں۔ کمپنی کی جو جائداد یا ملک ہے وہ حصہ داروں کی جائداد نہیں سمجھی جاتی۔ کمپنی کے قرضہ جات، ذمہ داریوں اور فرائض کا بار قانوناً اس کے ارکان یا حصہ داروں پر نہیں ڈالا جاتا۔ کمپنی کا دیوالہ نکلنے پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ یونیورسٹاس (Universitas) ہے اور انگریزی زبان میں یہ اصطلاح آجتک قائم رکھی گئی ہے لیکن اس کا ایک مخصوص جسمیت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے یعنی لفظ یونیورسٹی بمعنی جامعہ تعلیمی اسی یونیورسٹاس کی یادگار ہے۔

بھی اس کے ارکان مالدار رہ سکتے ہیں کمپنی اپنے کسی ایک حصہ دار کے ساتھ کسی معاملے میں معاہدہ کر سکتی ہے گو یا یہ دونوں دو علحدہ اشخاص ہیں اور بحیثیت فریقین کسی معاملے کی نسبت آپس میں معاہدہ کر سکتے ہیں۔ حصہ داروں کی تعداد میں خواہ کتنی ہی کمی ہو یہانتک کہ ان کی تعداد کم ہوتے ہوتے کمپنی کا ایک ہی رکن کیوں نہ باقی رہ جائے اس پر بھی وہ ایک رکن اور کمپنی ہر ایک معاملے میں دو علحدہ شخص متصور ہوتے ہیں۔

بلکہ ہم اس سے بھی بڑھ کر کہہ سکتے ہیں کہ کمپنی اپنے سب سے آخری رکن کے مرنیکے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے اگرچہ انگلستان کے قانون غیر موضوعہ کی رو سے کمپنی (شراکت) کا انفساخ اس کے تمام ارکان کی موت کے باعث عمل میں آتا ہے لیکن یہ قاعدہ کسی منطقی ضرورت پر مبنی نہیں ہے اور نہ اس کا جسمیات انفرادی پر اطلاق کیا جاتا ہے کیونکہ اس قسم کے انسانوں کی زندگی کا سلسلہ ٹوٹتا ہی نہیں اور جو عرصہ ایک قابض عہدہ کے وفات پانے اور اس کے جانشین کے مقرر کئے جانے میں گذرتا ہے اس کا شمار تقرر جانشین میں کر لیا جاتا ہے۔ اور نہ کوئی وجہ اس امر کے فرض کرنے کی ہو سکتی ہے کہ انگلستان کے قوانین بابت شراکت (دی کمپنیز ایکٹس) کے تحت جن تجارتی جسمیات کو تجسم دیا جاتا ہے (یعنی جن تجارتی جماعتوں کو جماعتہائے قانونی بنایا جاتا ہے) وہ اس وجہ انفساخ سے واقف ہیں۔ بلکہ اس کے برعکس اس قسم کی کمپنیاں قانون موضوعہ کے ذریعے سے قائم ہوتی ہیں اس لئے جو طریقہ اس قانون میں ان کے اختتام اور انفساخ کے متعلق بتلایا گیا ہے اسی کے موافق ان کا خاتمہ کیا جاتا ہے [۱]۔

ان قوانین کی رو سے قائم مقام حصہ دار متوفی کمپنی کے ارکان نہیں قرار پا سکتے بجز اس کے کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے ناموں کو بطور ارکان اس میں رجسٹر کرائیں اس لئے کسی غیر سرکاری کمپنی کے ایسے آخری ارکان کی وفات کے بعد جو دوسرے حصہ داروں

[۱] لنڈلے آن کمپنیز (تصنیف لنڈلے متعلق شراکتہا) جلد ۲ صفحہ ۸۲۰ طبع ششم "پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قانون کے تحت میں جو کمپنی جسمیہ قرار پاتی ہے وہ اسی طریقے کے موافق جو اس قانون میں اس کے انفساخ اور رمعدومیت کی نسبت بتلایا گیا ہے یا پارلیمنٹ کے کسی دوسرے قانون کے زیر اثر منسوخ اور ختم ہو سکتی ہے"۔

کی فوتی کی وجہ سے باقی رہ گئے تھے اگر ان کے اوصیاان کے بجائے اپنے ناموں کو کمپنی کے حصہ داروں میں اندراج کرنے سے انکار کریں یا رجسٹر کرانے میں غفلت کریں تو کمپنی کے ارکان کی تعداد خود ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اچھا تو کیا یہی سبب ہے کہ کمپنی اندروئے قانون خود ختم ہو جاتی ہے؟ اچھا اگر ایسا نہیں ہے تو ہماری دلیل بخوبی ثابت ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے چونکہ کمپنی اپنے حصہ داروں کی وفات کے بعد باقی رہ سکتی ہے اور ان کے بغیر اس کا وجود ہو سکتا ہے اس لئے کمپنی اپنے ارکان سے بالکل جداگانہ شے ہے۔

بہر حال ان تمام امور کے نظر کرتے جن کا فقرات بالا میں ذکر کیا گیا ہے جسیمہ بالکل ایک جداگانہ شے ہے اس شراکت سے جو جسیمہ نا یافتہ ہوتی ہے۔ فرم (شراکت) قانون کی نظروں میں کوئی شخص نہیں ہے فرم سے مراد اس کے منفرد ارکان کا ایک مجموعہ ہے۔ فرم کوئی فرضی شخص نہیں ہے اور وہ اپنے ارکان سے ایک علیحدہ شے نہیں ہے بلکہ وہ اور اس کے ارکان ایک شخص سمجھے جاتے ہیں لیکن کمپنی کی شخصیت اس کے حصہ داروں سے بالکل جداگانہ اور مختلف ہے کمپنی بالذات خود ایک شخص قانونی ہے۔ فرم کی جائداد اور اس کے قرضوں میں اور اس کے شرکا کی جائداد اور دیون میں کوئی فرق نہیں ہے جو جائداد یا قرضہ فرم کا ہے وہی جائداد اور قرضہ اس کے شرکا کا ہے فہرست شرکا میں تبدیل واقع ہونے سے قدیم فرم کے بجائے جدید فرم قائم ہو جاتا ہے اور اس لئے جو دائمی اور مستقل اتحاد کمپنی کے حصہ داروں میں پایا جاتا ہے وہ فرم کے شرکا میں نہیں پایا جاتا کمپنی کے جو ارکان کے بدل جانے سے کمپنی کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آتا وہ اپنی قدیم شخصیت قانونی پر قائم رہتی ہے۔ کوئی فرم محض ایک شریک سے نہیں بن سکتا لیکن اس کے بر عکس کمپنی صرف حصہ دار واحد پر مبنی ہو سکتی ہے تجسیم کے ذریعہ سے فرم کے شرکا کے تعلقات قانونی میں ایک نہایت اہم اور اصولی تغیر واقع ہوتا ہے۔ تجسیم اس طریقہ یا کارروائی کا نام ہے جس کے ذریعہ سے ایک معمولی

سلہ جرمن مقننین نے بھی جسیمہ کے متعلق کہ وہ اپنے آخری ارکان کے مرنے کے بعد باقی اور زندہ رہ سکتا ہے اقبال کیا ہے دیکھو سوائینی (نظام قانونی فصل ۸۹) اور رونڈ شیڈ (فصل ۶۱)۔

مشارکت ایک کمپنی میں بتبدل ہوتی ہے۔ فرم کے کمپنی میں بدل جانے سے گویا ایک ایسے انسان (مخلوق) کی ولادت ہوتی ہے جس کو اس فرم کی پوری تجارت اس کا تمام کاروبار اور اس کی کل جائداد منتقل ہو جاتی ہے اور وہ ایسا انسان ہے جس کے نہ جسم ہے اور نہ روح اور بجز قانون کی آنکھوں کے وہ کسی دوسرے کو نظر نہیں آتا اس پر بھی اس انسان کی ولادت کے ساتھ ہی اسے قوت اور اضنیا راہمیت دولت اور مستعدی حاصل ہوجاتی ہیں اور جوں جوں وہ بڑھتا جاتا ہے اس کے ان اوصاف میں روزانہ ترقی ہوتی رہتی ہے۔

جس طرح جسمیات اجتماعی کی فرضی شخصیت علانیہ طور پر معلوم ہو سکتی ہے اسی طرح جسمیات انفرادی کی فرضی خلقت اور فطرت پوشیدہ نہیں رہ سکتی ہے لیکن اس قسم کے جسمیہ کی صحیح ماہیت کے سمجھنے میں جو دشواری عوام کو پیش آتی ہے اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ جسمیہ ہمیشہ ایک ہی رکن کے ذریعے سے بنتا ہے۔ یہ جسمیہ اس قدرتی شخص (انسان) کے نام سے جو ایک خاص وقت کے لئے اس کا رکن ہوتا ہے موسوم کیا جاتا ہے اور وہی رکن اس جسمیہ کے قائم مقام کی حیثیت سے اس کے امور کو انجام دیتا ہے چنانچہ ان جسمیات میں کا ہر ایک جسمیہ فرمان روائے برطانیہ یا وکیل سرکار منتعینۂ خزانہ یا دولت برطانیہ کا وزیر جنگ ہے۔ اگرچہ ان میں کے ہر ایک عہدے کا ایک نام ہے لیکن اس ایک ایک نام کے دو دو اشخاص ہیں جن کا ایک شخص تو انسان ہے اور وہ وقت معینہ کے لئے اس عہدے کے فرائض اور امور کو انجام دیتا ہے اور یہی شخص ان لوگوں کو نظر آتا ہے جو قانون سے واقف نہیں ہیں لیکن اسی نام کا وہ دوسرا شخص فرضی ہے جس سے وکلا اور قانون داں اصحاب واقف ہیں اور جو صرف قانون کی نظروں میں دکھائی دیتا ہے۔ یہ دوسرا فرضی شخص حقیقت میں صاحب عہدہ ہے اسے نہ کبھی موت آتی ہے نہ اس کا زمانۂ ملازمت ختم ہوتا ہے اور دوسرا شخص جو گوشت اور خون کا لوتھڑا ہے محض اس فرضی شخص کا نائب اور قائم مقام ہے جس کے توسط سے شخص فرضی اپنے فرائض کا انصرام کرتا ہے۔ زندہ عہدہ دار (عہدہ دار ذی روح) جو قانون کا فرزند ہے آتا اور جاتا ہے لیکن وہ (فرضی) عہدہ دار ہمیشہ اس عہدے پر قائم رہتا ہے۔

جسمیات کو اشخاص فرضی ماننے کے متعلق علمائے قانون نے جو اصولی قیاس قائم کیا ہے اس کو تسلیم کرنے سے بعضوں نے انکار کیا ہے اور آج سے چند سال پیشتر تک خصوصاً جرمن مقننین کی جانب سے اس کو باطل کر کے اس کے بجائے ایک ایسا جدید نظریہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کے ذریعے سے جسم دار شخصیت کو قانون کی گھڑی ہوئی فرضی شخصیت نہیں بلکہ حقیقی شخصیت قرار دینا ان لوگوں کو منظور تھا۔ اس جدید نظریہ کی رو سے جسمیہ سے مراد اس کے ارکان کا ایسا مجموعہ ہے جو اپنی متحدہ حالت کے سبب سے شخص واحد بن جاتا ہے اور یہ جسم مرکب جس کے اجزائے ترکیبی انسان ہیں ایک شخص حقیقی اور ذی حیات (جاندار عضویت) شے ہے جس طرح ایک انسان میں اس کی حقیقی مرضی اور ارادہ ہوتا ہے اور جس طرح انسان امور کو انجام دینے اور معاملات کرنے کی قابلیت رکھتا اور جس طرح وہ اپنے افعال کا آپ ذمہ دار ہے اسی طرح اس فرضی شخص میں اس کی آپ پیدا کردہ مرضی اور ارادہ ہوتے ہیں اور اس میں افعال کے کرنے کی قابلیت ہوتی ہے اور اسی طرح وہ اپنے افعال کے لئے آپ ذمہ دار بن سکتا ہے۔

بہرحال ہم اس نظریہ کی نسبت اس سے زیادہ کہنا نہیں چاہتے کہ یہ نظریہ ایک حد تک ناقص ہے اس کا اطلاق صرف جسمیات اجتماعی پر ہو سکتا ہے اور اس کے ذریعہ سے جسمیات انفرادی کی مطلق توجیہ نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے سمجھانے کے لئے قدیم نظریہ سے مدد لینی پڑتی ہے۔ بلکہ جسمیات اجتماعی پر بھی اس کا اطلاق بخوبی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جسمیات اجتماعی کی جو شخصیت قرار دی جاتی ہے وہ استعارہ اور ایک فرضی خیال (تخیل انسانی) کا نتیجہ ہے۔ ظاہر ہے کہ سوسائٹی (معاشرت) ایک شخص نہیں ہے بلکہ ایک سے زیادہ اشخاص کا مجموعہ ہے۔ عرف میں کسی کمپنی کی مرضی یا اس کا ارادہ جو کہا جاتا ہے وہ حقیقت میں اس کے ڈائرکٹروں (منتظمین) یا حصہ داروں کی مرضی اور ارادے ہیں اور اصل میں ان کی کثرت آراء پر ان کی اس مرضی کا انحصار ہے۔ کسی کام کے چلانے کے لئے اگر کوئی دس آدمی آپس میں اتحاد کر کے اپنی ایک انجمن قائم کر لیں تو کیا ان کی غرض متحد ہونے یا ان کے آپس میں مل جانے سے وہ دس آدمیوں کے بجائے ایک آدمی ہو سکتے ہیں اور کیا کسی گاڑی کے کھینچنے کے لئے دو گھوڑوں کے جوتے جانے سے وہ بجائے دو حیوانوں کے ایک حیوان متصور ہو سکتے ہیں؟

نہیں ہرگز نہیں کسی مقتدر اور متمول جائنٹ اسٹاک کمپنی (شراکت سرمایہ مشترک) کو لوگ جو قانون کا فسانہ (اور فرضی شخص) خیال کرتے ہیں اور اس کے حقیقی وجود سے انکار کرتے ہیں اس کا سبب ان کی غلط فہمی ہے اور اس مغالطے کا ماخذ نظریہ متعلق فسانہ نہیں ہے بلکہ لوگوں نے اس فرضی شخصیت کی بابت جو نظریہ ہے اس کے سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ کسی شخص کو کمپنی کی ہستی حقیقی (یعنی اس کے حصہ داروں کے مجموعے) سے انکار نہیں ہو سکتا بلکہ اصل میں کمپنی کی شخصیت کی حقیقت سے انکار کیا جاتا ہے۔ انسانوں کی ایک جماعت یا ان کا ایک گروہ ایک حقیقی شے ہے لیکن وہ جماعت یا گروہ ایک فرضی شخص ہے۔

فصل ۱۵۵ نائبین ماموں لہم اور ارکان جسمیہ (کارپوریشن)

ہر چند جسمیات فرضی اشخاص ہیں لیکن جن افعال و اغراض حقوق و فرائض سے قانون میں وہ متصف کئے جاتے ہیں ان کا تعلق حقیقی اور قدرتی اشخاص سے ہے یعنی جسمیات کے جس قدر افعال و اغراض وغیرہ ہیں وہ قانون میں انسانوں کے افعال و حقوق وغیرہ متصور ہوتے ہیں اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو جسمیات میں جو واقعیت کی جھلک پائی جاتی ہے وہ باقی نہیں رہ سکتی اور جن اہم اغراض کی تکمیل ان کے ذریعے سے کی جاتی ہے وہ مسدود ہو جائے گی۔ بنا بر آں ہر ایک جسمیہ اولاً ایسے ایک یا ایک سے زیادہ حقیقی اشخاص پر مشتمل ہوتا ہے جن کے اغراض اور خواہشات فرضی طور پر اس سے متصف کئے جاتے ہیں اور ثانیاً وہ ایسے ایک یا ایک سے زیادہ اشخاص پر مبنی ہوتا ہے جن کے افعال کا فرضی طور پر اس پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ چونکہ جسمیہ کے جسم اور روح نہیں ہوتی اس لئے وہ کسی نائب یا قائم مقام کے توسط بغیر اس عالم میں جہاں اس کو انسانوں سے سابقہ پڑتا ہے کوئی کام نہیں کر سکتا اور چونکہ اس کی بذات خود کوئی غرض نہیں ہو سکتی اس لئے اس کا کسی قسم کا حق بھی نہیں ہو سکتا۔ بنا بریں ہم جن اغراض و حقوق سے کوئی ایک جسمیہ متصف کیا جاتا ہے اصل میں وہ چند انسانوں کے فائدے کے لئے یا ان کی جانب سے بحیثیت امین (ٹرسٹی۔ متولی) ان حقوق و اغراض کا حامل ہوتا ہے۔ مثلاً قانون میں جو افعال کسی ایک کمپنی سے منسوب کئے جاتے ہیں اصل میں

ساہ رعایت کے مفہوم صحیح کے لحاظ سے اس نسبت پر جو جسمیہ اور اس کے ماموں لہم میں واقع ہوتی ہے

ان کے کرنے والے اس کمپنی کے ڈائرکٹر یعنی منتظمین یا حصہ داران ہیں جو اس کے نمائندوں اور قائم مقاموں کی حیثیت سے ان کو انجام دیتے ہیں۔ جن اغراض وحقوق یا جائدا دکی کمپنی ازروئے قانون قابض سمجھی جاتی ہے وہ فی الواقع اور ازروئے حقیقت اس کے حصہ داروں کی ملک ہے اور انہی کے نفع کے واسطے ان پر کمپنی اپنا قبضہ رکھتی ہے۔ بنائرعلیہ ہر ایک شخص قانونی کے اس عالم میں بہ مشابہت اشخاص قدرتی چند نمائندے یا قائم مقام ہوتے ہیں جن کے ذریعے سے وہ اپنے افعال کا اظہار کرتا ہے اور اس کے چند مامون لہم (موقوف علیہم) ہوتے ہیں جن کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے شخص قانونی عالم ایجاد میں آکر اپنے فرائض کا انصرام کرتا ہے۔ شخص قانونی کے قائم مقاموں کے لئے اس کے مامون لہم میں شمار کیا جاتا اور نہ کیا جاتا دونوں باتیں ممکن ہیں۔ بعض وقت جو لوگ شخص قانونی کے نمائندے ہوتے ہیں وہی اس کے مامون لہم بھی بن سکتے ہیں اور کبھی اس کے مامون لہم اور قائم مقام انسانوں کی دو جداگانہ جماعتیں ہوتی ہیں مثلاً کمپنی کے حصہ دار صرف ایسے اشخاص نہیں ہیں جن کے فائدے کے لئے کمپنی عالم وجود میں آتی ہے بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے توسط سے وہ اپنے امور کو انجام دیتی اور اپنے افعال کا اظہار کرتی ہے لیکن جب کسی جمعیہ کا کارہائے خیر کے انجام کے لئے قیام ہوتا ہے تو اس کی اس سے بالکل جداگانہ کیفیت ہو جاتی ہے کیونکہ اس دوسری قسم کے شخص قانونی کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ لفظ امانت کا اطلاق کرنا اور نہ کرنا دونوں صورتیں ممکن ہیں کیونکہ کمپنی کے ہر ایک حصہ دار کا حصہ اپنی مناسبت سے جائدا دکمپنی میں حصہ دار کا ملکیت منفعتی یعنی بحیثیت مامون لہٗ اس حصہ دار کی ملک متصور نہیں ہوتا بلکہ جو معاہدہ حصہ دار اور کمپنی کے درمیان طے پاتا ہے اس کا نفع اس حصہ دار کا حصہ ہے اور جو منافع کمپنی کو حاصل ہوتا ہے اس میں اس حصہ دار کا ایک حصہ ہوتا ہے جو منجانب کمپنی اس کو ادا کیا جاتا ہے اور کمپنی کے انفساخ یا اختتام پر کمپنی کا جو اثاثہ بچ رہتا ہے اس میں بھی ہر ایک حصہ دار کا حصہ ہوتا ہے۔ حصہ ایک ایسا حق ہے جو بذریعۂ نالش وصول ہوتا ہے اور جبتک اس کے متعلق دعوی نہ کیا جائے وہ حق نہیں سمجھا جاتا یعنی ایک فرض ہے جو منجانب حصہ دار کمپنی پر عائد کیا جاتا ہے کلوتیل بینک بنام دہنی اپیل کیسیز جلد ۱ صفحہ ۴۲۶۔

ماموں لیہم کا اس کے انتظام میں کسی قسم کا دخل نہیں ہوتا۔
جسمیہ کے قائم مقاموں اور ماموں لیہم کو اس کے ارکان میں شمار کرنا جائز نہیں ہے بلکہ پہلے دو اشخاص کی جماعتیں جماعت ارکان سے بالکل جداگانہ ہیں۔ ارکان سے مراد جیسا کہ ہمنے سابق میں بیان کیا ہے وہ منفرد اشخاص ہیں جن کے مجموعے یا سلسلے کو قانون تشخص کا جامہ پہنا کر شخص واحد قرار دیتا ہے اور اسی مجموعہ یا سلسلے سے اس فرضی شخص کا جسم (تپلا) بنتا ہے جس کو قانون پیدا کرتا ہے۔ جسمیہ کی رکنیت کا اثر اس کے ارکان کے حقوق اور فرائض پر کسی طرح سے نہیں پڑ سکتا ہے کیونکہ رکنیت ایک امر متعلق ضابطہ و دستور ہے۔ اس انسان کے امتیازات اور ذمہ داریوں کا انحصار جس کا کسی جسمیہ سے تعلق ہو اس کے اس کارپوریشن کے قائم مقاموں یا ماموں لہم میں شمار کئے جانے پر ہے نہ اس امر پر کہ بغرض تکمیل ضابطہ اس کا اس کے ارکان میں شمار کیا جاتا ہے چنانچہ میونسپل کارپوریشن (بلدیات) شہروں اور قصبوں کے باشندوں کے تجسیم (جماعتہائے قانونی قرار دیے جانے) پانے سے وجود پذیر ہوتی ہیں لیکن اگر کسی قانون موضوعہ (اسٹاچیوٹ) کے ذریعے سے یہ قرار دیدیا جائے کہ آئندہ سے باشندگان بلاد کے بجائے مجالس بلدی میر بلد شرکائے میر بلد و ارکان مجلس بلدی پر مبنی ہونگی تو ارکان کی اس تبدیلی سے کسی انسان کے حقوق و اختیارات اور فرائض کسی طرح سے متاثر نہیں ہو سکتے ہیں۔
جن اشخاص سے کسی کارپوریشن کا تعلق ہوتا ہے ان کے تین مختلف گروہ ہیں یعنی قائم مقامان، ماموں لیہم اور ارکان کارپوریشن لیکن قانون میں یہ تینوں گروہ کس وقت اور کن صورتوں میں ایک سمجھے جاتے ہیں اس کا ہر ایک مقدمہ کے خاص حالات پر انحصار ہے۔ کسی کارپوریشن کے ارکان کا ان لوگوں میں شمار کیا جانا اور نہ کیا جانا جن کے ذریعے سے وہ اپنے اُمور انجام دیتا ہے دونوں صورتیں ممکن ہیں اور ایسا ہی ان ارکان کو وہ اشخاص سمجھنا یا نہ سمجھنا جن کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے اس جسمیہ کا وجود ہوا ہے دونوں اشکال کا امکان ہے۔
ناظرین کا اس امر سے واقف ہونا نامناسب نہ ہوگا کہ بعض وقت ایک جسمیہ کے چند یا تمام ارکان بذات خود جسمیات ہوتے ہیں چنانچہ ایک کمپنی کی دیگر

متعدد کمپنیاں حصہ دار بن سکتی ہیں اور ایسی صورت میں دہرے افسانہ تجسیم سے کام لیا جاتا ہے اور اس طرح کی ہر ایک جماعت اشخاص کو جو اس دوسری کمپنی کی حصہ دار بنتی ہے اور جس کی پہلے سے قانونی اور مصنوعی شخصیت ہے قانونی طریقۂ تشخص کے ذریعے سے ایک فرضی شخص قرار دیتا ہے۔

فصل ۱۱۶ کارپوریشن (جسیمہ) کے افعال اور ذمہ داریاں

جب کوئی انسان (شخص قدرتی) کسی نائب یا کارندے کے ذریعے سے کوئی کام کرتا ہے تو جو اختیار وہ اپنے نائب کو عطا کرتا ہے اس کا تعین اس کی مرضی اور ارادے سے کیا جاتا ہے اور جو حدود کارندہ کے افعال و اختیار کے متعلق منجانب منیب معین کئے جاتے ہیں ان سے تجاوز کرنے کا نائب کو اختیار نہیں ہو سکتا اور بالعموم نائب کے وہی افعال از روئے قانون منیب کے افعال متصور ہوتے ہیں جو ان اختیارات سے متجاوز نہیں ہوتے جن کو منیب معین و محدود کرتا ہے لیکن بصورت کارپوریشن یہ کیفیت بدل جاتی ہے جس طرح شخص قانونی اپنی ذات سے کسی کام کرنے کے قابل نہیں سمجھا جاتا اسی طرح وہ اپنی جانب سے کسی کام کرنے کے لئے کسی کارندے یا نمائندے کو کوئی کام کرنے کا اختیار نہیں دے سکتا اس لئے بشکل کارپوریشن اس کے قائم مقاموں اور نائبوں کو جو اختیارات عطا ہوتے ہیں ان کا معطی کارپوریشن نہیں بلکہ قانون ملک ہے اور ان اختیارات کا معین اور محدود کرنے والا بھی وہی قانون ہے کارپوریشن کے لئے نمائندے کا مقرر کرنا اور اس کے اختیارات کا معین اور محدود کرنا بھی قانون کا کام ہے اور جو فعل قانون کے مقرر کردہ حدود سے متجاوز ہو حالانکہ کارپوریشن کے نام اور اس کی جانب سے ہی کیوں نہ کیا جائے اس کو قانون کارپوریشن سے منسوب نہیں کرتا بلکہ اس طرح کے فعل کو خارج از اختیار کارپوریشن کہتے ہیں اور کارپوریشن کے فعل کی حیثیت سے وہ کالعدم سمجھا جاتا ہے۔

اس پر بھی بطور کلیہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کارپوریشن صرف انہی امور کو انجام دے سکتا ہے جو ان ضرورتوں اور اغراض کی تکمیل میں جن کے واسطے قانون ملک کسی مخصوص کارپوریشن کو قائم کرتا ہے ضمناً یا نتیجۃً وقوع پذیر ہوتے ہیں لہذا کارپوریشن کا ہر ایک فعل اسی ایک ضرورت

پر مبنی ہونا چاہیے جس کے لئے از روئے قانون اس کا قیام کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر بوقت قیام کمپنی ان اغراض کی جن کی انجام دہی کے لئے کمپنی کی ایجاد ہوتی ہے اس کی یادداشت شراکت میں صراحت اور ان کا تعین کر دینا (بانیان کمپنی پر) لازم ہے اور ان اغراض کی منظوری سے اختیارات کمپنی کے متعلق جو حدود منجانب قانون ملک قائم کئے جاتے ہیں ان کا توڑنا اور ان سے متجاوز ہونا اس کے تمام حصہ داروں کی رائے متفقہ کی قوت کے باہر ہے۔

قانون انگلستان کی رو سے یہ امر بخوبی طے ہوگیا ہے کہ کارپوریشن اپنے ناجائز افعال کا آپ ذمہ دار ہے اور یہ ذمہ داری نہایت وسیع ہے یہاں تک کہ ان افعال کے واسطے بھی جو خصوصیت فریب یا کسی ناجائز تحریک یا نیت پر مبنی ہوں اس طرح کے افعال کی ذمہ داری کارپوریشن پر عائد کی جاتی ہے چنانچہ کمپنی کے مقابلے میں توہین تحریری کا استغاثہ پیش کیا جاسکتا ہے اور اسی طرح اگر کمپنی کسی شخص کے مقابلے میں از راہ عناد جھوٹی فوجداری نالش دائر کرے تو فریق متضرر جھوٹا دعویٰ پیش کرنے کا کمپنی کے مقابلے میں استغاثہ کر سکتا ہے اور ایسا ہی دھوکہ دہی کا دعویٰ کمپنی پر کیا جاسکتا ہے[۱]۔ کارپوریشن نہ صرف اپنے ان افعال کے لئے جن کا تعلق قانون دیوانی سے ہے ذمہ دار ہے بلکہ اس کا قانون فوجداری کی زد میں آنا بھی ممکن ہے۔ کارپوریشن کے خلاف چالانی مقدمہ پیش ہو سکتا ہے اور ان فرائض کی خلاف ورزی کے لئے جو منجانب قانون کارپوریشن پر عائد کئے جاتے ہیں کارپوریشن کے مقابلے میں فوجداری دعویٰ کیا جاسکتا ہے اور اس کو جرمانے اور ضبطی جائداد کی سزا دی جاسکتی ہے[۲]۔

اگرچہ یہ امور جن کا فقرہ بالا میں ذکر کیا گیا ہے طے شدہ مسائل قانونی ہیں لیکن کارپوریشن کی ذمہ داری کے متعلق کسی صحیح نظریہ کا قائم کرنا خالی از دشواری نہیں ہے

---

[۱] کارن فرڈ بنام کارلسٹن بنک ۱۸۹۹ء کوئنز بینچ جلد ۱ صفحہ ۳۹۲ سنہ ۱۹۰۰ء کوئنز بینچ جلد ۱ صفحہ ۲۲۔

[۲] ملکہ معظمہ بنام برمنگھم اینڈ گلاسٹر ریلوے کمپنی کوئنز بینچ جلد ۳ صفحہ ۲۲۳۔ ملکہ معظمہ بنام گریٹ نارتھ آف انگلینڈ ریلوے کمپنی کوئنز بینچ جلد ۹ صفحہ ۳۱۵۔

اور مسئلہ ذمہ داری از روئے نظریہ نہایت بحث طلب مسئلہ ہے۔ اس دشواری
کے دو وجوہ ہیں اولاً یہ کہ کارپوریشن کو اس کے افعال کے لئے ذمہ دار ٹھہرانا انصاف قدرتی سے
بعید اور اس کے مغائر ہے کیونکہ جو سزا کسی کارپوریشن کو فوجداری قانون یا قانون دیوانی
کی رو سے بشکل تاوان وغیرہ دی جاتی ہے اصل میں اس کا خمیازہ اس کارپوریشن کے
ماموں لہم کو اٹھانا پڑتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کارپوریشن بجائے ماموں لہم اپنی جائداد پر
قابض رہتا ہے اور ماموں لہم کی یہ جائداد کارپوریشن کے نائبین کی سزائیں جن کے
ذریعے سے اس کے امور انجام پاتے ہیں ضبط کی جاتی ہے یا اور کسی قسم سے اس سزا
کا اثر ان کی اس جائداد پر پڑتا ہے لہٰذا ایسی صورتوں میں جہاں کارپوریشن بلکہ ماموں لہم
اور اس کے نائبین ایک ہی اشخاص نہیں بلکہ دو مختلف گروہ ہوتے ہیں ان جماعتوں
کی ذمہ داری کو جو کارپوریشن میں ذمہ داری بذریعہ نیابت سمجھنا چاہئے اور جن اصول
کی رو سے مالک اور منیب اپنے ملازم اور نائب کے غیر اختیاری افعال کے لئے
ذمہ دار قرار دیا گیا ہے انہی اصول کی بنا پر کارپوریشن کو اس کے ملازمین اور نائبین
کے افعال غیر اختیاری کے لئے ذمہ دار قرار دینا جائز ہو سکتا ہے اور ذمہ داری بذریعہ
نیابت سے یہی ہماری مراد ہے لیکن اس کو ہم تفصیل سے اس باب کے آخر میں بیان کرنا چاہتے
ہیں۔ ہرچند قائم مقامان کارپوریشن بظاہر اور قیاس قانونی کی رو سے اس فرضی شخص
(یعنی کارپوریشن) کے نائب اور ملازم ہیں لیکن فی الحقیقت وہ اس کے ماموں لہم کے
نائب اور کارندے ہیں اور اس لئے کارپوریشن کی ذمہ داری کو ہم ذمہ داری بذریعہ
یا بوجہ نیابت کہتے ہیں اور چونکہ کمپنی کے ڈائرکٹر (منتظمین) حقیقت میں اس کے حصہ داروں
کے ملازم ہوتے ہیں اس لئے کمپنی کو اس کے ڈائرکٹروں کے افعال کے لئے ذمہ دار
ٹھہرانا جائز ہے۔

ذمہ داری کارپوریشن کے متعلق کسی نظریہ کے قائم کرنے میں جو دوسری دشواری
پیش آتی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جس کا فقرۂ بالا میں تذکرہ کیا گیا ہے اور اس کا
سبب وہ خیال ہے جس کو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جن ناجائز
افعال کو قانون ملک کسی کارپوریشن (یا فرضی شخص) سے منسوب کرتا ہے اصل میں ان کے
کرنے والے اس کے کارندے ہوتے ہیں ہم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان کارندوں کے

اختیارات کے حدود قانون ملک کی جانب سے معین کئے جاتے ہیں اور نائبین ان حدود سے متجاوز ہو کر جن افعال کے مرتکب ہوتے ہیں وہ قانوناً افعال کارپوریشن نہیں منصور ہوتے ہیں اس لئے کسی کارپوریشن سے کیونکر کوئی خلاف قانون فعل منسوب کیا جاسکتا ہے؟ کیونکہ اگر (کارندے کا) فعل ناجائز اور خلاف قانون ہے تو اس کا ان اختیارات میں شمار نہیں کیا جاسکتا جن کو قانون ملک نے (کارپوریشن کو) عطا کیا ہے اور جن کے حدود اس کی جانب سے معین کئے گئے ہیں اور اگر کارندے نے اپنے اختیارات سے متجاوز کوئی کام کیا ہے تو وہ فعل اس کارپوریشن کا جس کا مرتکب فعل کارندہ ہے نہیں ہو سکتا۔ بہر حال اس دلیل کو جو سراسر دشوار اور پیچیدہ ہے دو طرح سے باطل کیا جاتا ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حجت ایسے افعال پر صادق نہیں آتی جن کے ترک کرنے کا قانون میں حکم دیا گیا ہے اور ان کا کرنا ناجائز قرار پایا ہے۔ جن امور کا ارتکاب قانوناً ناجائز ہے ان سے نہ صرف قائم مقامان کارپوریشن بلکہ کارپوریشن اپنی ذات سے مخترز رہتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کوئی فرضی شخص اپنی ذات سے اس کام کو نہیں کر سکتا جو قانوناً اس کے لئے ممنوع ہے لیکن جب کام کو کرنے کی قانون میں ہدایت دی جاتی ہے اس کو اپنی ذات سے بجا لانے میں شخص فرضی کا قاصر ہونا ممکن ہے۔ ثانیاً یہ کہ قانون میں کارپوریشن پر اس کے قائم مقاموں کے افعال کی ذمہ داری جو عاید کی گئی ہے وہ از روئے منطق بالکل جائز و صحیح ہے اور یہ وہی ذمہ داری ہے جو ملازم کے افعال کے لئے اس کے آقا پر عاید کی جاتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ مالک اپنے ملازم کو کسی فعل ناجائز کرنے کے لئے اختیار نہیں دے سکتا اور نہ اس کی ذمہ داری اس قسم کے اختیار پر منحصر ہے بلکہ ملازم سے جس قدر افعال اس ایک کام کے انجام دینے میں سرزد ہوتے ہیں جس کے واسطے وہ ملازم کیا جاتا ہے ان تمام افعال کی ذمہ داری اس کے مالک اور آقا پر عاید ہوتی ہے حالانکہ مالک ان افعال کے کرنے کا اپنے ملازم کو اختیار نہیں عطا کرتا اور اس قسم کی ذمہ داری قانون ملک کے ایک خود مختارانہ قاعدے اور مسئلہ کا نتیجہ ہے۔ مثلاً اگر میرا ملازم (کوچمین) میری بگھی ہانکنے میں غفلت کر کے کسی راہرو کو صدمہ پہنچائے یا اس قسم کا کوئی اور فعل سرزد ہو تو اس کی غفلت کی وجہ پر ذمہ داری عاید ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں نے اس کو غافل ہونے کے لئے

مختار کیا ہے بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ ہیں نے اپنی گھبی ہانکنے کا اس کو اختیار دیا ہے۔
اسی طرح بصورت کارپوریشن ان تمام افعال کے سوائے جن کے کرنے کا اس کے کارندوں
کو قانوناً اختیار ہے ان افعال کو بھی جو اس کارپوریشن کے امور کی انجام دہی میں اس کے
کارندوں سے سرزد ہوتے ہیں قانون ملک نے اسی سے منسوب کیا ہے لہٰذا کارپوریشن
نہ صرف ان افعال کے واسطے ذمہ دار ہے جو اس کے کارندوں کے اختیارات جائز کے عمل
میں لانے سے ظہور پذیر ہوتے ہیں بلکہ وہ اس طریقے اور طرز کارستانی کا بھی ذمہ دار
ہے جس نہج سے اس کے ملازمین افعال مذکورہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور اس کارپوریشن
کا کاروبار جن کا انھیں اختیار دیا گیا ہے چلاتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی کارپوریشن کے کارندے
اس کے معاملات کی انجام دہی میں غفلت اور فریب سے پیش آئیں اور اس غفلت و فریب
سے جس کے متعلق انھیں اختیار نہیں دیا گیا ہے دوسری مخلوق کو نقصان پہنچے تو اس کی جوابدہی
قانوناً کارپوریشن پر لازم آتی ہے[1]۔

فصل ۱۱۷ کارپوریشن قرار پانے کے اغراض و فوائد

دنیا میں کوئی ایسا کام نہیں ہے کہ جس کو ان کارپوریشن کے تصور کے بغیر قانون
انجام نہ دے سکتا ہو۔ لیکن اس تصور کے ذریعے سے قانون میں اکثر امور زیادہ آسانی
اور خوبی سے طے پا سکتے ہیں، اور اگر ان کارپوریشن کے تصور سے مدد نہ لی جائے تو بعض
امور میں قانون کو جو سہولتیں حاصل ہوئی ہیں وہ مفقود ہو جائیں گی ان اسباب و وجوہ کے
منجملہ جو اس طرح کی فرضی شخصیت کے تسلیم کرنے کے متعلق بیان کئے جاتے ہیں بعض دلائل کا

---

[1] کارپوریشن کی ذمہ داری کے متعلق دیکھو قانون ٹارٹ مصنفہ سامنڈ طبع چہارم صفحہ ۱۰۰ کارن فرڈ بنام
کارلٹن بنک (۱۸۹۹ء) کوئینز بینچ جلد ۱ صفحہ ۳۹۲ ۔ سٹیونس لائف انشورنس کمپنی (شہریوں کے جان
کے بیمہ کی کمپنی) بنام براون (۱۹۰۴ء) اپیل کیسز صفحہ ۳۲۴ ۔ گرین بنام لندن جنرل آمنی بس کمپنی سی بی
(سلسلہ جدید) صفحہ ۲۶۰ ۔ ابراتھ بنام نارتھ ایسٹرن ریلوے کمپنی اپیل کیسز جلد ۱۱ صفحہ ۲۴۷ اس میں
بیرن برمویل کا فیصلہ قابل دید ہے ۔ ڈرن برگ پینڈکٹس جلد ۱ فصل ۶۶ ۔ ونڈشیڈ جلد ۱ فصل ۵۹ ۔
سیوائے فی نظام قانونی فصول یا دفعات ۹۴ تا ۹۵ ۔ ڈائجسٹ ۴-۳-۱۵-۱۔

اس مقام پر ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ اہم اصلی اور عام وجہ یہ ہے کہ کارپوریشن کے وجود سے وہ دشواری جو قانون کو ایسے حقوق مشترک کے تصفیے کے متعلق پیش آتی ہے جو کثیر التعداد اشخاص کو حاصل ہوتے ہیں اور جن کا مشترکہ انتظام اور تحفظ کیا جاتا ہے دفع ہو جاتی ہے۔ اشیاء کی جس حالت معتدل سے قانون واقف ہے اور قانون کے اصول کی جس حالت سے مطابقت ہوتی ہے وہ ملکیت منفرد ہے۔ ان امور سے کہ مالک منفرد کے ساتھ کس طرح پیش آنا اور اس کے حقوق کا کیونکر تصفیہ کرنا چاہیئے قانون بخوبی واقف ہے لیکن جب ملک مشترک کا مسئلہ پیش ہوتا ہے تو قانون کو مختلف قسم کی دشواریوں کو سلجھانا پڑتا ہے۔ اگر کسی شرکت تجارتی وغیرہ میں دو سے زیادہ شرکا نہ ہوں یا کسی جائداد کے دو مشترک مالک ہوں تو بھی ان کے معاملات میں پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں اور اگرچہ اس طرح کے مالکان جائداد کے نزاعات کا تصفیہ کرنا قانون کے لئے ایک امر صعب وشدید ہے اس پر بھی دیگر تصورات کی امداد کے بغیر قانون ان کا تصفیہ کر سکتا ہے لیکن اگر مالکان مشترک کی تعداد پچاس یا سو یا اس سے زیادہ ہو تو کیا کرنا چاہیئے؟ بہرحال اس قسم کے حالات کا قانون کے ان اصول اور تصورات سے تصفیہ کرنا جن کا ملکیت منفردہ پر اطلاق کیا جاتا ہے ممکن نہیں ہے۔ یہ جم غفیر کیونکر اپنے مشترک حقوق وامور کا انتظام کر سکتا ہے؟ وہ اپنی جائداد کس طرح منتقل کر سکتا ہے اور اس کے متعلق کیونکر اور کس اصول پر دوسروں سے معاہدہ کرنا اس کے لئے ممکن ہے؟ اگر اس مجمع عظیم کے افراد میں بعض نابالغ مجنون یا غیر حاضر ہوں تو اس کا کیا اثر ہو سکتا ہے؟ اس کے کسی منفرد رکن کی موت یا دیوالیہ نکلنے کا اس مجمع پر کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ ان میں کا ایک رکن اپنے حصہ کو کس طرح فروخت یا اور کسی قسم سے منتقل کر سکتا ہے؟ اس جائداد مشترک سے شرکا یا حصہ داروں کے قرضہ جات منفرد ومشترک اور ان کی منفرد ومشترک ذمہ داریاں کس طرح ادا ہو سکتی ہیں؟ ایسے وسیع مجمع یا انجمن کے مقابل میں یا اس کی جانب سے کس طرح عدالتی کارروائی کی جا سکتی یا مقدمہ چلایا جا سکتا ہے؟ بہرکیف اس قسم کے جس قدر سوالات ہیں ان کے جوابات دشواری سے خالی نہیں ہیں اور جب ایسی دقتیں کثرت سے کسی خاص یا خانگی شرکت کے متعلق پیش آتی ہیں تو اس شرکت کے ارکان کے معاملات کی پیچیدگیاں اور مشکلات کا اندازہ کرنا جن کی تعداد دو چار نہیں بلکہ سیکڑوں اور

ہزاروں تک پہنچتی ہے خارج از امکان ہے۔ یہ دشواری خصوصاً اس حالت میں ہزار گنا زیادہ ہوجاتی ہے جب کہ جائداد یا حقوق و مرافق منفرد اشخاص یا ان کی معین انجمنوں کی ملک نہیں بلکہ کافۂ انام یا عوام کی غیر معین اور غیر محدود جماعتوں کی ملک سمجھے جاتے ہیں۔

ان مشکلات سے بچنے کی غرض سے قانون نے ملک مشترک، اور فعل مشترک کی مخلوط شکل کو ملکیت اور فعل منفرد کے زیادہ آسان اور سلیس نمونے پر ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ ایسی شراکت انجمن کے ارکان میں جن کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے رد و بدل کا مادہ زیادہ پایا جاتا ہے اور چونکہ اس قسم کے گروہ کے افراد میں اتحاد و استقلال کا پیدا کیا جانا لازمی ہے اس لئے قانون کو ان میں یک جہتی اور استقلال قائم کرنے اور ان کی ملک اور عمل مشترک کو موثر بنانے اور ان کی اس حالت کے تسلیم کئے جانے کے لئے ایک اوزار یا آلہ کی تلاش ہے اور اس ضرورت کو پورا کرنے کے واسطے قانون میں دو تدبیریں اختیار کی گئی ہیں یعنی امین کا عہدہ اور ان کارپوریشن (کارپوریشن قرار دیا جانا)۔ جن ضرورتوں اور اغراض سے امانت اور امین کی قانون میں ایجاد ہوئی ہے وہ مختلف و متعدد ہیں اور ان میں سے اکثر ایسے اغراض ہیں جن کی اہمیت اور ماخذ کے مخصوص تاریخی واقعات ہیں بہرحال امانت کی عام غرض یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے ان مشکلات کو دفع کیا جاتا ہے جو مالکان جائداد کی عدم قابلیت کثرت یا ان کے معین ہونے سے اس کے انتظام وغیرہ کی نسبت پیش آتے ہیں بصورت امانت جائداد امانتی قانون میں امین کی نہ کہ اس کے اصلی اور حقیقی مالکوں کی ملک متصور ہوتی ہے۔ بظاہر جائداد پر کسی ایک شخص یا ایک سے زیادہ معین اور قابل کار اشخاص کا قبضہ رہتا ہے اور یہ ایک شخص یا ایک سے زیادہ اشخاص ان متعدد نا قابل کار اور غیر معین اشخاص کے فائدے کے لئے جائداد پر قابض ہوتے ہیں جو اس جائداد کے اصلی مالک ہیں بہرحال از روئے قانون جائداد امانتی کے مالک اس کے امناء سمجھے جاتے ہیں جو موتوں الیہم کو جائداد امانتی کا نفع پہنچا کر متولیدار کے مانند اس جائداد کا انتظام اور حفاظت کرتے ہیں اور اس تدبیر کے ذریعے سے قانون میں ملک مشترک ملک منفردہ کی شکل میں لائی گئی ہے چنانچہ کسی خیراتی محکمہ یا کسی ایسی تجارتی انجمن کی جو کارپوریشن نہ قرار پائی ہو اور جس کے ارکان کی کثرت ہو جائداد اور حقوق کے متعلق

امانت قائم ہو کر اس کے ایک یا دو امین مقرر کئے جائیں تو جو دشواریاں اس کے انتظام اور حقوق وغیرہ کے متعلق پیش آتی ہیں اس تدبیر سے بہت کچھ کم ہو جاتی ہیں۔

بہر حال اس راہ ترقی میں قانون کے لئے ایک قدم اور آگے بڑھنا ممکن تھا اور اس نے بالآخر اس کوچے میں پیشگامی کرہی لی اور ان کارپوریشن (کارپوریشن قرار دیئے جانے) کے تصور کو حاصل کر لیا لیکن اس ترقی کے متعلق یہ خیال ہو سکتا ہے کہ ان کارپوریشن بذات خود کوئی قانونی تصور نہیں ہے بلکہ عہدہ امین کے تصور کی ترقی یافتہ حالت ہے اور اسی ترقی کردہ حالت کا ایک دوسرا لقب ان کارپوریشن تجویز کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جب امین کو اپنے فرائض کے انجام دینے کی ضرورت نہیں ہوتی یعنی وہ جائداد امانتی کے متعلق کوئی کام نہیں کرتا اور بحیثیت تحویل دار محض موہوم کے حقوق کا حامل ہوتا ہے تو اس کا ایک شخص حقیقی (انسان) ہونا لازم نہیں ہے بلکہ ایسی صورت میں امین ایک ایسا فرضی شخص بھی ہو سکتا ہے جس کی شخصیت کو صرف قانون تسلیم کرتا ہے یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ اکثر صورتوں میں فرضی امین کو حقیقی امین پر ترجیح دی جاتی ہے اور فرضی امین کے عہدے کے قیام سے حقیقی امین کے عہدے سے کہیں زیادہ فائدے اور سہولتیں حاصل ہوتی ہیں۔ چونکہ فرضی امین ایک ہی شخص ہوتا ہے اس لئے ملکیت مشترکہ امین کی ذات واحد کے پردے میں ملکیت منفردہ بن جاتی ہے۔ اس کے برعکس اس منفرد امین کے متعلق جو حقیقی اشخاص یعنی آدمیوں سے مقرر کیا جاتا ہے کثرت سے اہم اور بیّن اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ امین فرضی گو اس کا عہدہ قابل انفساخ و اختتام ہے فنا ہونے سے محفوظ ہے اور انسان اجل کا شکار ہونے سے بچ نہیں سکتا۔ جبتک حقوق اور اغراض مشترک میں وحدت اور استقلال نہ پایا جائے قانون ان کو تسلیم نہیں کرتا اور اس وحدت اور استقلال کے عناصر کی اسی وقت تکمیل ہوتی ہے جب کہ وہ کسی مستقل اور باقی رہنے والے منفرد شخص کی ذات سے وابستہ کئے جاتے ہیں۔ لیکن حقیقی انسانوں کے امین بنائے جانے کی صورت میں حقوق مشترک کے متعلق وہ وحدت اور استقلال حاصل نہیں ہو سکتا جو کسی فرضی شخص کے امین بننے سے ممکن ہے لہذا شخص فرضی کو بحیثیت امین اکثر صورتوں میں

شخص حقیقی پر ترجیح حاصل ہے اس کی مثال کوئی ایسی کمپنی ہوسکتی ہے جو کارپوریشن قرار دی گئی ہے کیونکہ ایسی کمپنی ایک دائمی اور مستقل شخص ہے جو اس کثیر التعداد اور بدلتے رہنے والی جماعت سے بالکل جدا ہے جو اس کے حصہ داروں پر مبنی ہے اور اسی مستقل شخص سے ان حصہ داروں کے حقوق اور جائداد کی امانت تفویض ہے۔ لیکن فرضی شخص کو امین قرار دینے میں بظاہر ایک دشواری محسوس ہوتی ہے، وہ یہ کہ کوئی فرضی امین اپنی ذات سے فرائض امانت کی انجام دہی نہیں کرسکتا بایں ہمہ نیابت اور کارندگی کے ذریعے سے اس مشکل کا دفع کرنا نہایت آسان ہے اگر فرضی امین کے معدودے چند مشیر یا نمائندے مقرر کئے جائیں تو یہ دشواری اور بھی کم ہوجاتی ہے اور مشیروں وغیرہ کی تعداد کے زیادہ ہونے سے کام میں جو پیچیدگیاں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اس کی جانب سے اطمینان ہوجاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی عہدہ امین کی وحدت میں کوئی فرق نہیں آنے پاتا[۱]۔

ابتک ہمنے ان کارپوریشن کے عام فوائد اور اغراض کو بیان کیا ہے لیکن اب اس کے مخصوص فوائد و اغراض کا ذکر کرنا چاہتے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ مفید ایک

---

[۱] کارپوریشن انفرادی کے اغراض کارپوریشن اجتماعی کے مشابہ اور مماثل ہیں کارپوریشن انفرادی کسی ایک عہدہ یا خدمت کے مسلسل قابضین پر مبنی ہوتا ہے اور قانون میں فرضی طور پر شخص واحد سمجھا جاتا ہے قانون میں جو یہ تدبیر اور حیلہ اختیار کیا گیا ہے اس کی صرف اس قدر غرض ہے کہ ایک عہدہ دار جو اپنے زمانہ ملازمت میں بحیثیت عہدہ دار اس عہدے کے متعلق جو جائداد حاصل کرتا ہے اور ذمہ داریاں اٹھاتا ہے اور دنیا کے ساتھ جو معاہدات کرتا ہے اس کے اس عہدے سے سبکدوش ہونے کے بعد خواہ اس کا سبب اس کی موت یا اختتام مدت ملازمت یا اور کوئی وجہ کیوں نہ ہو اسکے جانشین یا جانشینوں کے سلسلہ پر جائداد معاہدات اور ذمہ داریوں کے وقتاً فوقتاً منتقل کرنے کی ضرورت نہ پیدا ہوسکے بلکہ اس کا ہر ایک جانشین بحیثیت عہدہ دار جائداد اور ذمہ داریوں وغیرہ کا جن کا اس عہدے سے تعلق ہوتا ہے بلا کسی قانونی عمل کے قابض متصور ہو اور اس لئے اس عہدے کی تمام جائداد اس کی کل ذمہ داریوں اور معاہدات کو قانون بجاے ان عہدہ داران منفردہ کے جو یکے بعد دیگرے اس عہدہ کی کرسی کو مزین کرتے ہیں اس مستقل اور دائمی کارپوریشن سے جو فرضی شخص اور عہدہ دار ہے منسوب کرتا ہے اور یہ کارپوریشن جو فرضی شخص اور عہدہ دار ہے نہ کبھی مرتا ہے اور نہ اپنے عہدے سے علیحدہ ہوتا ہے۔

غرض ہے جس کی اہمیت زمانۂ موجودہ کی ضرورتوں سے بہت بڑھ گئی ہے اور وہ قیاسی (یا نظری) دلچسپی سے خالی نہیں ہے کارپوریشن کے طریقے سے زیادہ تر تاجروں کو فائدہ پہنچتا ہے اور وہ اپنی محدود ذمہ داری کے ساتھ تجارت کر سکتے ہیں۔ موجودہ قانون کے مطابق جو شخص اپنی ذات سے تجارت کرنے کی جرأت کر سکتا ہے اس کو اپنی تمام دولت سے اپنی تجارت یا دوکانداری چلانی پڑتی ہے۔ تجارت ایک قسم کی بازی بت ہے اور اپنے کاروبار کو کامیاب بنانے کے لئے از قسم پونجی جو کچھ تاجر کے پاس ہوا اس کو اس پر صرف کرنا پڑتا ہے اور تجارت میں جو نقصان ہو اس کی تلافی کرنے کے واسطے تاجر کی جھنجی کوڑی تک نہیں بچ سکتی۔ تجارت کے کامیاب ہونے سے زیادہ اس کے ناکام ہونے کا انسان کو اندیشہ لگا رہتا ہے اور جو شخص اپنی کل تجارت کو اپنے ذاتی سرمایہ سے انجام دیتا ہے وہ بھی تجارت کے ناکام ہونے کی فکر سے نہایت متردد رہتا ہے لیکن جو لوگ شرکت سے تجارت کرتے ہیں ان کی اس طرح کی پریشانیوں اور تفکرات کا اندازہ کرنا ہی دشوار ہے کیونکہ بصورت مشارکت ایک شریک کو ان افعال اور اغلاط کی جو اس کے دوسرے شرکا کے اعمال کا نتیجہ ہیں جوابدہی کرنی پڑتی ہے اور اپنی دولت سے ان نقصانات کی تلافی کرنی لازم ہے جو اس کے شرکا کی غلطیوں سے جن کے ساتھ یہ بدنصیب تجارت میں شریک ہوتا ہے پیدا ہوتے ہیں۔

لہٰذا یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے کہ زمانۂ موجودہ کے اہل تجارت نے نہایت اشتیاق سے اس تدبیر سے فائدہ اُٹھانا شروع کیا ہے اور اس کے ذریعے سے نقصانات تجارتی سے بچنے کا موقع نکل آیا ہے۔ ان کارپوریشن کے ذریعے سے یہ غرض بخوبی انجام پاسکتی ہے۔ جو لوگ اپنے کو نقصان سے بچا کر تجارت کرنا چاہتے ہیں ان کو اپنی ذات سے اس کے انجام دینے کی اب ضرورت باقی نہیں رہی اور نہ انھیں اپنی تمام دولت کو اس کے پیچھے صرف کرنا لازم ہے بلکہ وہ اس فرضی مخلوق کے غیر ذمہ دار کارندوں کی حیثیت سے جس کا قیام اس غرض کے لئے انگلستان کے قانون کمپنی ہا کی منظوری اور امداد سے عمل میں لایا گیا ہے اپنی تجارت چلا سکتے ہیں اور اگر وہ اپنے دھندے میں کامیاب ہوئے اور کمپنی کو منافع حاصل ہوا تو کمپنی اپنے حصہ داروں کے جانب سے اس پر اپنا قبضہ رکھتی ہے اور اگر تجارت ناکام ہونے کی وجہ سے کمپنی کو نقصان ہو تو اس

نقصان کو صرف کمپنی برداشت کرتی ہے کیونکہ کسی کارپوریشن کے قرضہ جات اس کے ارکان کے دیون نہیں متصور ہو سکتے لیکن[1] اس شکل میں جو کچھ نقصان کمپنی کے اراکین کو اٹھانا پڑتا ہے وہ محض اس سرمایہ کی حد تک محدود رہتا ہے جس کو اس کے ارکان اس کے کاروبار کو چلانے کے لئے اپنی اپنی جانب سے مہیا کرتے ہیں۔ بہر حال کارپوریشن کے دیوالیہ ہونے کی صورت میں اس کے قرضخواہوں کے مطالبات اسکے سرمایہ کی حد تک منظور کئے جا سکتے ہیں اور اسی حد تک اس کے حصہ دار اور ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں۔

ذمہ داری محدود کے متعلق یہ جو تدبیر اختیار کی گئی ہے اس کے فوائد اظہر من الشمس ہیں اور اس تدبیر سے قرضخواہوں یا دائنین کے حق میں بھی کسی قسم کی ناانصافی نہیں ہے کیونکہ جو لوگ کمپنیوں کے ساتھ لین دین کرتے ہیں وہ ہر ایک کمپنی کے سرمایہ سے بخوبی واقف رہتے ہیں اس لئے ان کو قرض دینے سے پہلے اس کفالت کے متعلق اطمینان ہو سکتا ہے جو کمپنیاں اپنے قرضہ جات کی نسبت ان کو دیتی ہیں اس کے علاوہ معاملہ قرضہ طے پانے کے قبل فریقین میں معاہدہ دین کے متعلق جو شرائط طے پاتے ہیں ان پر بخوبی غور کرنے کا ہر ایک فریق کو موقع ملتا ہے اور ہر ایک فریق کی کامل رضامندی سے ان کی تکمیل ہوتی ہے بنا بریں کہ دائن سے اس کی مدیون کمپنی کی کوئی بات مخفی نہیں رہ سکتی ہے۔ جب کمپنیوں کے قرض لینے کی یہ صورت ہے اور کمپنی اور اس کے دائن کے درمیان معاہدہ قرضہ طے پانے اور فریقین کی رضامندی حاصل ہونیکے بعد قرض دیا جاتا ہے تو ادائی قرضہ کی ذمہ داری (حصہ داروں کے ایک معین و محدود حصے یعنی) سرمایہ کمپنی تک محدود رکھی جانا قرین معدلت ہے اور حصہ داروں کو اپنی دوسری جائداد سے کمپنی کا قرضہ ادا کرنا کسی طرح لازم نہیں آ سکتا ہے۔

فصل ۱۱۵ (حیات و ممات) کارپوریشن

ایجاد و اختتام کارپوریشن

جس طرح اشخاص قانونی کی ولادت اور موت کا ذریعہ قدرت نہیں بلکہ قانون ہے

---

[1] ڈائجسٹ ۳۔ ۳۴۔ ۱۰۷۔

اسی طرح ان اشخاص کا وجود اور ان کا قیام و بقا قانون کی مرضی پر منحصر ہے۔ کارپوریشن کا قیام سند شاہی قانون موضوعہ اور رسم دیرینہ کے ذریعہ سے عمل میں لایا جاتا ہے۔ لیکن چند سال سے کارپوریشن کی بنا ایک جدید اور سہل طریقہ سے بھی کی جا رہی ہے۔ قانون میں چند نمونے اور طریقے کارپوریشن کی ایجاد کے متعلق تبلائے گئے ہیں اور ہر ایک کارپوریشن کے ارکان ان قانونی نمونہ جات اور طریقوں کے مطابق اپنی رضامندی کا اظہار کر کے اس کو ان احکام اور قیود کا پابند قرار دیتے ہیں جو قانون موضوعہ کے ذریعے سے کارپوریشنوں کے متعلق مرتب ہوئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ کارپوریشن اس کی فطرت کے لحاظ سے غیر محدود اور غیر معین زمانے تک قائم رہ سکتا ہے اور یہی ایک صفت ہے جس کی وجہ سے اس کو انسانوں پر ترجیح دی جاتی ہے۔ بر ایں ہم کارپوریشن اپنے کو بربادی اور فنا سے ہمیشہ کے لئے نہیں بچا سکتا۔ کارپوریشن کی موت یا معدومیت کو اس کا انفساخ اور اختتام کہتے ہیں اور اس سے مراد اس قانونی بندھن کا ٹوٹنا ہے جس کے ذریعے سے اس کے ارکان جکڑ دیئے جا کر فرضی وحدت اختیار کرتے ہیں اور بجائے متعدد اشخاص کے ایک فرضی شخص سمجھے جاتے ہیں۔ ہم نے اس کے پہلے بیان کیا ہے کہ جسم یا مادہ جسدی کے برباد و فنا یا مفقود ہو جانے سے ایک شخص قانونی بیجان نہیں ہو سکتا اور نہ قانون کو اسے بیجان ماننے کی ضرورت ہے۔ اس امر کے باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ کارپوریشن کے تمام ارکان کے ختم ہو جانے سے یا اس کے سبب سے اخیر رکن کے مر جانے سے اس کا سلسلۂ حیات منقطع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر جب کسی کارپوریشن انفرادی میں ایک عہدے کے اختتام اور اس کے جانشین کے اس عہدے پر آنے تک جو زمانہ عہدہ داروں سے خالی گزرتا ہے اس کو اس کارپوریشن کے لئے موت نہیں خیال کرنا چاہیئے بلکہ کارپوریشن انفرادی کی ایسی حالت کو اس کی حالت خواب سمجھنا چاہیئے۔ کارپوریشن والے شخص یا جماعت کا وجود اور خوبی اس کی فرضی اور قانونی شخصیت کی روح پر مبنی ہے نہ کہ اس کے جسم پر، جو مشتمل ہے جو اس کے ارکین سے ترتیب پاتا ہے[1]۔

[1] یہ عجیب بات ہے کہ ان اشخاص قانونی کو جن کی کسی ایک نظام قانونی کے ذریعے سے خلقت ہوئی ہے

فصل ۱۹ سلطنت بمنزلۂ کارپوریشن

(کیا سلطنت کارپوریشن ہوسکتی ہے؟)

معاشرت انسانی کے جملہ اقسام میں سب سے زیادہ عظیم الشان قسم سلطنت ہے۔ سلطنت دولت عظیم کی مالک ہوتی ہے اور ان فرائض کو انجام دیتی ہے جو بلحاظ اہمیت اور تعداد ان امور سے کہیں زیادہ ہیں جن کا دوسرے قسم کی تمام انجمنیں انصرام کرتی ہیں۔ کیا قانون ایسی انجمن اور معاشرت کو شخص تسلیم کرتا ہے؟ کیا (برطانیہ یا آسٹریلیا کی) کامن ویلتھ (یعنی رفاہ عام اور مراد سلطنت قومی) ایک ایسی سیاسی یا کارپوریشن والی جماعت ہے جس کو شخصیت قانونی عطا ہوئی ہے اور جس کے ارکان (افراد رعایا) پر اس کی اطاعت اور وفاداری لازم کی گئی ہے اور اس کے معاوضہ میں وہ لوگ منجانب کامن ویلتھ حمایت اور حفاظت کے مستحق ہیں؟ بہرحال یہ وہ نتیجہ اور ترقی کی آخری منزل ہے جس پر اور جس تک پہنچنے کی ایک ترقی یافتہ نظام قانونی کے متعلق توقع کی جاتی ہے۔ لیکن قانون انگلستان نے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اگرچہ افراد قوم کا مجموعہ جس سے تمام برطانوی مملکت آباد ہے ایک منظم اور منسق معاشرت سمجھی جاتی ہے لیکن قانون اس کو شخص یا کارپوریشن والی جماعت نہیں مانتا۔ قانون میں یہ آبادی نہ تو کسی جائداد کی مالک سمجھی جاتی ہے اور نہ اس میں افعال کے کرنے کی قابلیت ہے اور نہ قانون اس کو حقوق اور ذمہ داریوں کا حامل قرار دیتا ہے بہرکیف اس حقیقت کے برعکس جو رعایائے سلطنت برطانیہ کو عام زبان میں شخص واحد سے خطاب

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دوسرے نظامات قانونی میں بخوبی تسلیم کیا جاتا ہے۔ قانونی افسانہ کی اس شکل اور قسم کو سلطنت برطانیہ کے باہر ممالک غیر میں ایک بین الاقوامی مسئلہ قانونی کے موافق جواز حاصل ہے۔ چنانچہ ایک فرانسیسی کارپوریشن کی جانب سے اور اس کے مقابلے میں ایک انگریزی عدالت میں اسی طرح سے دعویٰ پیش کیا جاسکتا ہے جس طرح کسی حقیقی شخص کا دعویٰ یا نالش دائر ہوسکتی ہے۔ دی ڈچ ویسٹ انڈیا کمپنی بنام فان موسز (رپورٹ مرتبہ اسٹیرینج صفحہ ۱۱۶۔ یوبی بنام فان اوبن لا رپورٹس کوینز بینچ جلد ۷ صفحہ ۲۹۳۔

کیا جاتا ہے یا از روئے محاورہ اس کے حقوق اور ذمہ داریاں وغیرہ کہی جاتی ہیں اس کو ایک قسم کی صنعت زبان سمجھنا چاہیئے اور انگریزی قانون کی زبان میں اس طرز استعمال کے لئے مخصوص الفاظ نہیں ہیں۔ ان کارپوریشن اور تشخیص قانونی کے جیسے مفید اور ہم تصور کا انگریزی قانون میں سلطنت پر اطلاق نہ کئے جانے سے اس نظام قانونی میں جو نقص واقع ہوا ہے اس کے متعلق ہمارے پاس کیا جواب ہے اور ہم اس کی کیونکر توجیہ کرسکتے ہیں کیوں اس نظام نے اپنی سلطنت کو دوامی شخص واحد ماننے سے انکار کیا اور کیوں اس قانون میں سلطنت برطانیہ کی وحدت اور استقلال کا اظہار نہیں کیا جاتا۔ اس کا جواب شخصی (اور شاہی) حکومت کی موجودگی ہے۔ چونکہ بادشاہ انگلستان تمام سلطنت برطانیہ کا سرتاج ہے اس لئے قانون میں اس کی حقیقی شخصیت کے بجائے اس سلطنت کو مجازی شخصیت سے متصف کرنا غیر ضروری اور فعل عبث خیال کیا گیا ہے۔ قانون کی نظروں میں عوام کی یعنی سلطنت کی تمام جائداد بادشاہ کی جائداد ہے سلطنت کی ذمہ داریاں بادشاہ کی ذمہ داریاں سمجھی جاتی ہیں۔ بادشاہ ہی وہ شخص ہے جو اپنی ذات سے تنہا انگلستان کے قرضہ قومی کے متعلق زر اصل اور سود کا مدیون متصور ہوتا ہے۔ بہر حال جو کچھ کام منجانب سلطنت کیا جاتا ہے وہ قانون میں بادشاہ کا کیا ہوا فعل سمجھا جاتا ہے۔ اس سلطنت کی عدالتوں میں جو کچھ انصاف منجانب قوم (حکومت) کیا جاتا ہے وہ انصاف ومعدلت شاہی سمجھا جاتا ہے جس کو بادشاہ اپنے ملازم ججوں کے توسط سے انجام دیتا ہے۔ اس قلمرو میں جس قدر قوانین ہیں ان کا بانی بادشاہ سمجھا جاتا ہے اور ان کو وہ اپنی پارلیمنٹ کے مشورے اور رضامندی سے وضع کرتا ہے۔ سلطنت کی عاملانہ اور انتظامی حکومت بادشاہ کی ایسی حکومت ہے جس کو وہ اپنے وزرا کے ہاتھوں سے انجام دلواتا ہے۔ اس سلطنت میں کوئی ایسی بری یا بحری فوج یا بحریہ نہیں ہے جو بادشاہ کی نہ ہو اور جس قدر اس سلطنت کے محاصل ہیں وہ تمام بادشاہ ہی کے ہیں سلطنت کا جس قدر علاقہ ہے وہ سب بادشاہ کا ہی محروسہ ملک سمجھا جاتا ہے۔ بغاوت اور دوسرے جس قدر جرائم ہیں اور سلطنت کے خلاف اور سود اور بہبود عوام کو نقصان پہنچانے کی غرض سے کئے جاتے ہیں ان تمام جرائم کا ارتکاب بادشاہ کے مقابل میں سمجھا جاتا ہے اور امن عامہ بھی بادشاہی کا امن ہے یہاں تک کہ اس سلطنت کے تمام شہری (یعنی باشندے) ایک سیاسی یا کارپوریشن والی جماعت کے

ہم رتبہ ارکان نہیں بلکہ ایک ہی فرمانروا اور راعی کے ہم منزلت رعایا ہیں۔

چونکہ ہر ایک چیز اور ہر ایک فعل جس کا تعلق قوم یا خالصہ سے ہے وہ قانونِ انگلستان کی رو سے شاہی چیز یا شاہی فعل سمجھا جاتا ہے اس لئے سلطنت برطانیہ کو کارپوریشن داتی کامن ویلتھ (جمہوری حکومت) قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سلطنت کے جس قدر حقوق اختیارات اور افعال ہیں سب کا بادشاہ اپنی ذات سے حامل ہے۔ بادشاہ انگلستان کی حیثیت نائب کی ہے اور سلطنت اپنے امور کو اس نائب کے ذریعے سے انجام دلاتی ہے بادشاہ بمنزلہ امین اور اس کی سلطنت بمنزلہ مامون لہ ہے اور سلطنت کے املاک اور جائداد پر بحیثیت امین بادشاہ قابض رہتا ہے لہذا ان وجوہ سے انگلستان میں سلطنت کو شخصیت قانونی عطا کرنے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی ہے۔

قانون میں بادشاہ انگلستان محض ایک انسان فانی نہیں ہے بلکہ اس کی دوہری شخصیت ہے وہ ایک قدرتی شخص (یعنی انسان) بھی ہے اور ایک سیاسی شخص یعنی کارپوریشن انفرادی بھی۔ بادشاہ برطانیہ کی حیثیت سے بظاہر میں جو شخص تاج شاہی کا اپنے سر پر رکھنے والا ہے وہ اپنے اپنے زمانے میں محض ایک زندہ قائم مقام اور نائب ہے اس نظر نہ آنے والے (یا غائب) اور در پردہ فرضی شخص کا جس کو انگریزوں کے قانون نے اس مملکت کی حکومت کے اختیارات اور امتیازات (مخصوص حقوق شاہی) دے رکھے ہیں۔ جب اس سلطنت کے بادشاہ حقیقی کی موت واقع ہوتی ہے تو وہ تمام جائداد منقولہ و غیر منقولہ جس کا وہ اپنے شاہی حق کی بنا پر مالک اور سلطنت کے مقابلہ میں (جو بحیثیت مامون لہ اس جائداد سے مستفید ہوتی تھی) امین سمجھا جاتا تھا اور اسی حق اور حیثیت کی وجہ سے جس قدر اس کے ذمے دیون اور ذمہ داریاں رہی ہوں وہ تمام کی تمام اس کے اس سلسلے جانشینان پر منتقل ہوتی ہیں جنھیں اس کا منصب شاہی ملتا ہے لیکن اس قسم کی جائداد وغیرہ متوفی حقیقی بادشاہ کے ورثا اوصیا یا مہتمان ترکہ کو نہیں پہنچتی ہے کیونکہ ان حقوق و ذمہ داریوں کا اس بادشاہ انگلستان سے تعلق ہے جو کارپوریشن انفرادی ہے اور ان کا حامل بادشاہ انگلستان نہیں ہے جو محض ایک انسان فانی ہوتا ہے۔

لہ مقدمہ کیال ون اسٹیٹ ٹرائل جلد ۳ صفحہ ۹۳-۶۲۴ اس صفحہ پر لکھا ہے کہ بادشاہ انگلستان کی دو حیثیتیں

بادشاہ انگلستان کو بجائے بادشاہ کے لفظ تاج سے خطاب کرنے کا طریقہ زمانہ حال میں رائج ہوا ہے اور جب کوئی انگریز بادشاہ کے عوض تاج کہتا ہے تو اس سے اس کی مراد بادشاہ کی شخصی یا خانگی نہیں بلکہ سرکاری حیثیت ہوتی ہے اور اس حیثیت سے وہ ایک شخص سیاسی سمجھا جاتا ہے (یعنی سلطنت یا سلطنت کے تمام شہریوں کا مجموعہ بن کر ایک شخص خیال کیا جاتا ہے)۔ چنانچہ انگریز تاج (انگلستان) کی جائداد لکھتے ہیں اور اس سے ان کا مطلب وہ جائداد ہے جس پر بادشاہ بحیثیت تاجور و بربنائے حق تاج قابض رہتا ہے۔ اسی طرح سے وہ لوگ تاج انگلستان کے قرضہ جات اور تاج برطانیہ کی جانب سے یا اس کے مقابلے میں عدالتی مقدمات کا رجوع ہونا کہتے ہیں۔ بہرحال بادشاہ کے بجائے تاج کا لفظ استعمال کرنے سے انگریزی زبان میں نہایت آسانی پیدا ہوگئی ہے اور اس کے ذریعہ سے وہ دشواری رفع ہو جاتی ہے جو دوسری تمام زبانوں میں انفرادی کارپوریشنوں کے متعلق پیدا ہوتی ہے ایسا ہی اس لفظ سے انسان کو انفرادی کارپوریشن کے تصور کی نسبت جب وہ اس کی تصویر اپنے ذہن میں کھینچتا ہے بہت کچھ مدد ملتی ہے اور اس طریقے سے اس کے ذہن میں نہایت عمدگی کے ساتھ شخص سیاسی (یا مصلحتی) اور اس انسان میں جس کے ذریعے سے پہلے شخص کی نیابت ہوتی ہے اور جو اس نام (یعنی عہدہ) کا حامل ہوتا ہے فرق نظر آسکتا ہے۔ برایں ہمہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بادشاہ کو تاج کے لفظ سے جو خطاب کیا جاتا ہے وہ محض لسان انگریزی کی ایک صنعت ہے اور قانون

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - میں ایک حیثیت کے بموجب وہ ایک ایسا قدرتی شخص ہے جو اس مملکت کے خاندان شاہی کی نسل سے ہے اور یہی شخص خدائے قادر و توانا کی ایک مخلوق بھی ہے اور اسی وجہ سے اس کی موت آتی ہے اور ضعف اور پیرانہ سالی وغیرہ کے واقعات اس میں واقع ہوتے رہتے ہیں۔ دوسری حیثیت کے لحاظ سے وہ ایک شخص سیاسی ہے اور اس کو اس لئے یہ لقب دیا گیا ہے کہ انسان کی سیاست اور حکمت عملی نے گھڑ لیا ہے جس کی وجہ سے بادشاہ انگلستان غیر فانی اور نظر نہ آنے والی چیز سمجھا جاتا ہے بلکہ وہ موت ضعف جسمانی اور نابالغی کے اثرات سے بھی مستثنیٰ خیال کیا جاتا ہے" اس قیاس کی تاریخ کے متعلق دیکھو انگریزی قانون کی تاریخ جلد ۳ صفحات از ۴۵۷ تا ۴۶۲ ۳ مصنفہ ہولڈزورتھ ۱۲-

نے تاج کو کسی جدید قسم کا قانونی یا فرضی شخص قرار نہیں دیا ہے۔ تاج انگلستان بذات خود قانون میں کوئی شخص نہیں ہے بلکہ قانون جس کو شخص تسلیم کرتا ہے وہ صرف وہی کارپوریشن والا شخص (یا کارپوریشن والی جماعت) ہے جو ان اشخاص کے سلسلے سے بنتی ہے جو تاج انگلستان ایک دوسرے کے بعد پہنا کرتے ہیں لیکن قانون میں تاج انگلستان کی قانونی شخصیت جو تسلیم نہیں کی گئی ہے اس کی وجہ ضرورت اور سہولت نہیں ہے بلکہ انگریزی قانون میں عمداً اور خود مختارانہ طور پر کارپوریشنوں کی دو قسموں اجتماعی اور انفرادی کے سوائے تیسری کسی چیز کو شخص قانونی نہیں قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ قانون روما میں شہنشاہ کا صندوق خزانہ بغیر کسی دشواری کے ایک شخص فرضی قرار دیا گیا تھا (جو سلطنت رومی اور اس کے شہنشاہ کے بجائے سمجھا جاتا تھا) اگر تاج انگلستان کے متعلق بھی تخیل قانونی اسی طرح بلند پروازی کر کے اسکو ایک فرضی اور قانونی شخص قرار دے تو کوئی مشکل بات نہیں ہے۔

جس طرح انگریزی قانون کو تمام سلطنت برطانیہ کے ایک شخص و رکارپوریشن ماننے میں انکار ہے اسی طرح وہ قانون اس سلطنت کے ان تمام خود اختیاری حکومت رکھنے والی ریاستوں کو جن پر وہ مبنی ہے تشخص عطا کرنے اور کارپوریشن قرار دینے سے انکار کرتا ہے۔ مثلاً سلطنت ہند یا حکومت کینیڈا[۱] قانون انگلستان میں شخص نہیں سمجھی جاتی ہے[۲] بادشاہ یا تاج انگلستان نہ صرف تمام سلطنت برطانیہ کی بلکہ اس کے ہر ایک جزو کی نمائندگی کرتا ہے اور یہ انگریزی قانون کا نقص ہے کہ اس میں اس عظیم الشان اور وسیع سلطنت کی ریاستوں میں سے ہر ایک ریاست کو جو اسکے اجزائے ترکیبی ہیں ایک خاص اور بذات خود قائم ہستی اور شخصیت نہیں دی گئی ہے چنانچہ حکومت ہند کی جائداد اور

---

[۱] سلومن بنام حکومت نیوزی لینڈ سی۔ پی۔ ڈی۔ جلد ا صفحہ ۵۶۳۔ مدعی نے ایک دعوی نوآبادی نیوزی لینڈ کے گورنر اور اس کی حکومت کے مقابلے میں انگلستان کی عدالت میں پیش کیا تھا جو خارج ہوا اور اس کی ناکامی کا سبب یہ تھا کہ جس شخص پر دعوی کیا گیا تھا اس کا یعنی گورنر اور حکومت نیوزی لینڈ کا بحیثیت شخص فرضی یا کارپوریشن قانون انگلستان میں وجود نہ تھا۔

[۲] دیکھو ولیمز بنام ہوارتھ (۱۹۰۵ع) اپیل کیسز صفحہ ۵۵۱۔

اس کی ذمہ داریاں قانون میں تاج برطانیہ کی جائداد اور ذمہ واریاں سمجھی جاتی ہیں۔ برطانوی نوآبادیوں کے جو قومی قرضہ جات ہیں وہ از روئے قانون بادشاہ انگلستان کے دیون ہیں اور ان کی ادائی بھی اسی بادشاہ پر لازم ہے۔ ان نوآبادیوں میں سے کوئی ملک آپس میں معاہدہ کرنے کا مجاز نہیں ہے اور جو معاہدہ ان میں قرار پائے وہ از روئے قانون کالعدم متصور ہوتا ہے بشرطیکہ شاہ انگلستان بحیثیت فریقین اپنے سے آپ معاہدہ کرسکتا ہو اور یہ بات ناممکن ہے اسلئے کہ معاہدہ دو شخص کے درمیان طے پاتا ہے اور شاہ انگلستان ایک ہی شخص ہے پھر وہ اپنی شخصیت واحد کو فریقین معاہدہ کیونکر قرار دے سکتا ہے۔ اگر انگریزی قانون میں سلطنت برطانیہ کے مقبوضات اور اس کی ماتحت ریاستوں میں سے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ شخصیت قرار پاتی اور وہ اپنے نام اور اپنی ذات سے حقوق اور ذمہ داریوں کے حامل بننے اور افعال کے کرنے کے قابل سمجھی جاتی تو اس طرح کی دشواری ہرگز پیش نہ آتی۔ چنانچہ اگلے زمانے میں بعض قدیم نوآبادیوں کی جن کا شاہی اسناد کے ذریعے سے قیام ہوا تھا جداگانہ ہستی اور شخصیت تسلیم کی جاتی تھی اور وہ اجتماعی کارپوریشن سمجھی جاتی تھیں۔ یہاں میساچوسٹیس جزیرۂ رہوڈ اور کینکٹ ٹیکیٹ کی نوآبادیوں کے نام بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں اور ان کی اصل سلطنت سے ایک جداگانہ قانونی شخصیت تھی۔ لیکن اب بھی بعض صورتوں میں ایک معمولی نمونے کی برطانوی نوآبادی اس قانون کے ذریعے سے جس کو اس نے خود وضع کیا ہو کارپوریشن قرار پاسکتی ہے اور اس بنا پر اس کی باقی سلطنت سے علیحدہ شخصیت قائم ہوتی ہے[۱]۔ چونکہ

[۱] آسٹریلیا کی کامن ویلتھ (حکومت جمہوری) اور اس ملک کی جتنی ریاستیں ہیں اور جن سے وہ سلطنت مرکب ہے بعض صورتوں میں اور بعض اغراض کے لئے سیاسی اور کارپوریشن والی جماعتیں سمجھی جاتی ہیں حکومت آسٹریلیا کے بنا کردہ قانون کی بدولت ان میں کی ہر ایک ریاست اپنے نام سے دوسرے کسی ایک شخص پر دعویٰ کرسکتی ہے اور ان میں کی ہر ایک ریاست کے مقابلے میں اور اس کے نام پر دعوےٰ کیا جاسکتا ہے بالفاظ دیگر ان میں کی ہر ایک ریاست عدالتی نالشات میں فریق مقدمہ یعنے مدعی یا مدعی علیہ قرار پاسکتی ہے اور ایسا ہی ہر ایک ریاست شخصیت کے دوسرے اوصاف سے بھی متصف کی گئی ہے مثلاً ریاست کوئنز لینڈ کی جانب سے ریاست نیو ساوتھ ویلز کے مقابلہ میں دعویٰ پیش کیا جاسکتا ہے ان ریاستوں کی جو اس طرح کارپوریشن کی سی حیثیت قرار دی گئی ہے وہ بالکل انگلستان کے قدیم کامن لا (قانون غیر موضوعہ اور

سلطنت برطانیہ کے مختلف حصص کارپوریشن نہیں قرار دیے گئے ہیں اس لئے ان میں سے ہر ایک حصے کی قانون میں صرف اسی وقت اور اسی صورت میں علیحدہ ہستی متصور ہوتی ہے جبکہ اس مسئلہ کے ضمن میں جس کا اس کے پیشتر ذکر آچکا ہے[۵۱] دوہری یا متعدد شخصیت قائم ہوتی ہو۔ اگرچہ بادشاہ انگلستان کی ذات سے تمام برطانوی سلطنت کی نیابت و قائم مقامی ہوتی ہے۔ لیکن اگر منظور ہو تو قانون اس سلطنت کے ہر ایک حصہ کی نیابت کے واسطے بادشاہ مذکور کی علیحدہ علیحدہ شخصیت قائم کرسکتا ہے اور اس بنا پر نیوزیلینڈ کی سرکاری اراضیات کا جو بادشاہ مالک ہے قانون کی نظروں میں اسی بادشاہ کا انگلستان کی سرکاری زمینوں کا مالک ہونا ضروری نہیں ہے آسٹریلیا کی حکومت انتظامی (یا عاملانہ) کی حیثیت سے جو بادشاہ روپیہ قرض لیتا ہے وہ قانون میں اس بادشاہ سے جس کے ذمے انگلستان کے قرضہ قومی کی ادائی ہے بالکل ایک جداگانہ شخص سمجھا جاسکتا ہے اس مقام پر اس امر سے بحث کرنا ہمیں منظور نہیں ہے کہ انگلستان کے قانون غیر موضوعہ کی رو سے حقیقت میں کس حد تک تاج انگلستان کی متعدد شخصیتیں تسلیم کی جاتی ہیں علاوہ بر ایں یہ مسئلہ اس قدر پیچیدہ اور دشوار ہے کہ اس پر بحث کرنا سودمند نہیں ہوسکتا ہے[۵۲]۔ بہرحال ہمارے لئے اس قدر بیان کردینا کافی ہے کہ چونکہ برطانوی مقبوضات میں سے مملکت کا کوئی حصہ کارپوریشن نہیں قرار پاسکتا اس لیئے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ (قانون عرفی) کے ایک مسئلہ اصولی کے مطابق ہے اور اس سے ہرگز مغائر نہیں ہے اور اس مسئلہ کی رو سے بادشاہ انگلستان سے سلطنت برطانیہ مراد لی جاتی ہے۔ چنانچہ اس بنا پر آسٹریلیا میں خالصہ (یا حکومت) کی زمینیں تاج انگلستان کی اراضی سمجھی جاتی ہیں بجز ان صورتوں کے جہاں قانون موضوعہ کے ذریعہ سے سلطنت آسٹریلیا نے ان زمینوں کو کارپوریشن قرار دیا ہو اور اس کی صراحت کردی ہو۔

[۵۱] دیکھو فصل ۱۱۲ کتاب ہذا۔

[۵۲] اسی امر کا جہاں تک اس کا تعلق آسٹریلیا کی کامن ویلتھ اور ان ریاستوں سے ہے جو اس کی اجزائے ترکیبی ہیں آسٹریلیا کی عدالت العالیہ نے نہایت صراحت سے اظہار کیا ہے ہوبی سیپل کونسل آف سڈنی بنام دی کامن ویلتھ لا رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۲۳۱ پر گرفتھ چیف جسٹس نے لکھا ہے کہ دستور برطانیہ کے دائرۂ وسعت اور اس کے منشا پر غور کرتے سے اس امر کا بخوبی اظہار ہوسکتا ہے کہ آسٹریلیا کی کامن ویلتھ اور سلطنت

تاج انگلستان کی اس طرح متعدد حیثیتیں معین ہو جانے سے سلطنت کے ہر ایک حصے کے حقوق اور ذمہ داریوں اور افعال کی قائم مقامی اس تاج کی اکیلی ذات سے اس طرح قانون میں تسلیم کی جاتی ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ — برطانیہ و بالکل جداگانہ فرمانروا جماعتیں یا اشخاص ہیں: . . . . . اس لئے تاج انگلستان جو اپنی سلطنت کے متعدد ملکوں کی نیابت کرتی ہے اور جن کی حیثیت اشخاص کی ہے ایک شخص قانونی نہیں بلکہ چند اور متعدد اشخاص قانونی سمجھی جاتی ہے"۔

خلاصہ

ماہیت شخصیت۔

اشخاص { قدرتی۔ / قانونی۔

اشخاص۔ زندہ انسانات۔

جانوروں کی حیثیت قانونی۔

مردہ انسانوں کی حیثیت قانونی۔

اشخاص نا زائیدہ کی حیثیت قانونی

دوہری شخصیت۔

قانونی اشخاص۔

شخصیت قانونی کی بنیاد تشخص ہے۔

تشخص بلا شخصیت قانونی

اقسام اشخاص قانونی { ۱۔ کارپوریشنز (جسمیات) / ۲۔ ادارات۔ / ۳۔ سرمایہ جات یا جائدادیں۔

جسمیات ہی صرف ایسے اشخاص قانونی ہیں جن سے قانون انگلستان واقف ہے۔

کارپوریشن ہائے اجتماعی و کارپوریشن ہائے انفرادی۔

کس مفروضے پر کارپوریشن کا قرار دیا جانا مبنی ہے۔

کارپوریشن کے ممبران ہم۔

قائم مقامان کارپوریشن۔

ارکان کارپوریشن

اختیارات کارندہ کارپوریشن

افعال ناجائز کے لئے کارپوریشن کی ذمہ داری

کارپوریشن قرار دینے کے اغراض

کارپوریشن قرار پانے سے ملکیت و فعل مشترک کا ملکیت و فعل منفرد میں منتقل ہونا۔

۲۔ ذمہ داری محدود۔

کارپوریشن کی ایجاد اور ان کا اختتام (یا ان کا انفساخ)۔

سلطنتوں کی شخصیت۔

سولھواں باب

استحقاق

فصل ۱۲۰۔ واقعات ترتیبی

اس کے پہلے کسی باب میں ہم نے بیان کیا ہے کہ ہر ایک حق کا ایک استحقاق (ٹائٹل) یا ماخذ ہوتا ہے جس سے وہ حق صادر ہوتا یا نکلتا ہے۔ (ماخذ ایک واقعۂ سببی ہے جس کا نتیجہ قانون میں (ازروئے قانون) حق سمجھا جاتا ہے یا یوں کہیئے ماخذ موصول اور مبتدا ہے اور حق اس کا صلہ یا خبر ہے۔) ماخذ ازروئے واقعہ شئے مقدم اور حق ازروئے قانون شئے موخر ہے۔ اگر قانون ایک شخص کو ایک حق عطا کرتا ہے جو دوسرے کو وہ نہیں عطا کرتا تو اس کا سبب بعض ایسے واقعات ہیں جو ایک شخص پر صادق آتے ہیں لیکن دوسرے پر ان کا اطلاق نہیں ہوسکتا اس لیئے انھیں واقعات کو اس عطا شدہ حق کا ماخذ سمجھنا چاہیئے۔ ہر ایک حق کے لیئے خواہ وہ پیدائشی ہو خواہ مکسوبہ ایک ماخذ کا ہونا ضروری ہے چنانچہ رقم قرضہ کو وصول پانے کے حق کا ماخذ کوئی معاہدہ یا فیصلۂ عدالت یا کوئی اسی قسم کا دوسرا قانونی معاملہ ہوتا ہے لیکن انسان کے زندہ یا آزاد رہنے یا اپنی نیکنامی برقرار رکھنے کے حق کا ماخذ انسان کی فطرت یعنی پیدائش کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور اس کی بنا پر کوئی واقعہ نہیں ہے بعض ایسے حقوق ہیں جن کو قانون انسان کو اسکے دنیا میں آتے ہی عطا کرتا ہے اور بعض ایسے حقوق ہیں جن کے حاصل کرنے کے واسطے آدمی کو نہ صرف اکتساب کرنا لازم ہے بلکہ بڑی بڑی زحمتیں اٹھانی پڑتی ہیں لیکن ان دونوں صورتوں میں بھی کوئی ایسا حق نہیں ہے جس کی بنیاد کوئی واقعہ نہ ہو گویا حق

ایک پودا ہے اور واقعہ وہ زمین ہے جس میں اُس کی جڑیں ہوتی ہیں اور جس سے کہ وہ نکلتا ہے ۔

ماخذ حق کی دو قسمیں ہیں اصلی اور بالواسطہ اول الذکر وہ ہیں جو کسی حق کو از سر نو پیدا کرتے ہیں اس طرح کے ماخذ سے بالکل ایک جدید حق پیدا ہوتا ہے اور دوسری قسم کے ماخذ وہ ہیں جن کے ذریعے سے ایک موجودہ حق کسی جدید مالک پر منتقل ہوتا ہے مثلاً مچھلیوں کا پکڑنا حق ملکیت کا اصلی ماخذ ہے اور اُن کا خریدنا ایک بالواسطہ ماخذ ہے کیونکہ جو حق مچھلیاں پکڑنے والے یعنی ماہی گیر کو حاصل ہوتا ہے اس کی از سر نو ایجاد ہوتی ہے جو پہلے سے موجود نہ تھا لیکن ان مچھلیوں کے خریدار کو جو حق ملتا ہے وہ نظریۂ قانونی میں عربی حق ہے جو ماہی فروش سے سلب ہو جاتا ہے یعنے از روئے قیاس قانونی اس حق میں جس کو ماہی فروش بیچتا ہے اور اُس دوسرے حق میں جو مچھلیوں کے خریدار کو حاصل ہوتا ہے کسی قسم کا فرق نہیں ہے بلکہ دونوں ایک ہی حق ہیں کیونکہ خریدار کو کوئی جدید حق نہیں ملتا بلکہ ماہی گیر کا قدیم حق اس کو منتقل ہوتا ہے اس پر بھی ہم کہتے ہیں کہ ماخذ کے مفہوم کے لحاظ سے جس کا ذکر فقرۂ بالا میں کیا گیا ہے وہ واقعہ جس کے ذریعے سے ماہی گیر اور خریدار کو حق حاصل ہوتا ہے انمیں سے ہر ایک شخص کے حق کا علیحدہ علیحدہ ماخذ ہے کیونکہ ماخذ حق کی یہ خوبی اور خصوصیت نہیں کہ اُس کے ذریعے سے ایک جدید حق کی ایجاد ہوتی ہے بلکہ اُسکے سبب سے انسان کو حقوق خواہ وہ جدید ہوں یا قدیم حاصل ہوتے ہیں ۔

جس طرح واقعات عطائے حقوق کے موجب ہیں اسی طرح وہ سلب حقوق کے باعث بھی ہیں ۔ اگرچہ ہر ایک قسم کا حق فنا پذیر اور ناپائدار ہے لیکن بعض حقوق کا مادۂ حیات زیادہ کمزور اور نازک ہوتا ہے جس کے باعث ایک نہایت ہی خفیف صدمے سے وہ فنا ہو جاتے ہیں اور گویا ہوائے مخالف کا ایک جھونکا اُن کی شمع حیات کو گل کرنے کے لیئے کافی ہے جس رشتے سے یہ اپنے مالکوں کیساتھ وابستہ ہوتے ہیں وہ اس قدر کمزور اور بودے ہوتے ہیں کہ ایک ذرا سے جھٹکے سے ٹوٹ جاتے ہیں ۔ اس کے برعکس بعض ایسے حقوق ہیں جو زیادہ قوی اور مضبوط ہیں

اور اس لیے اُن کی حیات بھی زیادہ استوار ہوتی ہے لیکن اس پر بھی قوی اور ضعیف دونوں قسم کے حقوق میں سے ایک حق بھی ایسا نہیں ہے جو فنا اور معدوم ہونے کے اثر سے مستثنیٰ ہو چنانچہ حقوق میں سب سے زیادہ عظیم الشان اور سب پر مقدم انسان کے زندہ رہنے کا حق ہے باایں ہمہ قانون اُس انسان کو اس حق سے محروم کر دیتا ہے جو دوسرے کو اس حق سے محروم کر دینے کا باعث ہوتا ہے۔

جن واقعات کے ذریعے سے حقوق سلب ہوتے ہیں اُن کے لیے بنیتھم نے واقعات سلب کنندہ نام تجویز کیا ہے لیکن قانون کے مقبولہ اور مسلمہ التسمیۂ اصطلاحات میں کبھی اس اصطلاح کو مقبولیت نہیں عطا ہوئی مگر اس کے ساتھ ہی اس امر کا بھی اعتراف کرنا چاہئیے کہ اُس کی اس اصطلاح سے بہتر کوئی دوسری اصطلاح قانون داں حضرات کو نہیں دستیاب ہوئی ہے۔ جو واقعات عطائے حقوق کے موجب ہوتے ہیں اُن کا لقب بنیتھم نے پہلے لقب کی مشابہت میں واقعات عطا کنندہ قرار دیا ہے لیکن اُس کی یہ دوسری اصطلاح بھی شرف قبول سے محروم رہی اور اس کے بجائے تسمیۂ قانون میں اصطلاح ماخذ حق نہایت موزونیت اور سہولیت سے رائج ہو گئی ہے اور ہم نے بھی اسی مقبولہ اصطلاح کو استعمال کیا ہے[1]۔

بہرحال واقعۂ ترتیبی ایک ایسی جامع اور عام اصطلاح ہے جس میں

---

[1] ابتداً لفظ ٹائیٹل (Title) کے معنی نشان علامت اور کتبے کے تھے مثلاً کسی کتاب کا ٹائیٹل یعنی کتاب کا پہلا صفحہ یا سرورق جو کسی نشان یا کتبے سے مزین ہوتا ہے لاطینی زبان میں Titilus sepubhri کتبۂ قبر کو کہتے تھے "پائی لیٹ نے اپنی گردن میں پہننے کی صلیب پر ایک ٹائیٹل (کتبہ) لکھ لیا تھا" یوحنا کی انجیل باب ۱۹-آیت ۱۹- بعد ازاں ٹائیٹل کا مفہوم زیادہ مخصوص ہو گیا ہے اور اس کے معنی علامات یا شہادت حق ملکیت ہو گئے مثلاً Titilus کے معنی سنگ حدبندی ہو گئے اور دستاویز حقیت کو بھی Titilus کہنے لگے (ڈیو کینج Ducange) سب سے آخر میں ٹائیٹل کے معنی بنیاد حق یا بنیاد ملکیت قرار پائے ہیں اور اسی کیلئے واقعہ عطا کنندہ (حق) کی اصطلاح تجویز کیگئی ہے۔

واقعات عطاکنندہ اور سلب کنندہ کی دونوں اصطلاحیں شامل ہیں اور ہم نے بھی اس فصل کا عنوان اسی اصطلاح یعنی واقعات ترتیبی کو قرار دیا ہے اور یہ اصطلاح مقننین کی منظورہ ہے[1]۔ واقعہ ترتیبی سے مراد ایک ایسا واقعہ ہے جسکے ذریعے سے کسی حق کا اس کے مالک کو حاصل ہونے یا نہ ہونے کا تعین و تصفیہ کیا جاتا ہے۔

ہم نے ابھی بیان کیا ہے کہ ٹائیٹل (ماخذ حق) کی دو قسمیں اصلی اور بالواسطہ ہیں ایسا ہی واقعہ سلب کنندہ کے بھی دو انواع ہیں یعنی واقعہ مقننیہ (حق کو معدوم کرنے والا واقعہ) اور واقعہ انتقال (حق کو منتقل کرنے والا واقعہ) پہلی قسم کے واقعات وہ ہیں جو کسی حق کو نابود کرتے ہیں اور جس کی وجہ سے وہ اپنے مالک سے سلب ہو جاتا ہے اور دوسری قسم کے واقعات کے ذریعے سے حق اپنے مالک سے سلب ہو کر کسی دوسرے شخص پر منتقل ہو جاتا ہے مثلاً قرضخواہ کے رقم قرضہ وصول پانے سے اُس کا طلب رقم کا حق سلب ہو جاتا ہے اور ایسا ہی اگر دائن اپنے طلب قرض کے حق کو کسی تیسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرے تو اس کا حق وصول رقم نابود ہو جاتا ہے لیکن پہلی شکل میں واقعہ سلب کنندہ ایک واقعہ عادمہ ہے اور دوسری شکل میں وہی واقعہ ایک واقعہ انتقال ہے۔

(اس امر کا سمجھنا دشوار نہیں ہے اور) یہ بات بالکل صاف ہے کہ ماخذہائے بالواسطہ اور واقعات انتقال اصل میں دو مختلف اور جداگانہ واقعات نہیں ہیں بلکہ دونوں ایک ہی قسم کے واقعات ہیں لیکن ان کو دو مختلف نقطۂ خیال سے دیکھا جاتا ہے اور ان پر دو مختلف پہلوؤں سے نظر ڈالی جاتی ہے[2]۔ انتقال حق ایک ایسا واقعہ ہے جس کے دو پہلو ہوتے ہیں اور اس کے ذریعے سے منتقل الیہ کو

---

[1] بنتھم نے ان واقعات کا نام ڈس پازی ٹیو (Dispositive) رکھا ہے۔

[2] انھیں کو بنتھم نے واقعات انتقال (Alienative) لکھا ہے اور دوسروں نے (Translative) کے لفظ کو ترجیح دی ہے اس دوسرے لفظ کے معنی بھی منتقل کرنیوالے کے ہیں چونکہ دوسرا لفظ ترجمے کیلئے مخصوص ہو گیا ہے اس لیئے پہلا لفظ منتقل کرنیوالے کے معنوں کے لیئے قرار دیا گیا ہے۔

حق حاصل ہوتا اور منتقل کرنے والے کا حق زائل ہوتا ہے اور منتقل الیہ کے لحاظ سے واقعۂ ترتیبی (وہ واقعہ جس کے ذریعے سے حق عطا اور ساقط کیا جاتا ہے) پر غور کیا جائے تو وہ حق کا بالواسطہ ماخذ ہے۔ اور اگر منتقل کنندہ کے لحاظ سے دیکھا جائے تو واقعۂ ترتیبی ایک واقعۂ انتقالی ہے ایسا ہی معاملۂ بیع ایک انتقالی واقعہ ہے اور معاملۂ شری حق کا ایک بالواسطہ ماخذ ہے بر ایں ہم بیع و شری ایک ہی واقعے کے دو مختلف پہلو ہیں۔

حق کے مختلف ماخذوں میں جو فرق دکھایا گیا ہے اور اُس کے جو چند اقسام قرار دئے گئے ہیں اس کو جدول مندرجۂ ذیل کے ذریعے سے بیان کیا جاتا ہے۔

واقعات ترتیبی	واقعات عطا کنندہ۔ یا استحقاق۔ واقعات سلب کنندہ۔	استحقاق اصلی۔ استحقاق بالواسطہ واقعات انتقال۔ واقعات عادمہ	پیدائش یا خلقت حقوق۔ انتقال حقوق اتلاف وسقوط حقوق۔

واقعات ترتیبی کے یہ مختلف اقسام مشابہ ہیں ان تین مخصوص واقعات اور حادثات کے جو کسی حق پر اس کی تمامی عمر میں پیش آتے ہیں یعنی اس حق کی پیدائش اور فنا اور انتقال کے مشابہ واقعات ترتیبی کے اقسام مندرجۂ جدول ہیں، چونکہ عدم ہر ایک حق کی خلقت ہوتی ہے اس لئے ہر ایک حق کی پیدائش کا ذریعہ اُس کا اساسی ماخذ ہے اور وہی حق ایک واقعۂ مہلکہ مفنیہ یا فنا کرنے والے واقعے کے ذریعے سے بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس ماخذ ہائے بالواسطہ اور واقعات انتقال کے ذریعے سے کسی حق کے وجود کی معدومیت نہیں واقع ہوتی کیونکہ اصل میں جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے یہ ایک ہی واقعات ہوتے ہیں لیکن ان کے مختلف پہلوؤں سے ان کو دیکھا جاتا ہے۔ نظریۂ قانون کی رو سے کسی حق کے انتقال سے اُس کی ذات یا شخصیت پر

کوئی اثر نہیں ہوتا اور نہ معاملۂ انتقال سے وہ حق متاثر ہوتا ہے بلکہ قانونی قیاس میں اس حق کی ماہیت اور شان وہی رہتی ہے جو انتقال سے پہلے تھی حالانکہ منتقل ہوجانے سے بجائے شخص سابق کے کوئی دوسرا شخص اُس کا مالک بن جاتا ہے۔[۱]

فصل ۱۲۱ - افعال کی قانونی حیثیت

واقعات ترتیبی کی خواہ اُن کے ذریعے سے حقوق کی پیدائش انتقال یا خاتمہ ہوتا ہو اصل میں دو اہم قسمیں ہیں۔ ان واقعات کی ایک قسم کا تعلق ان افعال سے ہے جن کو انسان بالارادہ کرتا ہے اور ان کی دوسری قسم ان افعال سے متعلق ہے جو انسان کے ارادے کے بغیر ظہور پذیر ہوتے ہیں یعنی حقوق کی پیدائش انتقال اور اختتام کے دو طریقے ہیں ارادی اور غیر ارادی۔ اکثر صورتوں میں قانون انسان کو اس کی مرضی اور ارادے کے ظاہر ہونے پر اس کی خواہش کے موافق حقوق کے حاصل اور ضائع کرنے کی اجازت دیتا ہے اور بعض ایسی صورتیں بھی ہیں کہ خواہش اور غرض کے ظاہر کئے جانے کے بغیر قانون اس کو حقوق عطا کرتا اور اُس سے سلب بھی کر لیتا ہے۔ اگر انسان وصیت کرنے کے بغیر فوت ہوجائے تو قانون اس کی جائداد کو اُن لوگوں میں تقسیم کر دیتا ہے جن کو وہ مناسب سمجھتا ہے لیکن اگر کوئی شخص ایک باقاعدہ اور تکمیل شدہ وصیت نامہ چھوڑ جائے جس میں متروکہ تقسیم طلب کے متعلق

۱۔ ہم اس مقام پر لفظ انتقال کو اُس کے عام معنوں میں استعمال کر رہے ہیں اور اُسکے عام مفہوم میں ان دونوں قسم کی ملکیت کی تبدیلی داخل ہے جو مالک کی رضامندی اور بلا رضامندی کے ساتھ کی جاتی ہے۔ لیکن اصطلاح انتقال کا ایک خاص مفہوم بھی ہے اور اس سے مراد مالک کی رضامندی کیساتھ ملکیت کا تبدیل کیا جانا ہے چنانچہ حق وراثت بلا وصیت جو مورث کے وصیت کرنے کے بغیر فوت ہونے سے اسکے ورثا کو پیدا ہوتا ہے وہ انتقال حقوق کے اس وسیع مفہوم کی نہ کہ لفظ انتقال کے تنگ اور محدود مفہوم کی ایک مثال ہے۔

اس مرنے والے کی ہدایات مندرج رہیں تو قانون اُن خواہشوں کے مطابق عمل کرتا ہے۔ ایسا ہی اگر کوئی شخص اپنی جائداد بیع کرتا ہے تو وہ اپنی خوشی سے اس کو مشتری کے حق میں منتقل کر دیتا ہے تو بائع کے ارادے کے مطابق جس کو قانون اپنی مرضی قرار دیتا ہے وہ جائداد اُس سے منتقل ہوجاتی ہے۔ لیکن اگر اس مال دائن اپنی ڈگری کی تعمیل میں قرق کرائے یا اُس کے دیو الیہ قرار پانے سے وہ مال اُس کے امین کی ملک ہوجائے تو ایسی صورت میں یہ کہا جائیگا کہ انتقال بلاارادہ اغراض قانونی کی تکمیل کے لیئے عمل میں آیا۔

فقرۂ بالا میں واقعات ترتیبی کی دو قسموں میں جس فرق کا ذکر کیا گیا ہے اسی اختلاف کو ایک دوسری طرح سے بھی بیان کیا جا سکتا ہے اور اُس کے اظہار کے لیئے قانون میں دو متضاد مرکب اصطلاحیں ہیں۔ فعل فریق اور فعل قانون۔ فعل فریق سے مراد اُس شخص کا فعل ہے جو کسی حق کے پیدا یا منتقل یا ختم کرنے کے متعلق اپنی نیت اور ارادے کا اظہار کرتا ہے اور قانون اسکی نیت اور ارادے کو منظور کرتا ہے مثلاً معاہدہ یا دستاویز انتقال (جائداد) وغیرہ۔ برعکس اس کے فعل قانون وہ فعل ہے جس کے ذریعے سے قانون کسی حق کی ایجاد یا اختتام یا اُس کو منتقل کرتا ہے اور اس شخص کی مرضی نہیں حاصل کی جاتی جس کو اس حق سے تعلق ہے۔ بہرحال فعل فریق کی مرکب اصطلاح مہمل اور بیہودہ ہے اور اس کے بجائے ایک دوسری اصطلاح فعل درنظر قانون (Acts in the law) کے قرار دئے جانے میں عموماً زیادہ آرام وسہولت ہے۔ فعل درنظر قانون ضد ہے اُن افعال کی جنکو افعال قانون (Acts of the law) کہتے ہیں اور جن کی ہم نے ابھی تعریف کی ہے[1]

افعال قانون کی دو قسمیں ہیں یک جنبہ (unilateral) اور ذو جنبین۔

---

[1] یہ تسمیہ سر فریڈرک پالک کا اختیار کردہ اور پیش کردہ ہے دیکھو مصنف مذکور کا اصول قانون صفحہ ۱۴۳ طبع دوم۔ دوسرے مصنفین نے افعال درنظر قانون کے بجائے افعال قانون کا مرکب لفظ استعمال کیا ہے۔ انہیں افعال کو جرمن مصنفین نے (Rechtsgeschafte) ریخٹس گیشفٹے لکھا ہے۔

(Bileteral) فعل یک جنبہ وہ فعل ہے جو ایک ہی فریق کی مرضی کے ذریعے سے وقوع پذیر ہوتا ہے مثلاً انتقال جائداد بذریعۂ وصیت۔ اختیار تقرر کو عمل میں لانا۔ تملیک بعرض ازدواج کا انفساخ۔ قابل تنسیخ معاہدے کی تعمیل نہ کرنا۔ یا پٹہ کا کسی شرط کی خلاف ورزی میں ضبط کر لینا اس قسم کے افعال ہیں۔ برخلاف اس کے فعل ذو الجانبین ایسا فعل ہے جو کسی دو یا دو سے زیادہ فریقین معاملہ کی نیتوں اور ارادوں پر مبنی ہوتا ہے اور اسکی مثالیں معاہدۂ انتقال جائداد رہن اور پٹہ وغیرہ ہیں۔ ذو جنبین افعال کو قانون میں اقرارات (Agreements) کہتے ہیں اور ان معنوں میں لفظ اقرار اپنے وسیع اور عام مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لفظ کا ایک مخصوص مفہوم بھی ہے اور اس مخصوص مفہوم کے لحاظ سے لفظ اقرار مترادف ہے لفظ معاہدہ کا یعنی جانبین کی رضامندی سے حقوق خلاف اشخاص کا پیدا کرنا ہے۔ لیکن انگریزی زبان کے تسمیۂ قانون کی بے مائیگی ان دونوں لفظوں کو مرادف استعمال کئے جانے کی اجازت نہیں دیتی اس لیئے لفظ اقرار کو ہم اس کے وسیع مفہوم میں یعنی ذوالجانبین (Bilateral) افعال قانونی کیلیئے استعمال کریں گے اور اس لفظ میں اس طرح کے وہ تمام افعال داخل ہیں جن کے ذریعے سے حقوق پیدا منتقل اور ختم ہوتے ہیں۔ ان معنوں کے لحاظ سے جس طرح تمام معاہدات اقرارات ہیں اسی طرح تمام انتقالات (جائداد) پٹہ جات اور ہر ایک قسم کی واگزاشت جائداد بھی اقرارات ہیں[1]۔

---

[1] عجیب اتفاق ہے کہ اقرار (Agreement) اور معاہدہ (Contract) کی اصطلاحوں کے استعمال کے متعلق ابھی تک قطعی تصفیہ نہیں ہوا ہے اور ان کے متعلق حسب ذیل عذرات پیش کئے جاتے ہیں۔

(الف) اگرچہ اکثر اوقات لفظ اقرار لفظ معاہدہ کا مرادف استعمال کیا جاتا ہے اور ان دونوں سے ایسا ذو الجانبین فعل قانونی مراد لیا جاتا ہے جس کے ذریعے سے ایک وجوب (Obligation) یعنے حق خلاف شخص پیدا ہوتا ہے مگر لفظ اقرار کے اس استعمال کے متعلق جو اعتراض کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اقرار کو اس کے مخصوص مفہوم یعنی معاہدہ استعمال کرنیسے

(ذو جانب افعال قانونی کی بھی دو قسمیں ہیں اور) چونکہ افعال یک جنبہ کو معاملے کے دوسرے فریق سے بھی تعلق ہوتا ہے اس لیئے اُن کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ (افعال ذو الجانبین کے لیے جو اس لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے وہ مفقود ہو جائے گا اور) ایک نئی بنائی اصطلاح ہاتھ سے جاتی رہیگی۔

(ب) لفظ معاہدہ بعض وقت ایسے اقرار کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے جسکی تعمیل قانوناً ہو سکتی ہو یعنی اقرار کے اُن معنوں میں مستعمل ہوتا ہے جس کا ذکر اعتراض اول میں کیا گیا ہے۔ دیکھو اصول معاہدہ مصنفہ پالک صفحہ ۸ طبع ہشتم قانون معاہدہٗ ہند دفعہ ۲ (ک)۔ اس کے متعلق بھی اعتراض ہو سکتا ہے کہ ایک ناواجب اور ناموزوں ضرورت کے واسطے ایک مفید اصطلاح کا خون کیا گیا ہے اس کے علاوہ جو اس طرح ہند کے قانون محولہ اور پالک صاحب کے اصول معاہدہ میں لفظ اقرار کو معاہدہ کی ایک خاص قسم کے لیئے مخصوص کیا گیا ہے وہ خلاف عادت اور خلاف استعمال ہے چنانچہ انگریزی زبان میں لوگ کالعدم ناجائز اور خلاف قانون معاہدات کہنے کے عادی ہیں۔

(ج) بعض وقت لفظ کان ٹرکٹ (Contract) اپنے وسیع معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اور اُس سے ہر ایک ذو الجانبین فعل قانونی مراد لیا جاتا ہے لیکن یہ خلاف عادت و محاورہ ہے اور مناسب ہے کہ ان معنوں میں لفظ اگریمنٹ (Agreement) کو استعمال کرنا چاہیئے۔ لفظ کان ٹرکٹ لفظ (Contrahere) سے مشتق ہے اور اس کے لفظی معنی دو شخصوں کو بذریعۂ زنجیر قانونی ایک دوسرے سے جکڑ دینے اور ملا دینے کے ہیں اور جس بندھن میں یا جیسے دو شخص باندھ دئے جاتے ہیں وہ ایک موجبہ ہے چنانچہ انتقال یا واگذاشت جائداد ذو الجانبین افعال قانونی ہیں لیکن کان ٹرکٹ (ارتباط) یعنی معاہدہ نہیں بلکہ اس کے برعکس ایک جنبہ فعل ہے۔

(د) اس کتاب میں ہم نے لفظ اقرار کے معنی اور استعمال کے متعلق جو مشورہ دیا ہے وہ محض اپنی طبیعت سے نہیں بلکہ متقدمین اور اس زمانے کے چند مشہور اساتذہ کے خیالات کو بیان کیا ہے۔ ہماری رائے میں اقرار ہر ایک ایسے فعل قانونی کے لیئے استعمال ہونا چاہیئے جو ذو الجانبین ہے۔ دیکھو ڈائجسٹ ۲-۱۴-۱-۲۔ اور اس کے برعکس معاہدہ (کان ٹراکٹ)

دو قسمیں قرار دی گئی ہیں کیونکہ بعض صورتوں میں ان افعال سے فریق ثانی کو نقصان پہنچتا ہے یعنی دوسرے فریق کی رضامندی حاصل کئے جانے کے بغیر ہی نہیں بلکہ اسکے ناراض رہنے اور انکار کرنے کے باوجود ان افعال کا اثر ہوتا ہے۔ ایسے افعال میں فریق ثانی کی مرضی شئے غیر متعلق سمجھی جاتی ہے اور اس کا کچھ بس نہیں چل سکتا۔ چنانچہ پٹہ دار یا اسامی کے کسی شرط کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں مالک اراضی کا اس زمین پر اپنا دخل مکرر کرنا یا (کسی امین یا وصی کا) اختیار تقرر (امین وغیرہ) کو ان اشخاص کے خلاف عمل میں لانا جن کو اس قسم کا اختیار دیا گیا تھا اور انھوں نے اپنی غفلت وغیرہ سے تقرر کرنے میں قصور کیا ہو یا کسی قابل تنسیخ معاہدہ کی تعمیل نہ کرنا یا مرتہن کا اپنے اختیار بیع پر عمل کرنا پہلی قسم کے افعال کی مثالیں ہیں لیکن دوسری قسم کے افعال کی حالت اس سے جداگانہ ہے۔ اگرچہ یک جنبہ فعل میں فریق ثانی کی رضامندی حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس کی نارضامندی کا اس فعل پر اثر پڑتا ہے اور جب تک دوسرے فریق کی رضامندی کا اظہار نہ ہوجائے تو یک جنبہ فعل کی حالت عارضی رہتی ہے اور اس کا اثر اس رضامندی پر موقوف رہتا ہے مثلاً وصیت کا انحصار موصی کی یک طرفہ مرضی اور ارادے پر ہے اور ان اشخاص کا جن کو وصیت کے ذریعے سے فائدہ پہنچتا ہے اس سے واقف ہونے تک کی مطلق ضرورت نہیں ہے لیکن اگر وصیت کے نفاذ پانے کے وقت اس سے مستفید ہونے والے اشخاص ان حقوق کے قبول کر لینے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اقرار (اگریمنٹ) کی ایسی مخصوص قسم ہے جس کے ذریعے سے فریقین معاملہ کے درمیان ایک حق خلاف شخص پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ سر ولیم اینسن نے اپنی تصنیف متعلق "معاہدات" لفظ کان ٹراکٹ کے یہی معنے لئے ہیں۔ دیکھو اس کتاب کا صفحہ نمبر ۳ "کان ٹراکٹ ایک ایسی قسم اگریمنٹ کی ہے جس کے ذریعے سے راست ایک موجب پیدا ہوتا ہے"۔ فرانسیسی مقننین میں پاتھیر نے بھی کان ٹراکٹ کے یہی معنی لئے ہیں دیکھو فرانسیسی مجموعہ قوانین دیوانی کا آرٹیکل (فصل) ۱۱۰۱ — سوائگنی نے بھی جرمن نظام قانونی کی فصل ۱۴۱ میں معاہدہ کا یہی مفہوم لیا ہے۔ ۱۲

جو اُن کو وصیت کے ذریعے سے منتقل ہوتے ہیں انکار کریں اور نا رضامند ہوں تو وصیت کی تعمیل نہیں ہو سکتی اور موصی کی تدبیر ناکام ہو جاتی ہے اور برخلاف اس کے اگر مستفید ہونے والے اشخاص ان شرائط اور احکام کو جو اُن کے فائدے کے واسطے وصیت میں درج ہوں قبول کرلیں تو وصیت کا عمل جو ان لوگوں کی رضامندی پر موقوف اور مشروط تھا خود بخود مستقل اور قطعی ہو جاتا ہے۔ علیٰ ہذا اماموں لہم کے علم اور رضامندی کے بغیر جائداد کا بذریعۂ امانت تملیک بغرض ازدواج میں منتقل کیا جانا ممکن ہے اور جس فعل کے ذریعے سے اس طرح کی امانت قائم کی جاتی ہے وہ یک طرفہ اور یک جبنہ فعل ہے اور جو لوگ اس سے مستفید ہونے والے ہیں اُن کے قبول کرنے اور نہ کرنے پر اس کا اثر اور نفاذ منحصر ہے۔ اسی طرح میں اپنے ایک قرضخواہ کو اُس کے علم کے بغیر اس کے دین کے متعلق اس جائداد کا رہن جس کا میں مرتہن ہوں یا کوئی اور کفالت عطا کر سکتا ہوں[1]۔

جب کسی فعل قانونی کے دو سے زیادہ فریق ہوتے ہیں تو بعض کے مقابلے میں وہ فعل دو طرفہ اور بعض کے متعلق یک طرفہ سمجھا جا سکتا ہے مثلاً اگر الف جائداد ج کے فائدے کی غرض سے یا ج کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے بہ صیغۂ امانت ب کو منتقل کردے تو الف اور ب کے درمیان یہ معاملہ ذو جبنین یا دو طرفہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ اُن کی باہمی رضامندی سے وہ عمل پذیر ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ج کے مقابلے میں وہ یکطرفہ ہو جاتا ہے کیونکہ ج اس معاملے کا علم نہیں رکھتا ہے اور الف اور ب کی ایک فریق کی حیثیت قرار پاکر ج فریق ثانی متصور ہوتا ہے۔ اسیطرح سے مرتہن کا اپنے اختیار بیع پر عمل کرنا اُس کے اور مشتری کے درمیان فعل ذو جبنین اور بلحاظ راہن وہی فعل یک جبنہ سمجھا جاتا ہے[2]۔

---

[1] مڈل ٹن بنام پالک چانسری ڈویژن جلد ۱۴۔ شارپ بنام جیکسن (۱۸۹۹) اپیل کیسز صفحہ ۴۱۹۔

[2] اس کتاب میں یک جنبہ (Unilateral) اور ذو الجانبین (Bilateral) اصطلاحات کا جو

فصل ۱۲۲ اقرارات

افعال ترتیبی میں سب سے زیادہ اہم افعال قانونی (Acts in the law) ہیں اور افعال قانونی میں سب سے زیادہ فضیلت اقرارات کو حاصل ہے اور اُن کے مقابلے میں یک جنبہ افعال بہت ہی کم وقوع پذیر ہوتے ہیں وہ اس قدر اہم اور مفید بھی نہیں ہیں۔ چونکہ حقوق کے پیدا انتقل و فنا ہونے کا اقرار ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے اس لیئے ہم نے بھی اقرار کے اثر و عمل کے اسباب و شرائط اور طریقوں پر غور کرنے کے لیئے اس باب کا باقی حصہ وقف کردیا ہے۔ جو کچھ اس ضمن میں کہا جائیگا بہر حال انھیں مطالب اور مضامین کا ضروری تبدلا Mutalis mutandis کے ساتھ افعال یک جنبہ پر بھی اطلاق کیا جاسکتا ہے۔

چونکہ اقرار کا دائرۂ عمل و اثر نہایت عام اور وسیع ہے اسلیئے بحیثیت فعل ترتیبی اس کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ دنیا میں بہت ہی کم ایسے حقوق ہوں گے جن کے پانے کے لیئے انسان کو اُن اشخاص کی رضامندی حاصل نہیں کرنا پڑتی ہے جن پر اس حق کے مقابلے میں فرائض عائد ہوتے ہیں۔ ایسا ہی معدودے چند حقوق اس طرح کے ہوں گے جن کے منتقل کرنے کے لیئے اس شخص کی رضامندی نہ حاصل کی جاتی ہو جس کو وہ حاصل ہیں علیٰ ہذا القیاس شاذ و نادر ہی ایسے حقوق

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ مفہوم اختیار کیا گیا ہے اس کے سوائے ان اصطلاحوں کے ایک دوسرے معنی بھی ہیں چنانچہ اس اختیار کردہ مفہوم کے لحاظ سے ہر ایک قسم کا اقرار (اگریمنٹ) ذو الجانبین ہے لیکن لفظ ذو الجانبین کا ایک اور مفہوم بھی ہے جس کے لحاظ سے بعض اقرارات دو طرفہ اور دیگر یکطرفہ سمجھے جاتے ہیں۔ چنانچہ اگر کسی اقرار کے متعلق فریقین میں سے ہر ایک فریق کو اُس کی تعمیل کرنی لازم ہو تو وہ ذو جنبہ اقرار ہے اور اگر اقرار کے متعلق فریقین سے صرف ایک ہی فریق کو کچھ کرنے کی ضرورت ہے اور اس طرح ایک فریق پر اس اقرار کی تمام تعمیل اور ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور دوسرا فریق ساکت و صامت رہتا ہے تو ایسی صورت میں اقرار یکطرفہ سمجھا جاتا ہے مثلاً روپیہ قرض دینے کے متعلق جو اقرار کیا جاتا ہے وہ ذو الجانبین ہے اور اس کے خلاف عطایا ہبۂ زر کا جو اقرار کیا جاتا ہے وہ یک جنبہ ہے۔

اس عالم میں پائے جاتے ہیں جو اُن کے مالکوں کی مرضی کے بغیر فنا پذیر ہو سکتے ہیں یعنی اگر مالک حق حق پر اپنا قبضہ رکھنا چاہے (تو بلا وجہ موجہ) کوئی قوت اس سے اُس حق کو سلب نہیں کر سکتی ہے۔ ہر ایک مہذب سلطنت کے عاقل و بالغ باشندے کے قبضے میں حقوق اور فرائض کی کثیر تعداد رہتی ہے اور اس کثیر تعداد کے ایک بڑے حصے کی بنیاد وہ اقرارات ہوتے ہیں جن کو وہ اس سلطنت کے دوسرے افراد کے ساتھ کرتا ہے اور اگر اسے منظور ہو تو وہ اپنی پہلی نیت اور ارادے کو بدل کر وہ اسی قسم کے اقرارات کے ذریعے سے ان تمام حقوق و فرائض سے اپنے کو معرا کر سکتا ہے اور جیسا کہ وہ حقوق و فرائض کے لباس کے بغیر دنیا میں پہلی مرتبہ آیا تھا اسی طرح وہ اقرارات کے ذریعے سے اپنی اس پوشاک حقوق و فرائض کو اپنے جسم سے علیحدہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ رومانیوں کا مقولہ تھا کہ مانگنے سے کوئی چیز نہیں ملتی ہے[1]

اچھا تو وہ کیا اسباب ہیں جن کی بناء پر واقعۂ اقرار کے اثر اور عمل کا اس قدر قانون میں لحاظ کیا جاتا ہے؟ اقرار سے مراد رضامندی فریقین ہے اور کیوں فریقین کی رضامندی قانون میں حق کا ماخذ سمجھی جاتی ہے؟ کیا حقوق بذات خود قابل انصاف (انصاف کئے جانے کے قابل) امور نہیں ہیں اور کیا انصاف محض عہد و پیمان ہے جو انسان کے ارادے اور نیت کے ساتھ بدلتا رہتا ہے؟۔

قانون میں اقرارات کا جو لحاظ کیا جاتا ہے اُس کے دو وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ حق کے وجود کی شہادت یا ثبوت اقرار ہے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ اقرار حق کی بناء ہے۔ مثلاً اگر چند اشخاص اپنے حصوں کے متعلق آپس میں تقسیم کر لینے کے لئے اقرار کریں اور قانون اُن کے اقرار کے مطابق اُن میں اُن کے حصوں کی تقسیم کر دے تو یہ امر کہ قانون نے ان حصہ داروں کے علم اور رضامندی سے ان میں ایسی تقسیم کی کہ وہ تمام قانون کے فیصلے سے خوشنود

---

[1] ڈائجسٹ ۵۰-۱۷-۶۹-

اور اپنے اپنے حصے پر قانع ہیں قانون کے انصاف کرنے کی دلیل ہے۔ انسان اپنے مفاد اور حقوق کا آپ ہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے چنانچہ اسی کو ہابز نے اس طرح ادا کیا ہے "وہ جو تقسیم مساوات کے ساتھ کی جاتی ہے اس کے جانچنے کا اس سے بہتر کوئی معمولی طریقہ نہیں ہے کہ جن لوگوں کے حقوق و مفاد پر اسکا اثر پڑتا ہے وہ اپنے اپنے حصے سے مطمئن اور قانع رہیں" اس لیئے جب ہر ایک شخص کو اُس کا حصہ مل جاتا اور وہ اپنے حصے پر قانع ہوتا ہے تو قانون کے لیئے یہ قیاس کرنا جائز ہے کہ تقسیم انصاف کے ساتھ کی گئی اور ہر ایک شخص کو وہ شے ملی جس کو وہ اپنی ملک سمجھتا تھا۔ قانون کو اسی وقت فیصلہ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے جبکہ فریقین اقرار اس کی تعمیل میں قصور کرتے ہیں اس لیئے ذیل کے قاعدے پر عمل کیا جاتا ہے۔ جب ایک شخص اپنی رضامندی سے دوسرے شخص کے ساتھ اقرار کرتا ہے تو چونکہ اس اقرار کے ذریعے سے فریقین کے درمیان باہمی حقوق و فرائض کا وجود ہوتا ہے اس لیئے اُس کو نہ تو اپنے اقرار سے گریز کرنے کی قانون میں اجازت ہے اور نہ اُس کا کوئی بیان اُس کے اقرار کی صحت کے خلاف قابل سماعت ہوگا اس قاعدے کے متعلق جو مستثنیات ہیں وہ نہایت سخت اور کڑے ہیں اور اُن کی تعبیر کرنا بھی نہایت دشوار ہے۔ لہذا جو شخص اپنے کو کسی ایسے فرض سے جس کو اس نے بذریعۂ اقرار اپنے اوپر عائد کیا ہو بری کرانا چاہتا ہے تو اسکو چاہیئے کہ اپنی حالت کو ان مستثنیات کے تابع ثابت کرے جن کو قانون نے پہلے سے مقرر کیا ہے ایسا ہی جو شخص اپنے حق کو منتقل کرنے اور ترک کرنے کے بعد پھر اُسکے پانے کا مدعی ہو تو اس کو بھی ان مستثنیات میں سے کسی ایک استثنا کا اپنی حالت پر صادق آنا ثابت کرنا لازم ہے ورنہ قانون میں وہ اپنے اقرار یا عہد کا پابند سمجھا جائیگا۔

رضامندی باہمی کے ساتھ جو اقرارات حقوق کیئے جاتے ہیں اور اُن کے صحیح ہونے کی نسبت جو قطعی قیاس ہے وہ ان بنیادوں میں سے جن پر قانون اقرارات بنا ہے ایک بنیاد ہے۔ یہ سچ ہے کہ اکثر صورتوں میں رضامندی نہ صرف حق کی شہادت سمجھی جاتی ہے بلکہ اس کی بنا خیال کی جاتی ہے۔ مشہور و معروف اصول انصاف میں سے یہ بھی ایک اصول ہے کہ اگر انسان کسی چیز کے متعلق معقول اور جائز توقعات

رکھتا ہے تو اُسے اُن کے پورا ہونے کا موقع ملنا چاہیئے۔ اقرار کے ذریعے سے فریقین کو بعض نتائج کے پیدا ہونے کی توقع ہوتی ہے اور جس قاعدے کی رو سے حق کا قیام اور تعین ہوتا ہے وہ اسی ایک توقع کا نتیجہ اور اس کے تابع ہے معقول اور جائز توقع پیدا ہونے کے اسباب میں عموماً کوئی دوسرا سبب اس قدر اہم نہیں سمجھا جاتا ہے جیسا کہ رضامندی باہمی (یعنی اقرار یا معاہدہ) چنانچہ اکوائی ناس (Aquinas) لکھتا ہے "کہ انسان کی مرضی ہی بشکل رضامندی ہر ایک امر یا شئے کو مبنی بر انصاف کر دیتی ہے بشرطیکہ وہ امر انصاف قدرتی کے مغایر نہ ہو"

اقرار اور وضع قوانین میں ایک قسم کی مشابہت پائی جاتی ہے اس لیئے کہ اقرار کے ذریعے سے رعایا اپنے شخصی حقوق اور فرائض کا تعین اور اظہار کرتی ہے اور اُس کے انہیں حقوق و فرائض کا منجانب سلطنت بذریعۂ وضع قوانین تعین اور اظہار کیا جاتا ہے۔ وضع قوانین کے ذریعے سے سلطنت اپنی رعایا کے لیئے وہی کام کرتی ہے جو اُس کی اجازت سے اُس کے باشندے بذریعۂ اقرار اپنے لیئے کرتے ہیں۔ ان دونوں یعنی اقرار اور وضع قوانین کے جداگانہ دائرہائے عمل واثر کے متعلق قانون کا جو مشہور مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ رسم اور اقرار (رضامندی فریقین معاملہ) زیر حکم قانون ہے۔ جن صورتوں میں جمہور انام کی صلاح و فلاح سلطنت کے پیش نظر رہتی ہے ان اشکال میں فریقین اقرار کی رضامندی جو اُن کے حق میں ایک قسم کی خودمختاری ہے سلطنت کی مرضی جس کا وضع قوانین کے ذریعے سے اظہار کیا جاتا ہے سبقت لے جاتی ہے بس اسی حد تک سلطنت نے ان قواعد کے بنانے کا اختیار جن کا تعلق اُس کی رعایا کے حقوق شخصی سے ہے اور جن کی بنا اُن کی باہمی رضامندی اور اقرار ہے اپنی رعایا کے سپرد کیا ہے اور اسی حد تک سلطنت اُن قواعد کی تعمیل کرانے میں قناعت کرتی ہے (جن کو اُس کی رعایا اپنے لیئے بناتی ہے اور اگر اس کے سوائے دوسرے قسم کے قواعد رعایا اپنے لیئے وضع کرے تو سلطنت اس میں دست اندازی کرتی ہے) بہرحال سلطنت نے قواعد حقوق مبنی بر اقرار کے بنانے کا اختیار جو رعایا کو دے رکھا ہے وہ اس کی دانشمندی کی دلیل ہے۔ اس عاقلانہ مصلحت کے دو اسباب ہیں۔ اولاً

یہ کہ سلطنت کی جانب سے جو عدل گستری کی جاتی ہے اُس میں قانون کے نہایت کرٹے اور سخت اصول پر عمل کیا جاتا ہے اس لیئے ان قواعد کی تعمیل کرانے سے جو فریقین اقرار آپس میں قرار دیتے ہیں عدالتوں کو سلطنت کے بنا کردہ کرٹے اور شدید قواعد سے گریز کرنے کا موقع ملتا ہے اور یہ بات کسی دوسرے طریقے سے عدالتوں کو حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عدالتوں کو سلطنت کے وضع کردہ کرٹے اصول پر چلنا لازم ہے لیکن سلطنت کی جانب سے جو قانون بنتا ہے وہ زیادہ عام ہوتا اور اُس کے اطلاق کا دائرہ بھی نہایت وسیع رہتا ہے اور اس کے برعکس جو قواعد اور اصول معاملہ فریقین بلحاظ ایک مخصوص معاملے کے آپس میں قرار دے لیتے ہیں وہ اس قدر عام نہیں ہوتے اور اس لیے نہایت آسانی سے اُن کا اطلاق منفرد اور مخصوص مقدمات پر کیا جا سکتا ہے چونکہ معاملات اور امور انسانی میں بے حد اور بے شمار پیچیدگیوں اور اختلافات کا پیدا ہونا لازم ہے اس لیئے سلطنت کا یا یوں سانہ طور پر اس امر کا اعتراف کرنا کہ وہ انصاف کے متعلق صحیح قواعد وضع کرنے سے عاجز ہے اس کی سلیم الطبعی اور دانشمندی کی علامت ہے اور اسلیئے سلطنت نے اس کام کو ان لوگوں پر چھوڑ رکھا ہے جن کو اپنے معاملات سے تعلق ہے اور جو ایسے کام کو آپ انجام دینے کے زیادہ اہل ہیں چنانچہ سلطنت اپنی رعایا سے کہتی ہے کہ جو بات تم کو اپنے شخصی یا منفرد معاملات میں مناسب معلوم ہوتی ہے اگر تم اس کے متعلق آپس میں بحیثیت فریقین اقرار کر لو تو میں تمھارے اقرار کی اسی طرح تعمیل کرا دوں گی جس طرح کہ قاعدۂ حق کی تعمیل کی جاتی ہے۔

دوسری وجہ کا فطرت انسانی سے تعلق ہے۔ انسان کی عادت ہے کہ جس امر کا بار وہ اپنی خوشی سے اپنے پر ڈالتا ہے بہ نسبت اُس بار کے جو اس کے حاکم کی طرف سے اُس پر ڈالا جائے زیادہ خوشی سے اُٹھاتا ہے چنانچہ اسی بنا پر رعایا ان فرائض اور حقوق سے زیادہ خوش رہتی ہے جنکو وہ اپنے پر آپ عائد کرتی اور اپنے لیئے آپ قرار دیتی ہے اور اس قانون اور اس انصاف کو وہ پسندیدہ نظروں سے دیکھتی ہے جسکو اُسنے خود بنایا اور جس کا اُس نے خود اظہار کیا ہو اس لیئے رعایا کو اُسکے اقرارات کے لیئے سلطنت کا پابند نہ کرنا بلکہ اس پابندی کیلیئے سلطنت کا اپنی رعایا کو اختیار دیدینا اُسکی نہایت عاقلانہ

پالیسی کی دلیل ہے۔

فصل ۱۲۳ اقسام اقرارات

ازبسکہ اقرارات کے ذریعے سے حقوق پیدا منتقل اور زائل ہوتے ہیں اس لیئے اُن کی تین قسمیں قرار دی گئی ہیں اور جن اقرارات سے حقوق کی پیدائش ہوتی ہے اُن کی خود دو قسمیں معاہدات اور عطیات ہیں۔ معاہدہ اُس اقرار کو کہتے ہیں جس کے ذریعے سے ایک وجوب یا فریقین معاملہ کے درمیان حق خلاف شخص پیدا ہو۔ عطیہ یا عطا ایسا اقرار ہے جس کے ذریعے سے حق خلاف شخص نہیں بلکہ کسی دوسری قسم کا حق پیدا ہوتا ہے عطیات پٹہ، حقوق آسائش، کفالت، حقوق ایجاد، حقوق رائے، اختیارات، اجازت نامہ جات، وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔ جس اقرار کے ذریعے سے کوئی حق منتقل کیا جاتا ہے اُس کو عام اصطلاح میں انتقال کہتے ہیں اور اُس اقرار کے لیئے جس کے ذریعے سے کوئی حق زائل ہوتا ہے ضبطی (بیدخلی) براءت (معافی) اور حوالگی (اراضی نامہ) اصطلاحیں ہیں۔

ازبسکہ معاہدہ ایک ایسا اقرار ہے جس کے ذریعے سے فریقین معاہدہ کے درمیان ایک حق خلاف شخص کی بنا ہوتی ہے اس لیئے کوئی اقرار اُس وقت تک معاہدہ نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا اثر ایک ایسا [illegible] پیدا کرنا [illegible] حق خلاف شخص کی گرہ قانونی کے ذریعے سے فریقین معاہدہ کو آپس میں جکڑ دینے کا نہ ہو عموماً اس قسم کا اقرار ایک یا ایک سے زیادہ وعدوں پر مبنی ہوتا ہے اور اُس کے یا اُن کے ذریعے سے دو رضامند اشخاص اپنی مرضیوں کا اس طرح اظہار کرتے ہیں کہ ان میں کا ایک شخص اپنے وعدے کے ضمن میں اپنے پر ایک وجوب عائد کرلیتا ہے اور اس لیئے پہلا شخص دوسرے شخص سے وعدہ کرتا ہے کہ جو فرض یا وجوب اس طرح پیدا کیا جاتا ہے اُس کی وہ دوسرے کے مقابلے میں پابندی کرے گا۔ اس پر بھی ہر ایک وعدہ معاہدہ نہیں ہوسکتا کیونکہ کسی فعل کے کرنے کے متعلق محض وعدہ کرنے سے معاہدے کی بنا نہیں ہوسکتی بلکہ وعدہ خواہ صریحاً ہو کہ منشا

اس امر کا ہونا چاہیئے کہ معاہد اس امر کو بطور فرض قانونی انجام دے گا مثلاً کوئی شخص مجھ کو اپنے مکان پر طعام شب کی دعوت دے اور اگر میں اُسے قبول کر کے اس کے ہمراہ کھانے کا وعدہ کر لوں تو میرے اس وعدے سے کسی قسم کا معاہدہ نہیں بن سکتا کیونکہ گو داعی اور میں دونوں اس معاملہ دعوت کی نسبت رضامند ہیں اور اگرچہ ہم دونوں کی مرضیوں میں اتحاد ہے لیکن ہمارے ارادوں کے ایک ہونے سے نہ کسی حق قانونی کی خلقت ہوتی ہے اور نہ دونوں کے تعلقات قانونی میں کسی قسم کی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ کسی معاہدے کی نہ اس طرح کی شکل ہوتی ہے اور نہ وہ ان الفاظ میں ادا کیا جاتا ہے کہ "میں تم سے اس امر کا وعدہ کرتا ہوں" بلکہ یوں کہنا یا تحریر کرنا لازم ہے کہ "میں تم سے اس امر کی بابت رضامند (یعنی اقرار کرتا) ہوں کہ اس وعدے کے بعد سے تم کو فلاں شئے مجھ سے طلب کرنیکا حق قانونی پیدا ہوگا"۔ جن وعدوں کا ایسی شکل اور ان الفاظ میں اظہار نہیں ہو سکتا وہ معاہدات نہیں ہیں۔ لہٰذا ان حقوق کی خلقت کے لیئے جو معاہدے کے ذریعے سے پیدا ہوتے ہیں جس رضامندی کی ضرورت ہے وہ وہی رضامندی ہے جس کی ضرورت حقوق کے انتقال اور ازالہ کے لیئے پیش آتی ہے۔ بہرحال ان تینوں شکلوں میں سے ہر ایک صورت میں جو شئے جزو ضروری سمجھی جاتی ہے وہ طرفین کی رضامندی ہے جس کا ان کے تعلقات قانونی سے صریحاً یا معناً اظہار ہونا لازم ہے۔

رضامندی کے ان دو اقسام کو شامل کرنے کے بعد جن کے ذریعے سے حقوق کی پیدائش ہوتی ہے اقرارات کی حسب ذیل چار جداگانہ قسمیں قرار پاتی ہیں:-

۱۔ معاہدات جن کے ذریعے سے حقوق خلاف اشخاص کی خلقت ہوتی ہے۔

۲۔ عطیات یا عطایا۔ ان کے ذریعے سے حق متذکرہ صدر کے سوائے ہر ایک قسم کا دوسرا حق پیدا ہوتا ہے۔

۳۔ انتقالات۔ انتقال حقوق۔

۴۔ بیباقی (برات معافی) جس کے ذریعے سے حقوق کا ازالہ ہوتا ہے۔

بسا اوقات ایک ہی اقرار کی مختلف (نوعیتیں) ہوتی ہیں اور اس وجہ سے اس ایک اقرار پر اس کی متعدد قسموں کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ مثلاً

کسی مال مختص کی بیع پر معاہدہ اور انتقال دونوں کا اطلاق کرنا ممکن ہے کیونکہ اس ایک اقرار کے ذریعے سے اس مخصوص مال (جائداد منقولہ) کی ملکیت منتقل ہوتی اور اس کے ساتھ ہی مشتری پر اُس کی قیمت ادا کرنے کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ اسی طرح سے پٹہ عطا اور معاہدہ دونوں ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے ذریعے سے وقت واحد میں متعلق شئے اور خلاف شخص دونوں قسم کے حقوق پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح کی مخلوط صورتوں میں اقرار اس قسم سے علیحدہ کیا جانا چاہیئے جس سے اس کا اصلی وخاص عمل ضمنی عمل سے ممیز ہو سکے۔

قانون اور عدل میں جو فرق ہے اور قانونی ونصفتی حقوق و ملکیت میں جو اختلاف ہے اس کے لحاظ سے اکثر اوقات اقرار کے بھی قانون اور نصفت میں مختلف اثرات ہوتے ہیں چنانچہ ایک ہی اقرار اپنے جداگانہ اثرات کے سبب سے قانون میں معاہدہ اور نصفت میں انتقال یا عطیہ (حق یا جائداد) تصور کیا جاتا ہے۔ مثلاً اراضی کی بیع کے متعلق جو تحریری اقرار کیا جاتا ہے اس کا اثر قانون میں صرف اس قدر ہے کہ وہ ایک ایسا معاہدہ متصور ہوتا ہے جس کی رو سے بائع پر اُس زمین کے متعلق ایک دستاویز انتقال مثبتہ مہر کی تکمیل کرنے کی شخصی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اس کے ذریعے سے اس زمین کی ملکیت کا فی الواقع منتقل ہونا نہیں سمجھا جاتا مگر بر خلاف اس کے یہی اقرار نصفت میں انتقال ملکیت زمین خیال کیا جاتا ہے اور بائع اس زمین کا بحیثیت امین مالک قانونی اور قابض سمجھا جاتا ہے۔ علیٰ ہذ القیاس کسی قانونی پٹہ یا رہن یا سروے ٹیوڈ Servitude (حق در جائداد غیر) کے عطا کرنے کے متعلق جو معاہدہ کیا جاتا ہے وہ عدل کی رو سے نصفتی پٹہ رہن یا سروی ٹیوڈ کی عطائے واقعی متصور ہوتا ہے کیونکہ (عدالت) چانسری کا یہ ایک مقولہ ومسئلہ ہے کہ نصفت اس امر کو موقوعہ (واقع شدہ) تصور کرتی ہے جو واقع ہونے والا ہے یا جس کو وقوع پذیر ہونا چاہیئے۔

فصل ۱۲۴ اقرارات کالعدم اور ممکن الانفساخ

اقرارات کی بلحاظ اُن کے اثرات قانونی کے تین قسمیں ہیں، جائز، کالعدم اور ممکن الانفساخ۔ اقرار جائز اس اقرار کو کہتے ہیں جو فریقین کے ارادوں کے مطابق بے کم وکاست اثر پذیر ہوتا ہے۔ اور اُس کے پورے اثر وعمل کو قانون تسلیم کرتا ہے۔ کالعدم اقرار وہ اقرار ہے جو نہ تو قانون میں تسلیم کیا جاتا ہے اور نہ اُس کی خلاف ورزی کرنے والے فریق کا قانون میں کوئی تدارک ہے اور نہ فریقین کے ارادوں کا جن کا اس کے ذریعے سے اظہار کیا جا سکتا ہے کوئی اثر قانون میں ہو سکتا ہے لیکن اقرار ممکن الانفساخ کی بین بین حالت ہے۔ اس قسم کا اقرار کالعدم نہیں سمجھا جاتا اور اس کا اثر وعمل مطلق ونافذ نہیں بلکہ مشروط ہوتا ہے۔ چونکہ اس طرح کے اقرار کی بنیاد میں کسی قسم کا نقص رہ جاتا ہے اس لیئے فریقین میں سے کسی ایک فریق کی خواہش پر اُس کی تنسیخ اور اُس کا فسخ کرنا ممکن ہے اور جب ان میں سے ایک فریق اپنے اس اختیار پر عمل کرتا ہے تو اس اقرار کا نہ صرف اثر زائل ہوتا ہے بلکہ ابتدا سے وہ کالعدم سمجھا جاتا ہے اور اُس کا عدم جواز اُس کے زمانۂ وجود سے ہی سمجھا جاتا ہے اور اُس کا یہ فرضی اور مشروط اثر جس سے کہ وہ اقرار متصف کیا گیا تھا اس طرح اُس سے زائل ہو جاتا ہے گویا اس اثر کا وجود ہی نہ ہوا تھا بالفاظ دیگر اقرار ممکن الانفساخ ایسا اقرار ہے جس کو کالعدم یا جائز قرار دینا فریقین سے کسی ایک فریق کی پسند پر منحصر ہوتا ہے۔ مگر یہ امر قابل غور ہے کہ ایسا پٹہ جس کی مدت منجانب پٹہ دہندہ اطلاع دینے پر ختم ہوتی ہو یا ایسا پٹہ جس کو پٹہ دار کی جانب سے شرائط متعلق کی خلاف ورزی کی صورت میں پٹہ دہندہ ضبط کر سکتا ہو ان وجوہ سے ممکن الانفساخ نہیں ہے کیونکہ جب اس قسم کا پٹہ اس طرح ختم کر دیا جاتا ہے تو اس کا اختتام اس کے ابتدائے زمانۂ عطا سے نہیں متصور ہوتا بلکہ جس وقت پٹہ ضبط کیا جاتا ہے اسی وقت سے اُس کا عمل موقوف ہوتا ہے[1]

---

[1] اثر معاہدات کے متعلق اس مقام پر معاہدے کی ایک مخصوص قسم کی طرف ناظرین کی توجہ

کالعدم اور ممکن الانفساخ اقرارات کو اقرار ناجائز کی دو قسمیں کہہ سکتے ہیں۔

اقرار کے ناجائز ہونے کی چھ مخصوص صورتیں ہیں یعنی (۱) ناقابلیت (۲) بیضابطگی (۳) اقرار کا خلاف قانون ہونا (۴) غلطی (۵) جبر اور (۶) فقدان بدل عہد۔

۱۔ ناقابلیت۔ بعض اشخاص کو اپنی مرضی سے اپنے حقوق و فرائض کے تعین کرنے کا قانون میں مطلق اختیار نہیں دیا گیا ہے (اور کم از کم مثل دوسرے اشخاص کے وہ اپنے کو اپنے بنا کردہ عہد و پیمان کے تابع قرار دے کر نہ تو قانون غیر موضوعہ میں کچھ اضافہ کر سکتے ہیں اور نہ اُسے مسترد کر سکتے ہیں) چنانچہ اشخاص نابالغ، مجنون (فاتر العقل) اور مجرمین کے متعلق اس سلطنت کا قانون غیر موضوعہ قطعی ہے اور ان کے معاہدات کے سبب اس قانون میں کمی و بیشی نہیں ہوتی ہے ایسا ہی کسی کارپوریشن یافتہ کمپنی (رجسٹرشدہ جماعت تجارتی) کے ایسے معاہدات جو خارج از اختیارات (Ultra vires) ہوں ناجائز سمجھے جاتے ہیں۔

۲۔ بے ضابطگی۔ اقرارات کی دو قسمیں ہیں بے ضابطہ (سادہ) اور باضابطہ (مطابق شکل مقررہ) اقرار بے ضابطہ اس اقرار کو کہتے ہیں جس میں فریقین کی رضامندی کے لیئے نہ تو مخصوص الفاظ یا ضابطے کی پابندی کرنی لازم ہے اور نہ اس اقرار کے لیئے کوئی خاص شکل یا نمونہ قرار دیا گیا ہے بلکہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ منعطف کرانا مناسب معلوم ہوتا ہے بعض صورتیں ایسی پیش آتی ہیں جن سے معاہدہ نہ تو کالعدم سمجھا جاتا ہے اور نہ ممکن الانفساخ بلکہ معاہدہ ایک تیسری شکل اختیار کرتا ہے جس کو ناقابل تعمیل یا ناقابل نفاذ معاہدہ کہتے ہیں یعنی ایسا معاہدہ جس کو عدالتیں تعمیل نہیں کرا سکتی ہیں اور جو فرض اس طرح کے معاہدے کے ذریعے سے معاہد لہ پر عاید کیا جاتا ہے وہ ناقص اور نا مکمل ہوتا ہے اس کے متعلق اس کتاب کی فصل ۸، ملاحظہ طلب ہے اس کی مثال ایک ایسا زبانی معاہدہ ہے جس کا از روئے قانون فریب مجریہ انگلستان (The Statute of Frands) ضبط تحریر میں لایا جانا لازم ہو۔

فریقین کو اختیار ہے کہ وہ جس شکل اور جس عبارت یا الفاظ میں چاہیں اپنی مرضی کا اظہار کر سکتے ہیں۔ برخلاف اس کے باضابطہ اقرار میں قانون نے نہ صرف طرفین کی رضامندی کا ظاہر کیا جانا لازم قرار دیا ہے بلکہ اُس کا کسی مخصوص شکل میں اظہار کرنا فریقین کا فرض ہے اور اگر اس خاص شکل کی پابندی اور مطابقت نہ کی جائے تو اقرار بے اثر ہو جاتا ہے۔ باضابطہ اقرارات کی مثالیں ایسے معاہدے ہیں جن کا ضبط تحریر میں لایا جانا اور اُن پر فریقین کے دستخط یا مہر کا ثبت رہنا یا اُن کا مقررکردہ الفاظ میں ادا کیا جانا یا بمواجہ شہود اُن کا تکمیل پانا یا کسی سرکاری محکمے میں اُن کی رجسٹری ہونا یا کسی رسمی فعل کا عمل میں لانا جیسا کہ شئے معاہدہ کا معاہد لہٗ کے حوالے کرنا۔

معاہدات کے متعلق جو ان مخصوص اشکال اور ضابطے کا تعین کیا گیا ہے اُس کے دو اغراض ہیں اولاً یہ کہ فریقین معاہدہ جن شرائط کے ذریعے سے اپنی رضامندی اور نیت کا اظہار کرتے ہیں اور جس پر اُن کے ان حقوق اور فرائض کی بنا ہے جن کے وہ خود موجد ہیں اُس کی مقررہ شکل اور ضابطے میں اظہار کئے جانے سے اس رضامندی باہمی کو استقلال اور بقا حاصل ہوتی ہے اور اُس کی بخوبی اشاعت ہو جانے سے فریقین کو اُس کے استقلال کا یقین ہو جاتا ہے۔ ثانیاً یہ کہ شکل مقررہ میں معاہدے کے ادا ہونے سے اُس کے متعلق یہ قیاس قانونی ہو سکتا ہے کہ فریقین نے کامل غور وخوض کے بعد اس کو آپس میں طے کیا ہے اور اس کی صحت کے متعلق عدالتوں کو شبہہ کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس کے علاوہ مخصوص شکل اور ضابطے سے ایک اور فائدہ ہے جب فریقین کے درمیان کسی معاملے کی نسبت مراتب ابتدائی طے کرنے کی غرض سے مراسلت یا گفت وشنید ہوتی ہے تو انھیں شرائط معاملہ و معاہدہ پر بخوبی غور و فکر کرنے کا موقع ملتا ہے اور وہ اپنی باہمی رضامندی کو مقررہ اور مخصوص شکل میں ظاہر کرنے کے قبل غفلت اور بے احتیاطی نہیں کر سکتے۔

۳۔ اقرار کا خلاف قانون ہونا۔ تیسرے یہ کہ اگر غرض ناجائز ہو تو معاہدہ کالعدم ہوتا ہے۔ اگرچہ ایک بڑی حد تک ہر شخص کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ جس

امر کی بابت چاہے اقرار کرے لیکن اس کے متعلق انھیں قطعی آزادی نہیں دی گئی ہے بلکہ فریقین معاہدہ اور عوام کی بھلائی کے خیال سے اُن کی اس آزادی کو ایک حد تک محدود کیا گیا ہے۔ قانون غیر موضوعہ کے معتد بہ حصے سے صاف ظاہر ہے کہ خانگی اقرارات اسے بیکار یا منسوخ نہیں کر سکتے اور اکثر ایسے قواعد ہیں جن سے گو قانون غیر موضوعہ ہرگز منسوخ نہ ہوتا ہو اس قانون میں اضافہ بھی نہیں ہو سکتا یعنی اکثر ایسی صورتیں ہیں جن میں اس ملک کا قانون غیر موضوعہ لوگوں کے بنا کردہ قانون معاہدہ کو اپنے میں کمی اور اضافہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ اگرچہ کہ ایک بڑی حد تک یہ درست ہے کہ طرز و طریقۂ معاہدہ و شرائط فریقین قانون پر غالب آتے ہیں لیکن اس اصولی مسئلے کا ایک مستثنیٰ بھی ہے یعنی "اقرار خانگی سے حق عام خارج نہیں ہوتا ہے" یہاں قانون عام سے ہماری مراد وہ قانون ہے جس کا تعلق سلطنت اور اُس کی تمام رعایا کی بھلائی سے ہے اور اسی وجہ سے قانون عام رعایا کے شخصی اقرارات سے منسوخ اور باطل نہیں ہو سکتا[1] الفاظ ناجائز اور خلاف قانون کے وسیع مفہوم کے لحاظ سے ان اقرارات کو جو قانون کے مقررہ حدود سے متجاوز ہو جاتے ہیں اقرارات ناجائز یا خلاف قانون کہتے ہیں لیکن الفاظ متذکرہ کا ایک دوسرا تنگ مفہوم بھی ہے اور اُس کے لحاظ سے ناجائز یا خلاف قانون کے معنی جرم اور دیوانی طرز کے فعل ناجائز کے ہیں لہٰذا اس دوسرے تنگ معنوں کے لحاظ سے اقرار کا خلاف قانون ہونا یا نہ ہونا دونوں صورتیں ممکن ہیں۔

۴۔ سہو یا غلطی۔ معاہدے کے عدم جواز کے اسباب میں سے ایک سبب سہو اور غلطی بھی ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں موثر اور غیر موثر۔ غلطی موثر ایسی غلطی ہے جس کی وجہ سے فریقین اقرار کی رضامندی کا وجود ہی نہیں ہونے پاتا اور اس لیے جب اقرار کرنے میں اس طرح کی غلطی واقع ہو جائے تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ حقیقت میں اقرار ہی نہیں ہوا۔ چونکہ فریقین اس قسم کی غلطی کرنے سے ایک ہی شے کے متعلق متفق نہیں ہوتے ہیں اس لیئے وہ فی الواقع کسی شے کے متعلق اقرار ہی نہیں کر سکتے ہیں

---

[1] ڈائجسٹ ۵۰-۱۷- ۴۵-۱-

گو بظاہر ان کا اقرار ایک اقرار معلوم ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت وہ اقرار نہیں ہے مثلاً اگر الف کی جانب سے ب کے مقابلے میں ایجاب کیا جائے اور ج غلطی سے اُس کو قبول کر لے یا اگر الف اپنی زمین ب کے ہاتھ فروخت کرنے کا اقرار کرے لیکن وہ اپنے ذہن میں ایک زمین کے بیع کرنے کا خیال رکھتا ہو اور (ب) کے ذہن میں اس سے کوئی دوسری زمین مراد ہو تو اس قسم کے اقرارات غلطی موثر پر مبنی ہوتے ہیں اور چونکہ یہ اپنی حالت ظاہری میں اقرار معلوم ہوتے ہیں[1] اور حقیقت میں ان کا وجود ہی نہیں ہوتا اس لیئے اس طرح کی غلطی کے اثر سے وہ بالکل معدوم ہو جاتے ہیں۔

لیکن اس قاعدے کا ایک مستثنیٰ ہے۔ جب ایک فریق کو اپنی غفلت سے اقرار کرنے میں غلطی ہوتی ہے اور دوسرا فریق اُس کی غفلت سے واقف نہیں رہتا تو فریق غافل کو اپنی غفلت کا خسارہ اُٹھانا پڑتا ہے اور اُس کو اُس کی بے پروائی کے سبب سے غلطی موثر کے عذر پیش کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا گو یا اُس کی غلطی اُس کے لیئے مانع تقریر مخالف قرار پاتی ہے اور وہ اپنے اقرار کا پابند سمجھا جاتا ہے جس طرح کہ بوقت اقرار دوسرے فریق نے اُس کے الفاظ کے مفہوم کو سمجھا[2] تھا۔

اُس کے برخلاف غلطی غیر موثر اس غلطی کو کہتے ہیں جس کا اثر اقرار کی ماہیت یا اُس شئے پر نہ پڑتا ہو جو اُس کے ذریعے سے حاصل کی جاتی ہے بلکہ اقرار کے کرنے میں کسی ایک فریق سے غلطی ہو جائے اور اُس کا تعلق بعض افراد کے حالات ظاہری سے ہو مثلاً ب کے گھوڑے کو بے عیب باور کر کے الف اس کو خریدنے کے لیئے اقرار کرلے اور فی الحقیقت گھوڑا بے عیب نہ ہو تو الف کی غلطی سے

---

[1] کُن ڈی لینڈ سے اپیل کیسز جلد ۳ صفحہ ۴۵۹ ۔ ریفلز بنام وکل ہاس لار پورٹس مرتبہ ہرلسٹن اور کولٹ مین جلد ۲ صفحہ ۹۰۶ فلیس بنام بروکس لمیٹڈ (۱۹۱۹ء) کے ۔ بی ۔ جلد ۲ ۔ صفحہ ۲۴۳ ۔

[2] کنگ بنام اسمتھ (۱۹۰۰ء) چانسری جلد ۲ ۔ صفحہ ۴۲۵ ۔

اس کا اقرار متاثر نہیں ہو سکتا۔ اس صورت میں الف کی غلطی موثر نہیں ہے کیونکہ الف اور ب دونوں اقرار کرتے وقت ایک ہی امر پر اور ایک ہی معنوں میں متفق ہوتے ہیں حالانکہ اگر الف کو گھوڑے کے عیب دار ہونے کی پہلے سے اطلاع ہوتی اور وہ اس طرح کی غلطی نہ کرتا تو وہ ب سے اُس کے خریدنے کا ہرگز اقرار نہ کرتا۔ بہرحال یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ غلطی غیر موثر (Unessential) کا اقرار کے جواز پر کسی طرح اثر نہیں پڑ سکتا۔ ایک فریق جن وجوہ اور شرائط کو پیش کر کے دوسرے فریق کی رضامندی حاصل کرتا ہے ان وجوہ اور اسباب سے قانون کو کوئی سروکار نہیں ہے اور قانون میں ان وجوہ کے صحیح یا غلط ہونے کا لحاظ نہیں کیا جاتا جن کی بنا پر لوگ ایک دوسرے کے ساتھ عہد کر کے اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہیں بلکہ قانون معاہدین کو اس امر پر مجبور کرتا ہے کہ جب ایک مرتبہ کسی امر کی بابت فریقین نے اظہار رضامندی کر دیا تو ان کو اپنی رضامندی پر قائم رہنا لازم ہے۔ اور یہی اصول ان حالتوں میں بھی قرار دیا جاتا ہے جن میں ایک فریق دوسرے فریق کی غلطی سے بخوبی واقف رہتا ہے[۱]

مندرجۂ بالا قاعدے کی ایک مستثنیٰ صورت ممکن ہے۔ کیونکہ غیر موثر غلطی بھی اس فریق کو جس نے غلطی کی بنا پر معاہدہ کیا ہو یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ اس اقرار کو ممکن الانفساخ تصور کرے بشرطیکہ اُس کا انعقاد فریق ثانی کی غلط بیانی کی بنا پر ہوا ہو۔ عام اصول یہ ہے کہ وہ شخص جس سے محض غلطی ہوئی ہو یا وجود ایسی غلطی کے اقرار کا پابند ہوتا ہے لیکن وہ شخص جسے دھوکا ہوا ہو یہ حق رکھتا ہے کہ اقرار کے پورا کرنے سے انکار کرے۔

۵۔ جبر۔ رضامندی کو حق کا ماخذ قرار دینے کے لیے مقتضائے انصاف ہے کہ فریقین اپنی رضامندی کا آزادی سے یعنی بلاجبر و اکراہ اظہار کریں۔ اگر رضامندی جبر یا دباب ناجائز سے حاصل کی جائے تو وہ قانون میں بے اثر سمجھی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک انسان کو اپنی رضامندی کے ظاہر کرنے کے لیے

[۱] اسمتھ بنام ہیوز لا رپورٹس کوئینز بینچ جلد ۶۔ صفحہ ۵۵۷۔

آزادی حاصل ہے لیکن اس آزادی اور اختیار کے مدارج ہیں اور اس لیے کسی معقول نظام قانون نہیں لوگوں کی اس آزادی کی تعریف کرنا یا یہ بیان کرنا کہ اس کی کہاں تک وسعت ہے نہایت دشوار امر ہے لیکن اس کے متعلق ایک عام قاعدے کا بیان کر دینا ممکن ہے۔ واقعات یا حالات معاہدہ کے سننے سے شخص ثالث کو بادی النظر میں بوجہ معقول قیاس ہو سکے کہ فریقین معاہدہ نے بغیر کسی جبر و تشدد یا دباب ناجائز کے اپنی رضا و رغبت سے اس امر کی بابت اتفاق کیا ہے جو معاہدے کے ذریعے سے ان میں طے پایا ہے اور جس فریق کی جو خواہش تھی اُس کی تکمیل اس معاہدے سے ہوتی ہے۔ انگریزی قانون کے محققین اس مسئلے کے متعلق تحقیقات کر کے جن نتائج پر پہنچے ہیں اُن کا اس مقام پر ذکر کرنا ہماری رائے میں ناظرین کے لیے چنداں مفید نہیں ہے اس لیے جبر کے متعلق اسی ایک عام قاعدے کا بیان کیا جانا کافی ہے۔

۶۔ بدل عہد کا مفقود ہونا۔ قانون انگلستان میں رضامندی کے موثر اور معاہدے کے قابل نفاذ قرار پانے کے لیے ایک اور شے کا لحاظ کیا جاتا ہے اور اصطلاح میں اس کو بدل کہتے ہیں۔ بدل معاہدے کا جزو لاینفک ہے اور اس کا قانون معاہدہ سے خاص تعلق ہے۔ اقرارات کی جو دوسری قسمیں ہیں انکے لیے بدل کی ضرورت نہیں ہے۔

بدل سے مراد ایسا سبب تحریک یا ترغیب ہے جس کی وجہ سے ایک شخص اپنے کو اپنے اقرار کا پابند کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے لفظ بدل کے چند معنی ہیں لیکن جو مفہوم کہ ہم نے اس کا اب بیان کیا ہے وہ اُس کے معنوں میں زیادہ وسیع ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کوئی شخص کسی معاوضے یا سبب کے بغیر اپنے پر کوئی فرض عائد کرنے یا اپنے کسی حق کو دوسرے پر منتقل کرنے یا دوسرے کے فائدے کے لیے اپنے کسی حق سے دست بردار ہونے پر راضی نہیں ہو سکتا اور اس لیے کسی نفع کے بدل میں وہ جدید ذمہ داریوں کا بار اُٹھانے یا ان فوائد اور منافع سے محروم ہونے کے لیے رضامند ہو جاتا ہے جن سے مستفید ہونے کی اس کو قانون سے اجازت ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنا مکان بیع کرنے کے لیے اقرار کرتا ہے

تو اس کے اقرار کا بدل مشتری کا زر ثمن ادا کرنے کا وعدہ ہے اسی طرح اگر وہ اپنے
اہل و عیال کے نام اپنی جائداد تملیک کرنے کا معاہدہ کرتا ہے تو اس کا بدل وہ
فطرتی محبت والفت ہے جو شوہر اور پدر کو اپنی زوجہ اور اطفال سے ہوتی ہے۔
اگر کوئی شخص دیوالیہ اپنے اُس قرضے کو ادا کرنے کا وعدہ کرے جس کو اُس نے
دیوالہ نکلنے کے پہلے لیا تھا تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ اپنے اس اخلاقی فرض کی ادائی سے
سبکدوش ہونا چاہتا ہے اور یہی اخلاقی سبکدوشی کا خیال اس کے معاہدہ کرنے کا
بدل ہے حالانکہ قانون میں دیوالیہ ادائی دین کی ذمہ داری سے بری سمجھا جاتا ہے۔
بہرحال بدل کے اس سب سے زیادہ وسیع مفہوم کے لحاظ سے جو اس فقرے کی
ابتدائی سطور میں بیان کیا گیا ہے کوئی شخص جس کے ہوش و حواس بجا ہوں کبھی
کوئی ایسا معاہدہ نہیں کرسکتا جس کے لیئے بدل کے اقسام سے کسی ایک قسم کا پہلے سے
نہ تقرر کیا گیا ہو۔ ہر ایک قسم کی رضامندی کے لیئے کسی معقول اور موثر وجہ کا ہونا
لازم ہے۔ اچھا جب یہ بات ہے تو اس قاعدے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ قانون
میں جواز اقرار کے لیئے بدل مشروط کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قانون کو
جس بدل کی ضرورت ہے وہ وہی بدل ہے جو اُس کے نزدیک کافی سمجھا جاتا ہو
فریقین کا اپنی رائے میں کسی بدل کو کافی سمجھ لینا بدل کو قانون میں جائز اور کافی نہیں
قرار دلوا سکتا۔ قانون نے تحکمانہ طور پر جن امور کو رضامندی (یعنی اقرار یا معاہدہ)
کا جائز اور کافی بدل قرار دے رکھا ہے اور جن امور کو بدل کے لیئے ناجائز اور
ناکافی ٹھہرا دیا ہے اُن کو اختیار کرنا اور اُن پر عمل کرنا فریقین معاہدہ کا فرض ہے اور
اگر لوگ اپنے اقرارات کا بدل اُن امور کو قرار دیتے ہیں جن کا بدل قرار دیا جانا قانون
میں منع کیا گیا ہے تو اُن کے حال زار پر افسوس کرنے کے سوائے اور کیا کہا جا سکتا
ہے۔ چنانچہ قانون روما کا مقولہ ہے کہ عہد بلا بدل کے متعلق دعوے نہیں کیا جا سکتا
اس لیئے جو فریق معاہدہ کرنے میں بدل قانونی کا خیال نہ رکھے اس کو اپنی غلطی کا نقصان
آپ اُٹھانا لازم ہے۔

بدل کی وہ کون قسمیں ہیں جو قانون میں پسندیدہ نظروں سے دیکھی جاتی ہیں
اور جن کی بنا پر معاہدات قابل نفاذ متصور ہوتے ہیں؟ اس کے متعلق ایک کلیہ بیان

کیا جاسکتا ہے کہ معاہد ے کے قابل نفاذ قرار پانے کے لیئے کوئی بدل (قانون میں) جائز اور موثر نہیں سمجھا جاتا ہے بجز اس کے کہ وہ قیمتی ہو۔ بدل قیمتی سے مراد ایک ایسی قیمتی شئے ہے جس کو ایک فریق دوسرے فریق کے عہد کے معاوضے میں دیتا ہے۔ قانون انگلستان کی رو سے (بجز ان معاہدات کے جن پر مہر کا ثبت ہونا یا جنکی رجسٹری کرانا لازم ہے) فریقین معاہدہ اپنے عہد کے اس وقت تک پابند نہیں سمجھے جاتے جب تک کہ معاہد کو اس کی شئے کے معاوضے میں معاہد لہٗ سے کوئی شئے وصول نہ ہو یعنی معاہد جس سلوک کا معاہد لہٗ سے وعدہ کرتا ہے اُس کے معاوضے میں اس کو کسی بدل کا ملنا لازم ہے۔ یک جانبہ معاہدات جن میں تمام ذمہ داری اور فرض ایک ہی جانب یعنی ایک فریق پر عائد ہوتا ہے اور دوسرے فریق کی جانب سے فریق ذمہ دار کو نہ تو کچھ معاوضہ ملتا ہے اور نہ کسی معاوضے کے دیئے جانے کا وعدہ کیا جاتا ہے قانون میں بے اثر اور ناقابل نفاذ خیال کئے جاتے ہیں۔ ہر ایک جائز اور قابل نفاذ معاہدہ معاملہٗ ذیل کی شکل میں لایا جاسکتا ہے کہ اگر میں کسی شخص کو نفع پہنچاتا ہوں تو اُس کو بھی مجھے فائدہ پہنچانا چاہیئے [۱]

جو شئے بطور بدل دی جاتی ہے اُس کی کچھ نہ کچھ قیمت ہونا لازمی ہے یعنی اُس شئے سے کسی ایک فریق یا فریقین کو ایک معقول نفع پہنچنا چاہیئے۔ بدل کے ذریعے سے کوئی نفع یا فائدہ اس عہد کی ذمہ داری کے معاوضے میں معاہد کو پہنچنا چاہیئے جس کا بار وہ اپنے پر عائد کرتا ہے یا معاہد لہٗ کو اُس نفع کے معاوضے میں جو اس کے عہد کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے کچھ نقصان یا خسارے کا پہنچنا لازم ہے۔ عموماً بدل کے یہی دو صفات یا اثرات ہوتے ہیں لیکن بعض وقت بدل کی صرف ایک صفت بھی اس کو موثر اور جائز بنانے کے لیئے کافی سمجھی جاتی ہے مثلاً اگر میں کسی شخص کے مال کو کسی معاوضے کے بغیر اپنی تحویل میں رکھنے کا وعدہ کرلوں اور اُس کا مالک اس مال کو

---

[۱] لیکن اس شکل میں ایسے معاہدات داخل نہیں ہیں جن پر مہر کا ثبت کیا جانا یا جن کی رجسٹری کرانا ضرور ہے۔ اس قسم کے معاہدات کو مستثنیات سمجھنا چاہیئے اور ان مستثنیات پر انگریزی قانون کے مسئلہٗ بدل کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا ہے۔

میرے حوالے کر دے تو مجھ پر گو ایسے معاہدے کے لیئے کچھ معاوضہ نہیں ملتا ہے اس عہد کا ایفا لازم ہے کیونکہ معاہد لہٗ مجھ پر اعتماد کر کے جو اپنا مال میری حفاظت میں دیتا ہے اُس کی وجہ سے اُس کا قبضہ مال پر سے اُٹھ جاتا ہے اور اُس کو ایک طرح کا نقصان پہنچتا ہے اس لیئے معاہد لہٗ کا یہی نقصان اس معاہدے کا بدل متصور ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس شئے کی جو بطور بدل دی جاتی ہے کچھ قیمت نہ ہو یا فریقین کی ذات کو اس شئے سے کچھ نفع یا نقصان نہ پہنچتا ہو تو ویسی شئے بدل کے لیئے کفایت نہیں ہو سکتی اور اس بنا پر معاہدہ ناجائز اور باطل ہو جاتا ہے۔ ایک فریق کا اس کام کو انجام دینے کے لیئے دوسرے فریق سے عہد کرنا جس کا کرنا اُس کا فرض ہے یا پہلے شخص کا دوسرے شخص کے مقابلے میں اپنے اس دعوے یا حق سے دست بردار ہونا جو بے بنیاد ہو اس قسم کے بدل کی مثالیں ہیں۔

لیکن بعض مخصوص صورتوں میں بے قیمت بدل بھی قانون میں جائز اور کافی سمجھا جاتا ہے مثلاً اپنے قرضے کی ادائی میں معاہد کا معاہد لہٗ کو ایک پرامیسری نوٹ یا کوئی دوسری دستاویز قابل بیع و شری کا دینا جائز ہے۔ اس طرح کے نوٹ یا دستاویز کے ذریعے سے ادائی رقم کا جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ بظاہر بلا بدل معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ نوٹ یا دستاویز دینے والے کے ذمے جو دین قابل ادائی ہے وہ ایک فرض قانونی ہے اور چونکہ نوٹ وغیرہ کے ذریعے سے مقروض اپنے دین کے ادا کرنے کا عہد کرتا ہے اور وہ اپنی ذمہ داری قانونی سے سبکدوش ہوتا ہے اس لیے مدیون کے قرضے کا وجود اس طرح کے عہد کا بدل جائز سمجھا جاتا ہے۔ کسی زمانے میں فرض اخلاقی بھی اسی طرح معاہدے کے لیئے بدل سمجھا جاتا تھا اور اس اخلاقی فرض کی بنا پر جس امر کے کرنے کا معاہد وعدہ کرتا تھا اُس کا ایفا کرنا اُس کے لیئے لازم تھا اور اگرچہ اب اس قاعدے کی ایک عام مسئلے کی سی حیثیت نہیں رہی ہے پر نیمہ اس اصول کا بعض حصہ اب بھی باقی رہ گیا ہے اور بعض حصہ قانون موضوعہ کی رو سے منسوخ ہو گیا ہے چنانچہ چند سال پیشتر تک اگر کوئی دیوالیہ اپنے دیون کی ادائی کے متعلق عدالت سے بری الذمہ قرار پانے کے بعد اپنے کسی دائن سے قرضے کی اس رقم بقایا کا ادا کرنے کا وعدہ کر لیتا جو اُس کو مدیون کے

دیوالیہ قرار پانے کے سبب سے کامل طور پر نہ وصول ہوتی تو ایسا عہد از روئے قانون جائز اور قابل نفاذ سمجھا جاتا تھا کیونکہ اس قسم کے عہد کا بدل مدیون کا اخلاقی فرض تھا یعنی دیوالہ نکلنے کے باوجود دین کا ادا کرنا از روئے اخلاق مدیون پر واجب ہے۔ ایسا ہی جب تک قانون اس بارے میں نہیں بدلا گیا اُس وقت تک اُن اشخاص کے معاہدات جو اپنے زمانہ نابالغی کے قرضہ جات کی ادائی کے متعلق بالغ ہونے کے بعد کرتے تھے موثر و قابل نفاذ متصور رہتے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس قرضے کی ادائی کے واسطے عہد کرنا جس پر تمادی عارض ہوگئی ہو اُس زمانے میں بھی جائز اور موثر ہے حالانکہ اس قسم کے معاہدے کا بدل ایک ایسا اخلاقی (اور ناقص قانونی) فرض ہے جو میعاد عارض ہونے کے بعد بھی باقی رہ جاتا ہے۔

مسئلۂ بدل کی معقول بنیاد کی نسبت ناظرین کا اس امر سے واقف ہونا ضرور ہے کہ قانون انگلستان میں جواز معاہدہ کے لئے بدل کا قرار دادکیا گیا ہے وہ ایک امر لازم نہیں بلکہ مشروط ہے جن معاہدات کا تحریر مسجل میں لایا جانا یا جن کی رجسٹری ہونا ضرور ہے اُن کے جواز کے لئے بدل کی مطلق ضرورت نہیں ہے بلکہ بدل ان معاہدوں کو جائز اور قابل نفاذ قرار دلواتا ہے جن کا دو بیان کردہ شکلوں میں شمار نہ کیا جاتا ہو۔ معاہدات اور بعض دوسری قسم کے اقرارات کے جائز ہونے کے واسطے بدل اور شکل (یعنی مخصوص ضابطہ) دونوں میں سے کسی ایک کی ضرورت ہے اور یہ خیال کرنا کہ ان دونوں کی بناء کے ایک ہی اسباب ہیں اور ان دونوں سے ایک ہی قسم کے اغراض کی تکمیل ہوتی ہے صحیح ہے۔ لوگوں کو اس نقصان سے محفوظ رکھنا جو معاہدات بلا بدل اور مبہم الفاظ کے ذریعے سے جن میں کہ اکثر معاہدات کئے جاتے ہیں ان کو پہنچتا ہے بدل اور شکل (مخصوص ضابطہ) کی غرض ہے۔ قانون ملک میں بعض وجوہ ترغیب و تحریکات اس رضامندی کے اظہار کے لئے جو بحالات معتدل غور و خوض کامل کے بعد دی جاتی ہے مکتفی خیال کئے گئے ہیں اور وہ تمام اقرارات خواہ وہ بے ضابطہ ہی کیوں نہ ہوں یعنی شکل مقررہ میں نہ ادا کئے گئے ہوں جن کی بناء اس قسم کی رضامندی ہے قانون میں جائز سمجھے جاتے ہیں

دوسری تمام صورتوں میں معاہدے کے جائز قرار پانے کے لیے اُس کا شکل مقررہ میں ادا کیا جانا ضرور ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جواز معاہدہ کی بابت انگریزی قانون میں ضرورت سے زیادہ احتیاط کی گئی ہے اور غیر ملکوں کے نظامات قانون میں اس کی بابت بدل اور شکل مقررہ کے ذریعے سے اس طرح اہتمام نہیں کیا گیا ہے بلکہ بدل کی غیر موجودگی اور شکل کی عدم مطابقت سے معاہدات کا اثر ان نظامات قانونی میں زائل نہیں ہو سکتا ہے۔

جس شکل میں مسئلۂ بدل انگریزی قانون میں رائج ہو گیا ہے اگرچہ اس شکل میں اور اس طریقے سے کسی دوسرے نظام قانونی میں اس کو اختیار نہیں کیا گیا ہے لیکن اس پر بھی یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ قانون انگلستان کا یہ کوئی خاص مسئلہ ہے بلکہ اس نظام میں جو مسئلۂ بدل اختیار کیا گیا ہے وہ اصل میں ترمیم ہے اس مسئلۂ بدل کی جو رومانیوں کے قانون میں رائج تھا اور زمانۂ موجودہ کے بعض نظامات قانونی میں نافذ ہے خصوصاً فرانس میں اس پر عمل کیا جاتا ہے چنانچہ فرانس کے مجموعۂ قانون دیوانی کے آرٹیکل ۱۱۳۱ میں لکھا ہے کہ ”بلا سبب یا سبب غلط یا سبب ناجائز کے باوجود ایک (معاہدہ واجب) قابل نفاذ و تعمیل سمجھا جائے گا“[1] اس فقرے میں لفظ سبب مرادف ہے بدل کا اور اسی طرح انگریزی قانون کی قدیم مستند کتابوں میں یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کے بجائے استعمال کئے گئے ہیں[2]۔ بہرحال اس اصول میں جس پر انگلستان کا مسئلۂ بدل مبنی ہے اور اس اصول میں جو اقلیم یورپ کے دوسرے نظامات قانونی میں بدل کے متعلق رائج ہے ایک بین اور اہم فرق ہے جس طرح پہلے نظام میں ناکافی ہونے کی وجہ سے بدل کے تسلیم کئے جانے سے انکار کیا جاتا ہے اس طرح دوسرے

---

[1] اس کے ساتھ مقابلہ کرو ڈائجسٹ ۴۴-۴-۲-۳-...... اسکے علاوہ دیکھو ڈائجسٹ ۱۲-۷-۱-

[2] سامنڈ مضامین متعلقۂ اصول قانون و تاریخ قانون صفحہ ۲۱۹-

نظامات قانونی میں محض اُس کے ناکافی ہونے کی بناء پر ناجائز نہیں سمجھا جاتا ۔ فریقین معاہدہ جس تحریک اور ترغیب کو اپنی تشفی کا باعث قرار دیتے ہیں وہی ترغیب و تحریک قانون کی تشفی کے لیئے کافی سمجھی جاتی ہے جس طرح قانون انگلستان میں ہبہ بلا بدل قیمتی تک ان صورتوں میں جہاں مہر و الفت یا کارہائے خیر کو انجام دینے کا خیال بدل سمجھا جاتا ہے جائز قرار دیا گیا ہے اسی طرح ان دوسرے نظامات قانون میں ہر ایک قسم کا بدل جواز معاہدہ کے لیئے کافی خیال کیا جاتا ہے فرانسیسی قانون میں کسی واجب بلاسبب معاہدۂ بلا بدل سے مراد ایسا معاہدہ نہیں ہے جو کسی تحریک یا ترغیب کے بغیر کیا گیا ہو (کیونکہ اس قانون میں تحریک یا ترغیب کی بناء پر معاہدے کا قیام نہیں ہوتا ہے) اور ان الفاظ سے نہ ایسا کوئی معاہدہ مراد ہے جس کی بنا کوئی ناموزوں تحریک یا ترغیب ہو (کیونکہ اس قانون میں تحریک و ترغیب کے موزوں یا ناموزوں ہونے کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے) لیکن واجب بلاسبب کا مفہوم اس قانون میں ایسا معاہدہ ہے جس کا بدل موجود نہ ہو اور جسکو رومانی (Causa non seouta) سبب ناپید کہتے تھے ۔ اسی آرٹیکل محولہ میں ناجوازی معاہدہ کی جو دوسری وجہ بیان کی گئی ہے وہ سبب غلط یعنی بدل مبنی بر غلطی ہے بعض وقت بدل کے قرار دینے میں فریقین سے غلطی ہو جاتی ہے اور اس وجہ سے ایسا بدل حقیقی نہیں بلکہ خیالی اور بے بنیاد شئے ہو جاتا ہے مثلاً اگر میں کسی گھوڑے کے خریدنے کا اقرار کرلوں درانحالیکہ وہ مرگیا ہو اور اس کا مجھے علم نہ ہو یا میں کسی جہاز کے مول لینے کا وعدہ کرلوں اور وہ طوفان میں آکر ٹوٹ پھوٹ گیا ہو اور جس کی مجھ کو اطلاع نہ ہو یا میں کسی ایسے قرضے کی ادائی کے لیئے ایک پرامیسری نوٹ اس شخص کے حوالے کروں جس کا میں مدیون نہ ہوں تو اس طرح کے معاہدات کے بدل کو بدل مبنی بر غلطی کہتے ہیں ۔ لیکن جس طرح (Causa turpio) بدل ناجائز سے قانون روما میں معاہدے کا اثر باطل قرار پاتا تھا اسی طرح ناجائز بدل کی وجہ سے

انگریزی اور فرانسیسی نظامات قانون میں معاہدہ بے اثر اور ناقابل نفاذ ہو جاتا ہے
بدل کی عدم موجودگی سے معاہدہ کرنے میں معاہد سے غلطی ہو جاتی
ہے اس لیے قانون انگلستان میں بدل کی عدم موجودگی اور اس کے غلطی
پر مبنی ہونے کو معاہدہ کے اسباب ناجوازی میں شمار کیا جاتا ہے لیکن ان
دونوں وجوہ سے معاہدہ صرف ایسی حالت میں ناجائز قرار پاتا ہے جبکہ
تکمیل عہد اس امر پر مشروط کی جائے کہ وہ شئے جو معاہد سے کا بدل قرار دیجاتی
ہے موجود ہے اور تکمیل عہد تک موجود رہیگی۔ اس کے برخلاف ان
معاہدات میں جو مال منقولہ کی بیع کے متعلق کئے جاتے ہیں مال کی موجودگی
اور اُس کا تلف نہ ہونا جواز بیع کے لیے شرط معنوی ہے [۱]

---

[۱] پاتھیر نے اپنی تالیف واجبات (معاہدات) دفعات از ۲۳ تا ۴۶ میں اور بارڈی لکنٹر
نے اپنی تصنیف واجبات (معاہدات) فصول از ۲۹۵ تا ۳۲۷ میں بدل معاہدہ
کے متعلق فرانس کا قانون جمع کیا ہے۔ یہ امر کہ از روئے تاریخ انگریزی قانون کے مسئلۂ بدل
کو قانون روما کے مسئلۂ بدل سے تعلق ہے تصفیہ طلب ہے اس خیال کی تائید اور تردید میں
بہت کچھ بحث کی جاسکتی ہے۔

خلاصہ

واقعات ترتیبی
- واقعات عطا کنندہ یا استحقاق۔
  - استحقاق بنیادی — پیدائش یا خلقت حقوق
  - استحقاق استخراجی
  - واقعات نقال — انتقال حقوق
- واقعات سلب کنندہ
  - واقعات ہالک — اتلاف یا سقوط حقوق

واقعات ترتیبی
- افعال قانون
- افعال درنظر قانون (افعال قانونی)
  - یک جنبہ
  - ذوجنبین یا اقرارات

اقرارات
- (۱) معاہدات۔ ان سے حقوق خلاف شخص پیدا ہوتے ہیں۔
- (۲) عطیات۔ ان سے پہلی قسم کے سوائے دوسرے اقسام کے تمام حقوق کا قیام ہوتا ہے۔
- (۳) انتقالات۔ ان کے ذریعے سے حقوق منتقل کئے جاتے ہیں۔
- (۴) دست برداری۔ اس کے ذریعے سے حقوق کا اتلاف اور سقوط عمل میں لایا جاتا ہے۔

اسباب تعمیل اقرارات۔

اقرار اور وضع قانون کا مقابلہ۔

اقرارات
- جائز
- ناجائز
  - کالعدم
  - ممکن الانفساخ

اسباب ناجوازی
- ۱۔ ناقابلیت
- ۲۔ بیضابطگی

۳۔ ناجوازی یعنی معاہدے کا خلاف قانون ہونا۔
۴۔ غلطی
۵۔ جبر۔
۶۔ کمی یا فقدان بدل۔

سترھواں باب

ذمہ داری

فصل ۱۲۵ ماہیت و اقسام ذمہ داری

ہر ایک شخص جس سے کسی فعل ناجائز کا ارتکاب ہو وہ اپنے فعل کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے۔ ذمہ داری ایک ایسی زنجیر فرضی ہے جو مرتکب فعل ناجائز کو چارۂ کار حق نالش (یعنی متضرر کے حق نالش) سے جکڑ دیتی ہے اس زنجیر قانون کو محض ایک فرض یا وجوب نہ سمجھنا چاہیئے اس کا تعلق لفظ "لازم" کے اخلاقی اور ذہنی دائرۂ اثر سے نہیں بلکہ اس لفظ کے مادی اور اصلی دائرۂ اثر سے ہے یعنی ارتکاب فعل ناجائز سے مرتکب پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور متضرر کو حق نالش پیدا ہونے سے مرتکب کے ساتھ جو تدارک کیا جاتا ہے وہ از روئے اخلاق نہیں بلکہ از روئے ضرورت و حقیقت لازم قرار دیا گیا ہے۔ اس زنجیر قانون (یعنی ضرورت) کا ماخذ سلطنت کی اعلیٰ ترین مرضی ہے اور سلطنت جب معمولی طریقے سے اپنی افضیلت نہیں منوا سکتی ہے تو اپنی مرضی اور اس افضیلت کے ادعا کو مرتکب فعل ناجائز کی مرضی کے خلاف اپنی قوت جسمانی یعنی جبر سے ثابت کر دکھاتی ہے۔ جو شخص اپنے فرائض اخلاقی کی ادائی میں کوتاہی کرتا ہے اس پر ان فرائض کی تکمیل از روئے ضرورت و حقیقت واجب ہو جاتی ہے اور یہی واجبیت اس کے لیئے اس کی ذمہ داری ہے اور ایسے قاصر کی ذمہ داری کا تعین منجانب قانون ہوتا ہے لہذا مرتکب فعل ناجائز کی ذمہ داری کو قانون کی آخری خواہش (الٹی میٹم) سمجھنا چاہیئے[۱]

---

[۱] ہم نے سابق میں بیان کیا ہے کہ لفظ ذمہ داری (لائیبلیٹی) کا ایک وسیع مفہوم بھی ہے اور

ہمارا مقصد ہے کہ اس باب میں اور اس کے بعد جو دوسرے دو ابواب آئیں گے اُن میں ذمہ داری کے عام نظریے پر غور کریں اس لئے ذمہ داری کے متعلق سب سے پہلے ان مخصوص اور اصلی اصول کی تحقیق کریں گے جن کے ذریعے سے ذمہ داری کا وجود ہوتا ہے اور اس کے نتائج مستنبط کئے جاتے ہیں نیز انھیں اصول کے ذریعے سے ہر ایک فعل ناجائز کی ذمہ داری کا معیار قرار دیا جاتا ہے لیکن ہم اپنی تحقیق میں ان مخصوص قواعد کو نظر انداز کرتے جائیں گے جن کا تعلق مخصوص قسم کے افعال ناجائز (جرائم) سے ہے کیونکہ وہ ہمارے مضمون سے غیر متعلق ہیں۔

ذمہ داری کی دو تقسیمیں کی گئی ہیں۔ پہلی تقسیم کے مطابق اُس کی دو قسمیں دیوانی طرز اور فوجداری طرز کی ذمہ داریاں ہیں اور دوسری تقسیم کے لحاظ سے اُس کے دو انواع ذمہ داری تعزیری Penal اور ذمہ داری چارہ کارانہ Remedial ہیں۔ ہم نے اس کے پہلے کسی ایک باب میں عدل گستری کے متعلق ذمہ داریوں کے اُن اقسام میں جو فرق ہے اُس کو تفصیل سے بیان کیا ہے چنانچہ ناظرین کتاب اس امر سے واقف ہو گئے ہیں کہ دیوانی طرز کی ذمہ داری سے مراد کسی شخص کا دیوانی طرز کی کارروائیوں کی جواب دہی کے لئے ذمہ دار ہونا ہے اور دیوانی کارروائی (یعنی دیوانی دعویٰ) کا اصلی مقصد مدعی کے حق محصلہ کو نافذ کرانا ہے۔ اس کے برعکس فوجداری ذمہ داری سے مراد فوجداری کارروائیوں کی ذمہ داری ہے اور اس طرز کی کارروائی کا مفہوم ایسا فوجداری دعوےٰ ہے جس کا اصلی مقصد مدعی علیہ کو جس سے کسی جرم کا ارتکاب ہوا ہو سزا دلوانا ہوتا ہے۔[1]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اسکے لحاظ سے ذمہ داری کے معنی نہ صرف حق دعویٰ دیوانی یا حق نالش فوجداری ہیں بلکہ ہر ایک اختیار یا آزادیٔ قانونی کی ضد بھی ہیں یعنی اس وسیع مفہوم کے لحاظ سے ذمہ داری ضد یا جواب ہے اختیار یا آزادیٔ قانون کا۔

[1] کتاب ہٰذا کی فصل ۲۷ ملاحظہ طلب ہے۔

ہم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اکثر اوقات قانون مجرم کو راست سزا دینے کے عوض ایک جدید حق کو پیدا کرکے اور اُس کے متعلق ایک جدید فرض مجرم پر عائد کرکے اُس حق کی تعمیل مجرم کے خلاف کراتا ہے مثلاً جن صورتوں میں مدعی علیہ کو تاوان یا ہرجہ ادا کرنا پڑتا ہے ان اشکال میں اس طرح کے دعوی دیوانی کی غرض ظاہراً اس حق مکافاتی کی تعمیل کرانی ہے جس کو مجدداً قانون نے پیدا کیا ہے حالانکہ اس دعوے کی غایت باطنی یا غرض بالواسطہ مدعی علیہ کو اس جرم کے لیے سزا دینا ہے جو اس جدید حق کا ماخذ ہے لہٰذا دوسری تقسیم کے متعلق ذمہ داری تعزیری اور ذمہ داری چارۂ کارانہ میں فرق کرنا نہایت ضروری اور مفید ہے پہلی قسم کی ذمہ داری وہ ہے جس میں قانون کی غرض خواہ وہ بلاواسطہ ہو کہ بالواسطہ مرتکب فعل ناجائز کو سزا دینی ہوتی ہے اور دوسری قسم کی ذمہ داری اُس ذمہ داری کو کہتے ہیں جس میں قانون کی اس طرح کی غرض نہیں ہوتی بلکہ اُس کا اصل مقصد مدعی کے حق کو نافذ کرانا ہوتا ہے اور اس ذمہ داری سے سزا دہی کا خیال بالکل غیر متعلق سمجھا جاتا ہے مثلاً ادائی قرضہ کی نسبت مقروض کی جو ذمہ داری ہے وہ چارۂ کارانہ ذمہ داری ہے اور توہین تحریری Libel کے شائع کرنے والے کے قید کئے جانے کے متعلق یا شخص ضرر رسیدہ کو ہرجہ ادا کرنے کی جو ذمہ داری ہے وہ تعزیری ذمہ داری ہے۔ ہر ایک قسم کی فوجداری ذمہ داری تعزیری ذمہ داری ہے اور برخلاف اس کے دیوانی طرز کی ذمہ داریوں میں بعض ذمہ داریاں تعزیری ہیں اور بعض چارۂ کارانہ[1]

فصل ۱۲۶ نظریہ متعلق ذمہ داری چارۂ کارانہ

جس نظریے پر ذمہ داری چارۂ کارانہ مبنی ہے وہ چنداں دشوار نہیں ہے بلکہ اس نظریے کا ایک عام اصول کے طور پر سپرد قلم کرنا ممکن ہے اور وہ یہ ہے کہ جب قانون کسی امر کو ایک فرض قرار دیتا ہے تو اُس کی تعمیل مختص کرانا بھی قانون کو

[1] کتاب ہذا کی فصل ۴۴ ملاحظہ طلب ہے۔

لازم ہے۔ ذمہ داری چارۂ کارانہ کا وجود اُسی وقت ہوتا ہے جبکہ مدعی علیہ کے ذمے کسی فرض قانونی کی بجا آوری ہو اور اُس نے اُس کی تعمیل نہ کی ہو۔ جب کسی قاعدۂ قانونی کی رو سے کسی کام کا کرنا ایک شخص کے ذمے ہو اور وہ شخص اُس فعل کو انجام نہ دے تو منجانب قانون اُس فعل کی انجام دہی کے لیئے اُس شخص کا مجبور کیا جانا لازم ہے۔ قانون میں لفظ لازم یا فرض کے اخلاقی اور ذہنی مفہوم پر نہیں بلکہ اُس کے اصلی اور مادی مفہوم پر عمل کیا جاتا ہے اور اس لیئے جس شخص پر کسی فعل کا اخلاقاً کرنا لازم ہے قانون میں اسی فعل کا کرنا اُس کے لیئے ناگزیر ہو جاتا ہے اور اگر وہ اُسکی بجا آوری میں قاصر ہے تو قانون بجبر اُس سے اُس کی تعمیل کراتا ہے اس لیئے قانون میں فرض اور ذمہ داری چارۂ کارانہ کا بالعموم ایک ہی مفہوم ہے اور یہ دونوں الفاظ متحد الوجود ہیں لیکن اس پر بھی اس عام اصول کے حسب ذیل چند مستثنیات ہیں:۔

۱۔ اولاً یہ کہ بعض فرائض ناقص الوجود ہیں یعنی ایسے فرائض جن کی خلاف ورزی کے سبب سے کسی قسم کا حق دعویٰ نہیں پیدا ہوتا اور اُن کی خلاف ورزی سے مرتکب پر کسی قسم کی ذمہ داری خواہ دیوانی طرز کی ہو کہ فوجداری خواہ تعزیری ہو کہ چارۂ کارانہ عائد نہیں ہوتی۔ مثلاً ایسے دیون جن پر تمادی عارض ہو گئی ہے یا تاج انگلستان کے ذمے جو قرضہ ہو فرائض ناقص الوجود ہیں۔ اگرچہ اس قسم کا قرضہ قانونی دین ہے لیکن اس کی ادائی کے متعلق کسی قانونی کارروائی[1] کے ذریعے سے مدیون مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ ثانیاً یہ کہ اکثر فرائض کی ماہیت کچھ اس قسم کی ہے کہ جب ایک مرتبہ شخص ذمہ دار سے ان کے متعلق خلاف ورزی ہو جائے تو پھر اُن کی تعمیل ممکن نہیں ہو سکتی۔ مثلاً جب کسی توہین تحریری کی اشاعت ہو جائے یا کسی شخص سے حملۂ مجرمانہ کا ارتکاب ہو تو توہین کا اشاعت کرنے والا اپنے فرض کو ادا کرنے

[1] کتاب ہذا کی فصل ۸، ملاحظہ طلب ہے۔

اور حملۂ مجرمانہ کا مرتکب اپنے فعل سے مجتنب ہونے کے لیئے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیئے اس قسم کے افعال ناجائز کو جرائم عارضی (Tran sitory) کا لقب دیا گیا ہے اور جب ایک مرتبہ ان میں سے کسی ایک فعل ناجائز کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو پھر اُس کا انسداد ممکن نہیں ہوتا۔ مگر بعض ایسے فرائض ہیں جو قائم اور جاری رہتے ہیں۔ دین کا ادا نہ ہونا امر باعث تکلیف (عام یا خاص) کا ارتکاب یا غیر شخص کے مال یا جائداد کو روک رکھنا ان فرائض کی مثالیں ہیں ایسی صورتوں میں خلاف ورزی ہونے کے باوجود شخص ذمہ دار سے اس فرض کی تعمیل مختص کرائی جا سکتی ہے کیونکہ ان فرائض کی ماہیت ہی کچھ ایسی ہوتی ہے کہ اُن کی ایک دو مرتبہ کی خلاف ورزی کے اثر سے اُن کے قیام اور اجرا میں فرق نہیں آنے پاتا۔

۳۔ ثالثاً یہ کہ ہر چند بعض فرائض کی تعمیل مختص کرنا ممکن ہے تاہم اُن کی خلاف ورزی کی صورت میں یا تو صرف قانون فوجداری کے ذریعے سے کام لیا جاتا ہے یا قانون اُن کے بجائے کسی دوسرے فرضی مکافاتی کو قائم کر کے خلاف ورزی کرنے والے سے اس فرض کی بجا آوری میں تاوان رقمی دلاتا ہے مثلاً معاہدے کی مخصوص صورتوں میں اُس کی تعمیل مختص کی جاتی ہے ورنہ خلاف ورزی معاہدہ کا چارہ کار عموماً تاوان یا ہرجے کا پانا ہے۔

فصل ۱۲۷ نظریہ متعلق ذمہ داری تعزیری

اب ہم اپنی تحقیق کے اصل مضمون سے بحث کرنا چاہتے ہیں اور اصل مضمون سے ہماری مراد ذمہ داری تعزیری کے عام اصول ہیں۔ اب ہم کو قانون کے اس نظریے پر غور کرنا ہے جس کا تعلق سزا سے ہے۔ اس نظریے کا اطلاق قانون فوجداری پر کیا جاتا ہے اور نیز قانون دیوانی کے وہ حصے اس کے تابع ہیں جن سے اور جن پر خیال سزا متعلق اور موثر ہے ہم نے اس سے پہلے سابق کے کسی ایک باب میں اغراض سزا کو بیان کیا ہے ناظرین اس امر سے واقف ہیں کہ سزا دینے کی چار ضرورتیں اور اغراض ہیں یعنی لوگوں میں عبرت کا پیدا کرنا، جرائم کا انسداد اور

مجرمین کی اصلاح نیز اُس ضرر اور نقصان کا انتقام لینا جو ضرر رسیدہ کو پہنچتا ہے۔
ان اغراض میں کی پہلی غرض سب سے زیادہ اہم ہے اور یہی ایک مخصوص غرض ہے جس کے واسطے معدلت فوجداری کی ایجاد ہوئی ہے باقی تین اغراض چنداں ضروری نہیں ہیں بلکہ اُن کو اغراض ثانوی سمجھنا چاہیئے۔ لہذا ہم بھی اپنی تحقیق موجودہ میں اپنی تمام توجہ سزائے عبرتناک کے متعلق منعطف رکھیں گے۔ ہم نے اس تفتیش کو تین حصوں پر منقسم کیا ہے۔ (۱) پہلے حصے کا شرائط سے (۲) دوسرے حصے کا اثر اور نتیجے سے (۳) تیسرے حصے کا ذمہ داری تعزیری کی مقدار سے تعلق ہے۔

ذمہ داری تعزیری کے متعلق جو عام شرائط ہیں اُن کا نہایت صحت اور اختصار و خوبی کے ساتھ اس قانونی مقولے میں جس کو زبان لاطینی کا جامہ پہنایا گیا ہے اظہار کیا گیا ہے کوئی فعل بذات خود جرم نہیں ہے جبتک کہ اس میں کسی قلب مجرمانہ کی شرکت نہ ہو۔ یعنی کسی شخص پر ذمہ داری تعزیری عائد کرنے کی پہلی دو شرطوں کی تعمیل و تکمیل کا ہونا لازمی ہے اور ان کے لیے بنظر سہولت دو اصطلاحیں مقرر کی گئی ہیں اور اُن کو مادّی اور صوری شرائط ذمہ داری کہتے ہیں۔ شخص ذمہ دار سے یا اُس شخص سے جو اپنے فعل کے لیئے ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے کسی فعل کا صادر ہونا شرط مادّی ہے۔ ہر ایک شخص صرف اُس کام یا فعل کا ذمہ دار ہے جس کو وہ خود کرتا ہے لیکن وہ دوسروں کے افعال کے لیئے ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا اور وہ اُن واقعات کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا جو قوت و امکان بشری سے خارج ہیں۔ اس کے برعکس شرط ضروری کا تعلق اس قلب مجرمانہ (ارادۂ فاسد یا مجرمانہ) سے ہے جس سے انسان کوئی فعل کرتا ہے۔ اگرچہ بعض افعال منتج بہ ضرر ہونے کی وجہ سے قانون میں ممنوع قرار دیئے گئے ہیں لیکن کسی شخص کو سزا دینے کیلئے جب تک قانون میں اُس کی حالت قلبی (نیت کے نیک و بد ہونے) کی تحقیق نہ کر لی جائے محض اُس سے کسی فعل ناجائز کا سرزد ہونا کافی نہیں ہے۔ قانون اُسی شخص کو سزا دیتا ہے جو نیت مجرمانہ کے ساتھ فعل ناجائز کا مرتکب

ہوتا ہے اور یہی قانون کا انصاف ہے بسا اوقات انسان سے ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں جو نتیجتہً اور بظاہر افعال ناجائز (یا جرائم) معلوم ہوتے ہیں لیکن انکے فاعل کی نیت اور مرضی غیر مجرمانہ ہوتی ہے۔

ناظرین کو کچھ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ قلب مجرمانہ کا مرتکب فعل کی دو مخصوص قلبی حالتوں سے تعلق ہے ایک حالت کو نیت (ارادہ) اور دوسرے کو غفلت کہتے ہیں۔ ہر ایک شخص اپنے افعال ناجائز کے لیئے عموماً اُسی صورت میں تعزیراً ذمہ دار ہوتا ہے جبکہ وہ ان ناجائز افعال کو ارادتاً یا غفلت کے ساتھ کرتا ہے۔ پس انھیں دو حالتوں میں سے کسی ایک حالت میں مرتکب کے فعل کے ساتھ قلب مجرمانہ (نیت فاسد و بد) کی شرکت ہوتی ہے اور صرف انہی دو حالتوں میں ذمہ داری کی دو شرطوں اصلی (مادی) اور صوری (ظاہری) کا ایک ہی وقت میں وجود ہوتا ہے اور صرف ایسی ہی حالت میں سزا کا دیا جانا منصفانہ ہو سکتا ہے کیونکہ جو سزا ان شرائط کی تکمیل کے بعد دی جاتی ہے وہ موثر ہو سکتی ہے۔ ناگزیر غلطی یا حادثے کے لیئے کسی شخص پر تعزیری ذمہ داری عائد نہیں کی جا سکتی کیونکہ ایسی صورت میں مرتکب کی جس سے غلطی یا حادثے کا ارتکاب منسوب کیا جاتا ہے نیت مجرمانہ اور غفلت مستلزم سزا کا وجود نہیں ہو سکتا۔ لہذا حادثۂ ناگہانی اور اور غلطئ ناگزیر کا ذمہ داری تعزیری کی عام مستثنیات میں شمار کیا جاتا ہے چنانچہ رومانیوں کا مقولہ تھا کہ اگر ایک شخص دوسرے شخص کو ارادتاً نہیں بلکہ حادثتاً یا غفلتاً (بطور حادثہ یا غفلت کے) نقصان پہنچائے (تو ضرر رساں پر کسی قسم کی ذمہ داری عائد نہیں ہو سکتی) تو پہلا شخص بری الذمہ ہے[1]

ہم ذمہ داری کی ان دو شرائط پر علحدہ علحدہ غور کریں گے اولاً تصور فعل کی اور ثانیاً قلب مجرمانہ کی اس کی دو شکلوں یا قسموں نیت اور غفلت میں تحلیل کی جائے گی[2]

---

[1] گائیس ۳ (شرح سوم) دفعہ ۲۱۱۔

[2] لوگ فلسفۂ اخلاق کے ذریعے سے جرم یا فعل ناجائز کے ظاہری اور اصلی ہونے کے فرق سے

فصل ۱۲۸۔ افعال

منجملہ چند مبہم اصطلاحات کے ایک مبہم اصطلاح فعل کی بھی ہے اور لفظ فعل کے چند ایسے عام معنی ہیں جن کی عمومیت کے مدارج ہیں۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ فعل شرائط ذمہ داری کی ایک ضروری شرط ہے تو ہم اصطلاح فعل کو اُس کے سب سے زیادہ عام مفہوم میں استعمال کرتے ہیں یعنی فعل سے ہماری مراد ایک ایسا واقعہ ہے جو انسان کی مرضی کے تابع ہے اور انسان اس پر اپنی نگرانی رکھتا ہے۔ لیکن یہ سچ ہے کہ فعل کی یہ تعریف کوئی قطعی تعریف نہیں ہے تاہم یہ تعریف اغراض قانون کے لئے مکتفی ہو سکتی ہے۔ انسان کی مرضی (ارادہ) کی کیا ماہیت ہے اور افعال انسانی پر اس کا کہاں تک اختیار ہے۔ ان مسائل سے طلبائے قانون اور قانون پیشہ لوگوں کو کوئی سروکار نہیں ہے اور مقننین کو ان کی نسبت بحث کرنی چاہیئے کیونکہ ان مسائل کا تعلق اصول قانون سے نہیں بلکہ علم روح انسانی یا علم ترکیب اجسام حیوانات سے ہے۔

۱۔ افعال مثبت و منفی (سالمہ)۔ فقرۂ بالا میں فعل کی جو تعریف کی گئی ہے اُس کی رو سے افعال کی چند انواع قرار دی گئی ہیں۔ اپنی پہلی نوع کے لحاظ سے افعال مثبت و منفی یا افعال متعلق بہ ارتکاب و افعال متعلق بہ اجتناب ہیں۔ مرتکب فعل ناجائز سے دو قسم کے افعال ہوا کرتے ہیں فعل ناجائز کے فاعل سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بخوبی واقف ہیں۔ کسی فعل کا اصلی طور پر یا بذات خود بُرا ہونا اُسکی حقیقی ماہیت، اُس کے حالات اور نتائج پر منحصر ہے۔ مثلاً اس میں شک نہیں کہ دیوانہ جو اپنے محافظ کو مار ڈالتا ہے ایک جرم سنگین کا مرتکب ہوتا ہے لیکن اس کا جرم ضابطے کی گرفت سے خارج ہے۔ یہی حالت اس شخص کی ہے جو محض اپنی شدید اور لاعلاج جہالت کی وجہ سے کسی ایسے قاعدے کی خلاف ورزی کرتا ہے جس کا تعلق حق سے ہوتا ہے۔ فعل ناجائز کے اصلی یا مادی ہونے سے مرتکب مستوجب سزا نہیں ہو سکتا بلکہ اُس کے قابل سزا ہونے کے لئے فعل ناجائز کا صوری ہونا یعنی ضابطے کی گرفت میں آنا ضرور ہے۔

دو قسم کے افعال کا ارتکاب ہوا کرتا ہے یعنی وہ ایسے فعل کا مرتکب ہوتا ہے (جس کو نہ کرنا چاہیئے) یا وہ اس فعل کو نہیں کرتا ہے جس کا کرنا اس کو لازم ہے۔ اصطلاح فعل کا زیادہ تر استعمال اُس کے تنگ مفہوم کے لئے کیا جاتا ہے یعنی لفظ فعل محاورے میں افعال مثبت کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے اور اس لحاظ سے فعل ضد سمجھا جاتا ہے حذف یا اجتناب کا اور اجتناب کے معنی اس سے خارج سمجھے جاتے ہیں۔ بہر حال محاورے کے لحاظ سے فعل کا مفہوم جو اسطرح محدود اور مخصوص کر دیا گیا ہے اس سے ادب قانونی میں ایک قسم کی اُلجھن پیدا ہو گئی ہے۔ اگر ہم لفظ فعل کے عام یا جلنسی معنوں کو اختیار کریں تو ہم نہایت آسانی سے اُس کی دو انواع مثبت اور منفی میں فرق کر سکتے ہیں لیکن اگر ہم اس اصطلاح کو افعال متعلق بہ ارتکاب کے لیے مخصوص یا محدود کر دیں تو فعل کی جنس کے لیئے ہمارے پاس کوئی لفظ باقی نہیں رہتا اور ہم کو مجبوراً وہ طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہے جس کے ذریعے سے انواع کا شمار کرنا ممکن ہے لیکن جنس کے لیئے وہی لفظ استعمال کرنا پڑتا ہے جو نوع کے واسطے مقرر کیا گیا ہے لہذا لفظ فعل کو اُس کی ایک نوع کیلئے مخصوص کر دینے سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔

۲۔ افعال ذہنی اور خارجی۔ دوسری تقسیم کے لحاظ سے افعال ذہنی اور خارجی ہیں۔ پہلی قسم کے افعال کا تعلق انسان کے ذہن یعنی دماغ اور دوسری قسم کے افعال کا تعلق انسان کے جسم سے ہے۔ ہر ایک فعل خواہ ذہنی ہو کہ خارجی مثبت یا منفی ہو سکتا ہے کیونکہ اس کا تعلق انسان کی جسمانی حرکت یا سکون یا دماغی حرکت یا سکون سے ہے۔ مثلاً خیال کرنا فعل ذہنی ہے اور گفتگو کرنا یا لکھنا فعل خارجی ہے۔ ایسا ہی علم حساب کے کسی سوال کو ذہن میں حل کرنا انسان کے ذہن یا دماغ کا فعل ہے اور اُسی سوال کو کاغذ پر حل کرنا انسان کے جسم کا فعل ہے۔ ہر ایک خارجی فعل ایسے ایک ذہنی فعل پر مشتمل ہوتا ہے جس کا اُس سے تعلق ہے لیکن اسکا برعکس صحیح نہیں ہے کیونکہ دماغ انسانی کے اکثر ایسے افعال ہیں جن کا انسان کے افعال جسمانی کے ذریعے سے ظہور نہیں ہوتا ہے۔ افعال کی ایک دوسری تقسیم کے متعلق بھی ہم ناظرین کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اصطلاح فعل عموماً افعال خارجی کیلیئے

محدود ہو گئی ہے اور اُس کے محدود کئے جانے سے وہی دشواری پیدا ہوتی ہے جس کا تفصیل سے فقرہ بالا میں ہم نے افعال مثبت و منفی کے امتیاز کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔

۳۔ افعال ارادی اور غیر ارادی۔ اس تیسری تقسیم کے مطابق افعال کے ارادی اور غیر ارادی ہونے میں امتیاز کیا جاسکتا ہے۔ ارادے کی ماہیت وغیرہ کے متعلق ہم تفصیل سے بعد میں بیان کریں گے لیکن اس مقام پر اس قدر کہنا کافی ہے کہ فعل بالقصد یا فعل ارادی اُس فعل کو کہتے ہیں جس کو مرتکب حصول مقصد کی غرض سے اپنے تصمیم ارادہ سے انجام دیتا ہے جو اُس کے ذہن میں ہے۔ بالفاظ دیگر جب مرتکب کو کسی مقصد کا حاصل کرنا منظور رہو اور اُس کے متعلق اُس نے پیش بینی کرلی ہو تو جو فعل وہ اپنی اس خواہش کے پورا کرنے کے لئے اپنے تصمیم ارادہ سے کرتا ہے وہ فعل ارادی کہلاتا ہے اور اُس کے برخلاف جو فعل کسی مقصد کے حصول کے واسطے مرتکب کے تصمیم ارادہ کے بغیر کیا جاتا ہے اُسکو فعل غیر ارادی کہتے ہیں۔

ان دونوں صورتوں میں فعل کا ذہنی یا خارجی اور مثبت یا منفی ہونا ممکن ہے۔ ہر چند اصطلاح حذف کا اکثر اُس کے وسیع مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے اور اس بنا پر اُس کا اطلاق ہر ایک قسم کے فعل منفی پر کیا جاتا ہے اس پر بھی لفظ حذف کا ایک تنگ مفہوم بھی ہے اور اس مفہوم میں صرف ایسے افعال داخل ہیں جو غیر ارادی اور منفی ہیں۔ ان تنگ معنوں کے لحاظ سے حذف ضد سمجھی جاتی ہے ایسے اجتناب کی جو فعل ارادی و منفی ہے۔ مثلاً اگر میں کسی شخص سے ملاقات کرنے کے لئے وقت کا تعین کرلوں اور تعین ملاقات کا خیال میرے ذہن سے فراموش ہو جائے اور میں شخص ملاقی کا انتظار نہ کرکے اُس کو اپنی ملاقات سے محروم کردوں تو میرا یہ فعل غیر ارادی اور منفی ہے لیکن اگر تعین ملاقات کا مجھے خیال رہے اور میں اپنے وعدے کو ایفا نہ کرنے کا ارادہ کرلوں تو میرا فعل ارادی اور منفی یعنی متعلق بہ اجتناب ہوگا یا یہ کہ میرا ارادتاً اُس شخص سے نہ ملنا ایک قسم کا اجتناب ہوگا۔

اصطلاح فعل کا استعمال عموماً افعال ارادی کے لیئے محدود کر دیا گیا ہے لیکن لفظ مذکور کو اس طرح محدود کر دینا قانون میں جائز نہیں ہے۔ ارادہ ذمہ داری قانونی کی ایک ضروری شرط نہیں ہے اور اس لیئے وہ اُن افعال کا جن سے اس طرح کی ذمہ داری پیدا ہوتی ہے ایک ضروری عنصر نہیں سمجھا جاتا۔ اگرچہ فعل ایک ایسا واقعہ ہے جو تصمیم ارادہ کے تابع ہے لیکن اس تصمیم اور اختیار کا فی الواقع عمل میں لایا جانا ضروری نہیں ہے۔ مرتکب کے ارادے کا حقیقتاً میں تعین کیا جانا امر لازمی نہیں ہے بلکہ فعل کی ذمہ داری کے متعلق مرتکب کا اپنے ارادے پر اختیار رکھنے کا امکان ہی کافی ہے۔ اگر مرتکب اپنے اس اختیار کو جو اُس کو اُس کے ارادے پر حاصل ہے فی الواقع عمل میں لایا ہو تو فعل جو اس ارادے کا نتیجہ ہے فعل ارادی ہے اور اگر مرتکب کا ارادہ خوابیدہ یعنی ساکن ہے تو اُس کا فعل غیر ارادی ہوتا ہے لیکن ان دونوں صورتوں میں جو واقعہ کہ سرزد ہوتا ہے وہ فعل ہے کیونکہ مرتکب کو خواہ اُس کا فعل ارادی ہو کہ غیر ارادی اپنے ارادے پر اختیار حاصل رہتا ہے اور جب تک اس اختیار کا وجود ہے مرتکب کا فعل خواہ وہ اپنے ارادے سے اسکا ارتکاب کرے یا ارادے کے بغیر فعل کہلاتا ہے۔ مثلاً انسان کی حرکات عضلاتی کو افعال کہتے ہیں اور اُس کے حرکات قلبی پر افعال کا لفظ صادق نہیں آسکتا۔ اسطرح انسان کا اپنے ہاتھ کو حرکت نہ دینا ایک فعل ہے اور انسان کا اپنے کانوں کو حرکت نہ دینا فعل نہیں ہے۔ مراقبہ کرنا یا مراقبے میں جانا فعل ہے لیکن خواب دیکھنا فعل نہیں ہے۔ کسی کام کے نتیجے پر پہنچنے کا اختیار یا قوت جو مجھ کو عطا کی گئی ہے اُس کے سبب سے ہر ایک واقعہ جو میرے ذریعے سے وقوع پذیر ہوتا ہے میرا فعل سمجھا جاتا ہے اور اسی قوت و اختیار کی وجہ سے اس فعل کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔

ہر ایک فعل کے تین حصے یا اجزائے ترکیبی ہوتے ہیں اور اُن کے حسب ذیل نام ہیں۔ (۱) بنائے فعل۔ فاعل کی دماغی یا جسمانی حرکت یا سکون کے سبب سے فعل کی ابتدا یا بنا ہوتی ہے (۲) حالات یا اسباب فعل اور (۳) نتائج فعل۔

فرض کرو کہ میں بندوق سے نشانہ بازی کی مشق کر رہا ہوں اور ایک شخص حادثتاً میری چلائی ہوئی گولی سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ میرے بندوق چلانے کے فعل کے حسب ذیل مخصوص اور اہم اجزا ہیں فعل کی بنا ریا نوبت اول، اس سے مراد ہاتھ کی اعصابی کششوں کا وہ سلسلہ ہے جس کے ذریعے سے بندوق اٹھائی جا کر اُس کا گھوڑا کھینچا جاتا ہے۔ ثانیاً اس فعل کے حالات و اسباب ہیں اور ان میں بندوق کا بار کرنا اور اُس کا ایسی درست حالت میں رہنا اور شخص مہلوک کا گولی کی زد میں آنا سب سے زیادہ مخصوص اور اہم واقعات ہیں۔ ثالثاً اس فعل کے نتائج ہیں ذیل کے واقعات اہم ہیں۔ بندوق کے گھوڑے کا گرنا، بارود میں دھما کا پیدا ہونا گولی کا بندوق کی نالی سے نکلنا اور اس کا مہلوک کے جسم میں داخل ہونا اور داخل ہو کر اپنے نکلنے کے لیئے راستہ بنانا اور ان سب کے بعد مہلوک کی موت کا واقع ہونا ہر ایک فعل کی جس کے لئے کوئی شخص از روئے قانون ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے اسی طرح تحلیل اور تشریح ہو سکتی ہے جس کسی فعل کی قانون میں ممانعت کی جاتی ہے وہ ممانعت اُس کے تینوں اجزائے ترکیبی یعنی بنائے حالات اور نتائج فعل پر موثر ہوتی ہے کیونکہ جب تک مدعی علیہ کی ذہنی یا جسمانی حرکت و سکون کے ذریعے سے کسی فعل کی بنا نہیں ہوتی وہ اُس کا فعل نہیں ہو سکتا اور جب تک اس فعل کے اسباب و نتائج کا ظہور نہیں ہوتا وہ فعل ناجائز نہیں ہو سکتا۔ بنائے فعل پر اُس کے جواز یا عدم جواز کا اثر نہیں ہے۔ انسان کی کوئی حرکت جسمانی بنفسہٖ ناجائز یا خلاف قانون نہیں ہے۔ مثلاً ہر ایک شخص کو اپنی انگلی کو کشش دینے کا اختیار ہے اور اس اختیار سے قانون کو کوئی سروکار نہیں ہے لیکن یہی جائز فعل بعض صورتوں میں جبکہ کوئی شخص ایک بار کردہ (بھرے ہوئے) تفنگچے کے گھوڑے کو کھینچنے کے لیئے اپنی انگلی کو کشش دے تو ناجائز ہو سکتا ہے۔

چونکہ مسلمہ ذمہ داری سے اسباب و نتائج کا متعلق اور غیر متعلق ہونا ممکن ہے اس لیئے اُن کی دو قسمیں قرار دی گئی ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ اسباب و نتائج کے

لامتناہی سلسلے ہو سکتے ہیں لیکن قانون نے محدودے چند واقعات کو فعل کے اہم اور حقیقی اسباب ونتائج قرار دے رکھا ہے اور چند ہی مخصوص اسباب ونتائج فعل ناجائز کے اجزائے ترکیبی سمجھے جاتے ہیں۔ کسی فعل کے سرزد ہونے میں ان چند مخصوص اسباب ونتائج کے سوائے دوسرے جس قدر واقعات درپیش آتے ہیں وہ غیر متعلق خیال کئے جاتے ہیں اور مرتکب کے جرم پر اُن کا کسی قسم سے اثر نہیں پڑ سکتا ہے۔ ہر ایک مخصوص جرم یا یا فعل ناجائز کے لئے قانون نے اپنی مرضی سے چند امور یا واقعات کو متعلق قرار دے رکھا ہے اور اُن کی تعریف بھی اسی نے اپنے الفاظ میں کی ہے مثلاً سرقے میں شب و روز کا لحاظ نہیں کیا جاتا اور ارتکاب جرم کا وقت واقعۂ غیر متعلقہ سمجھا جاتا ہے لیکن نقب زنی بوقت شب میں ارتکاب جرم کا وقت واقعہ متعلقہ اور ضروری خیال کیا جاتا ہے۔

جس طرح کسی واقعے یا مقام کے قدرتی طور پر حدود نہیں ہو سکتے اُسی طرح کوئی فعل بھی اپنی فطرت کی رو سے محدود نہیں ہو سکتا اس لئے ہر ایک فعل کے لئے جو حدود قانون میں قائم کئے گئے ہیں وہ قدرتی نہیں بلکہ مصنوعی ہیں اور موقع ومحل اور مصلحت کے لحاظ سے اُن کا تعین کیا گیا ہے اور ایسا ہی ہر ایک جرم اور اُس کے حالات ارتکاب کے لحاظ سے اُس کے اسباب ونتائج کا قانون میں تعین ہوا ہے۔ یہ دریافت کرنا کہ فلاں شخص نے کیا کام کیا بالکل یہ دریافت کرنے کے مثل ہے کہ فلاں شخص کہاں رہتا ہے یعنی جس طرح ہر ایک شخص کی سکونت غیر مجرمانہ ہو سکتی ہے اسی طرح اس کا فعل بھی جائز قرار پا سکتا ہے بجز اس کے کہ اس فعل کے اسباب ونتائج قانون میں ناجائز قرار دیئے گئے ہوں۔

بعض اساتذہ نے اصطلاح فعل کو فعل کے اُس جزو کے واسطے مخصوص کر دیا ہے جس کا لقب ہمنے بنائے فعل تجویز کیا ہے اور ان مصنفین کی رائے کے مطابق لفظ فعل انسان کے محض جسمانی حرکات پر صادق آسکتا ہے چنانچہ کسی محقق[۱] نے لکھا ہے

---

[۱] یہی مضمون ہومز کی تصنیف موسومہ قانون غیر موضوعہ کے صفحہ ۹۱ پر درج ہے۔

کہ وہ فعل انسان کی بالارادہ کشش اعصابی ہے اور اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔"
یعنی اس عالم قانون کی رائے میں کسی فعل کے اسباب و نتائج اُس فعل کا جزو نہیں
ہیں بلکہ اس سے بالکل خارج ہیں۔ لیکن ہماری دانست میں مفہوم فعل کو اس طرح
محدود کر دینا نہ صرف از روئے قانون ناجائز اور نامناسب ہے بلکہ معمولی بول چال
کے خلاف و مغائر ہے۔ چنانچہ لوگ (انگریزی زبان میں اور ایسا ہی اردو میں)
ہر ایک فعل کے جس قدر اہم اور ضروری اسباب و نتائج ہیں اُن کو فعل میں داخل
سمجھنے کے عادی ہیں اور لفظ فعل کا اطلاق نہ صرف بنائے فعل یعنی انسان کی
حرکات جسمانی پر کیا جاتا ہے بلکہ اُس کے ضروری اور متعلقہ اسباب و نتائج پر
بھی کیا جاتا ہے چنانچہ قاتل (مرتکب قتل عمد) کا فعل نہ صرف اپنے اعصاب کو
کشش دے کر وہ نتیجہ پیدا کرتا ہے جس سے مقتول کی ہلاکت واقع ہوتی ہے
بلکہ مقتول پر گولی چلانا یا اُس کو زہر دینا بھی قاتل کا فعل ہے۔ ایسا ہی مداخلت بہ زمین غیر
ایک فعل ناجائز (جرم) ہے لیکن اس فعل کی ناجوازی کا سبب زمین کا مالک غیر ہونا
ہے اور جس طرح یہ سبب یا حالت ایک فعل ہے اسی طرح مرتکب مداخلت بیجا کی
وہ تمام حرکات جسمانی جن کے ذریعے سے وہ زمین غیر پر داخل ہوتا ہے فعل
سمجھے جاتے ہیں[1]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ آسٹن کا بھی یہی عقیدہ ہے چنانچہ اصول قانون مولفہ آسٹن صفحہ ۴۱۹
پر لکھا ہے کہ "وہ انسان کے دل میں کسی فعل کی خواہش پیدا ہوتے ہی جن جسمانی حرکات کا اُس کی
انجام دہی کے لئے ظہور ہوتا ہے وہ انسان کے افعال ہیں اور فعل کا صحیح مفہوم اور مصداق بھی یہی
ہے، عرف میں بھی آدمی کی حرکت جسمانی کو فعل کہتے ہیں۔"

[1] انگریزی ادب قانونی کی بدقسمتی ہے کہ فعل کی بنا یا نوبت اول کے واسطے اس زبان میں
کوئی مخصوص لفظ نہیں ہے، فعل میں اس کے تینوں اجزائے ترکیبی شامل ہیں اور ایک ہی اصطلاح
ان تینوں کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ عموماً فعل سے مراد وہ مرکب فعل ہے جو اپنے تین اجزا سے
مل کر بنتا ہے لہذا زبان میں کوئی ایسا لفظ ہونا چاہیئے تھا جو فعل کی نوبت اول کے لئے مخصوص کیا
جاسکتا اور اس کی ضد موجود ہ (مرکب) فعل کے لئے ایکٹ (Act) اور مرکب فعل کے لئے

اس مقام پر یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اگرچہ ہر ایک فعل میں اُس کے تمام نتائج شامل نہیں بلکہ چند مخصوص نتیجے شامل ہو سکتے ہیں یعنی لفظ فعل کا اطلاق اُسکے کل نتائج پر نہیں بلکہ بعض اہم نتیجوں پر کیا جا سکتا ہے اور یہ ایسے نتائج ہیں جو اس فعل سے راست اور بلا واسطہ پیدا ہوتے ہیں لیکن نتائج فعل کی بلا واسطہ یا بالواسطہ اور بعید یا قریب تقسیم قرار دینے اور انمیں اسطرح سے فرق کرنیسے انسان کو اُسکی معلومات قانونی کے متعلق کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ نتائج فعل میں عبث فرق مدارج کا ایک لامتناہی سلسلہ پیدا کرتا ہے۔ علاوہ بریں اس قسم کا اختلاف اور فرق کسی منطقی تعریف کی بنیاد نہیں ہو سکتا۔ فعل اور اسکے نتائج میں جو فرق ہے کسی شے کے کرنے میں اور کسی کا باعث ہونے یعنی نتیجہ کے پیدا کرنے میں جو فرق ہے وہ محض زبانی ہے یعنی کہنے میں انسان اس قسم کا فرق کر سکتا ہے اور لوگ اس قسم کی بول چال کے عادی ہو گئے ہیں حقیقت میں کسی علمی تشریح کے ذریعے سے نتائج فعل اور اُن کے تصورات میں اس طرح کی تفریق نہیں کی گئی ہے چنانچہ منطق کی رو سے اس فعل میں جس کے ذریعے سے ایک آدمی ہلاک کیا جاتا ہے اور اس کام کے کرنے میں (خواہ وہ کتنا ہی بعید کیوں نہ ہو) اُسی شخص کی موت واقع ہوتی ہو کسی قسم کا فرق نہیں ہے[۱]

فصل ۱۲۹ افعال ناجائز کی دو قسمیں ہیں

ہر ایک ناجائز فعل ایک ایسا فعل ہے جس کے متعلق قانون میں خیال کیا جاتا ہے کہ اس سے ضرر یا نقصان پہنچتا ہے یعنی ایسا فعل جس کے نتائج کو قانون میں مضرت بخش یا نقصان رساں قرار دیا گیا ہے۔ بہر حال اس قسم کے نتائج کی دو قسمیں ہیں یعنی نتائج واقعی اور ایسے نتائج جن کا پہلے سے اندازہ کیا جا سکتا ہو یا الفاظ دیگر

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ایکشن (Action) کے الفاظ تجویز کئے تھے لیکن زمانے نے اُن کو اختیار نہیں کیا ملاحظہ ہو اصول (مولفہ بینتھم) باب ۸ فصل ۲۔ تصنیفات بینتھم جلد ۱ صفحہ ۴۰۔ بہر حال یہ دونوں الفاظ روزمرہ میں مرادف ہیں اور اگر ان مخصوص معنوں میں استعمال کیا جائے تو الفاظ میں خلط ملط ہو جائے گا۔

[۱] دیکھو تالیف سامنڈ متعلق قانون ٹارٹ صفحہ ۱۴۸ طبع چہارم۔

فعل کے مضرت رساں ہونے کے دو وجوہ اور طریقے ہیں نتائج واقعی اور ایسے نتائج کے لحاظ سے جن کے ظہور پذیر ہونے کی انسان رائے قائم کرسکتا ہو فعل نقصان رساں قرار پاتا ہے اور اس بنا پر ان افعال کی جو از روئے قانون ناجائز قرار دیئے گئے ہیں دو قسمیں ٹھہرائی گئی ہیں۔ پہلی قسم کے افعال جو قانونًا ناجائز ہیں وہ ہیں جن میں فعل محض اس وجہ سے ناجائز سمجھا جاتا ہے کہ جو ضرر اس فعل سے منتج ہوتا ہے اُس کی تکمیل ہوجاتی ہے اور دوسری قسم کے افعال جو قانونًا ناجائز ہیں ایسے افعال ہیں جن کے ارتکاب کی وجہ سے مخلوق خدا کو ضرر اور نقصان پہنچنے کا سخت احتمال ہوتا ہے بلالحاظ نتائج قانون میں اس قسم کے افعال ناجائز قرار دیئے گئے ہیں چنانچہ اسی بنا پر پہلی صورت میں جب تک منجانب ضرر رسیدہ نقصان یا ضرر واقعی کا ثبوت نہ دیا جائے فعل مرتکب ناجائز نہیں سمجھا جاتا اور نہ ضرر رسیدہ کو حق نالش پیدا ہوتا ہے۔ برعکس اسکے دوسری قسم کے مقدمات میں محض فعل ناجائز کا ثابت کرنا ہی کافی ہے گو کہ مدعی کو اُس سے کسی قسم کا ضرر واقعی کیوں نہ پہنچا ہو،

مثلاً اگر (الف) اپنے معاہدے میں (ب) کے ساتھ خلاف ورزی کرے تو (ب) کو اپنے اُن معقول توقعات کی محرومی کی نسبت جو اس معاہدے سے وابستہ تھیں یا اس عدم ایفائے عہد سے اُس کو کیا واقعی نقصان پہنچا ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ قانون اس امر سے واقف ہے کہ معاہدے کی خلاف ورزی ایک ایسا فعل ہے جس سے دوسرے فریق کو نقصان پہنچنے کا قوی احتمال ہے اور اس لئے قانون میں عہد شکنی یا خلاف ورزی معاہدہ ضرر واقعی پہنچنے کے بلالحاظ ناجائز سمجھا جاتا ہے۔ اگر اس خلاف ورزی سے فی الواقع (ب) کو کسی قسم کا نقصان پہنچا ہے تو ہرجے کی مقدار قرار دینے میں وہ ایک قسم کا معیار سمجھا جاتا ہے یعنی اس حقیقی نقصان کے مطابق عدالت (ب) کو ہرجہ دلاتی ہے مگر اس کی وجہ سے (ب) کو حق نالش نہیں پیدا ہوتا۔ علی ہذا اگر میں غیر کے ملکیت پر سے چلنا شروع کردوں یا اُس کے خلاف توہین تحریری کی اشاعت کردوں تو میں اپنے اُن افعال کا ذمہ دار ہوں بلالحاظ اس امر کے کہ غیر کو میرے ان افعال سے حقیقت میں کوئی نقصان

پہنچا ہو کہ نہیں کیونکہ مداخلت بیجا اور توہین تحریری ایسے افعال ہیں جو اُن کے نتائج کے لحاظ سے نہیں بلکہ اُن کی بدی کی طرف مائل ہونے کے سبب سے ناجائز قرار دیئے گئے ہیں۔ اس کے برخلاف صورت ثانیہ میں بنائے دعویٰ یا حق نالش کے واسطے فعل ناجائز سے ضرر واقعی کا پیدا ہونا ضرور ہے۔ مثلاً توہین لسانی کے متعلق جب تک مدعی اُس سے اپنا کسی قسم کا نقصان نہ ثابت کرے اُسکو حق نالش نہیں پیدا ہوتا حالانکہ توہین تحریری بذات خود قابل ارجاع نالش ہے۔ ایسا ہی اگر میں اپنی گاڑی کے ہانکنے میں غفلت کروں اور گھوڑے کو سرپٹ ڈالوں جس سے دیگر راہ روؤں کو میری گاڑی یا گھوڑے کے نیچے آنے کا اندیشہ ہو تو جب تک کہ کوئی حادثہ فی الواقع نہ پیش آئے مجھ پر غفلت سے گاڑی ہانکنے کا الزام نہیں عائد ہو سکتا اور میرے اس فعل سے جو دوسروں کو ضرر پہنچنے کا قوی احتمال اور خطرہ ہے محض اُس کی بناء پر مجھ پر کسی قسم کی ذمہ داری عائد نہیں ہو سکتی۔

افعال ناجائز کے جو دو اصناف قرار دیئے گئے ہیں یعنی ایک صنف کے ایسے افعال ناجائز ہیں جن کی ناجوازی کے لئے مدعی کو ضرر واقعی کا ثابت کرنا ضرور ہے اور دوسری صنف کے ایسے ناجائز افعال ہیں جن کی ناجوازی کیواسطے نقصان واقعی کے ثبوت کی ضرورت نہیں ہے اس فرق کے لحاظ سے ایک امر قابل غور ہے وہ یہ کہ فوجداری طرز کے افعال ناجائز (جرائم) کا تعلق عموماً دوسری صنف کے افعال ناجائز سے ہے۔ مدعی کے محض کسی ایسے فعل کو جس سے اُس کو مضرت یا خطرے کے پہنچنے کا قانون میں احتمال ہو سکتا ہو ثابت کرنا مدعا علیہ پر ذمہ داری مجرمانہ عائد کرنے کے لئے بخوبی کافی ہے اور فعل منسوبہ سے مدعی کو نقصان واقعی پہنچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ قانون فوجداری میں ارتکاب جرائم کے متعلق ذیل کے قاعدے یا الفاظ میں ممانعت کی گئی ہے " اگر تم یہ کام کروگے (اگر تم سے اس طرح کا فعل سرزد ہو) تو ہر ایک صورت میں اُس کی ذمہ داری تم پر عائد ہوگی "۔ لیکن ممانعت متذکرہ کا ذیل کے قاعدے اور الفاظ میں اظہار نہیں کیا گیا ہے " اگر تم سے یہ فعل سرزد ہو تو صرف اُس سے کسی کو نقصان پہنچنے کی صورت میں تم اُس کی نسبت ذمہ دار قرار پاؤگے "۔ مثلاً ایسے اقدام جرم کے لئے جس کی

پیش رفت میں ملزم کو ناکامی ہو وہ اسی طرح ذمہ دار ہے جس طرح تکمیل جرم سے اُس پر ذمہ داری مجرمانہ عائد ہوتی ہے لیکن یہ مقولہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ بعض صورتوں میں مثل دیوانی طرز کی ذمہ داری کے مرتکب جرم پر فوجداری طرز کی ذمہ داری نتیجۂ فعل مجرمانہ کے واقع ہونے کے بغیر نہیں عائد ہوتی ہے۔ مثلاً اگر بندوق یا تفنچہ کے چلانے میں مجھ سے غفلت ہو جائے اور اُس کی وجہ سے کسی شخص کی ہلاکت واقع ہو تو مجھ پر قتل انسان کے جرم کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے لیکن اگر خوش قسمتی سے میری غفلت کسی مکمل ضرر پر منتج (یعنی ضرر رسیدہ کی ہلاکت واقع) نہ ہو تو میں اپنی غفلت کے لیئے کسی طرح سے ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔

لیکن دیوانی طرز کی ذمہ داری کے متعلق ایک عام اصول کا بیان کرنا جیساکہ فوجداری طرز کی ذمہ داری کے لیئے قائم کیا گیا ہے ممکن نہیں ہے۔ پہلی قسم کی ذمہ داری کے متعلق بعض صورتوں میں ضرر واقعی کا ثابت کیا جانا لازم ہے اور بعض صورتوں میں اس طرح کے نقصان کے ثبوت کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ بہر حال دیوانی طرز کی ذمہ داری میں ضرر واقعی کے ثبوت اور عدم ثبوت کا تعلق قانون اور ضابطے سے ہے علم اور نظریۂ قانون کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ یہ امر بھی غور طلب ہے کہ بعض دیوانی نالشات میں از روئے ضابطہ ضرر واقعی کے ثابت کرنے کی جو ضرورت بتلائی گئی ہے اُس کی وجہ سے معدلت دیوانی میں ایک قسم کی نیرنگی اور غیر استقلال پایا جاتا ہے اور ان عیوب سے معدلت فوجداری بالعموم مبرا ہے۔ فوجداری طرز کی ذمہ داری میں مرتکب فعل کا ذمہ دار قرار پانا یا نہ پانا اُس کے فعل اور اُن نتائج پذیر منحصر ہے جن کے پیدا ہونے کا قانون میں قوی احتمال ہو مگر دیوانی طرز کی ذمہ داری میں مرتکب فعل کی ذمہ داری فعل کے نتیجۂ واقعی پر منحصر ہوتی ہے۔ مثلاً اگر میں کسی ناجائز غرض کی تکمیل کے لیئے اقدام کروں تو خواہ میں اپنے اقدام میں کامیاب ہوں یا نہ ہوں مجھ پر میرے فعل مجرمانہ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے لیکن قانون دیوانی کی رو سے اسی فعل کے لیئے میں صرف اُس حالت میں ذمہ دار ہو سکتا ہوں جب کہ میرے فعل کا کوئی حقیقی نتیجہ ظاہر ہو ورنہ نتیجہ برآمد ہونے کے بغیر میں اپنے فعل کے لیئے ذمہ دار قرار نہیں پا سکتا۔ اقدام جرم کی ناکامی مجرم کی بے گناہی سمجھی جاتی ہے۔ اس حکم کے بجائے کہ

"اگر تم اس فعل کے مرتکب ہو گئے تو تم کو اُس کی جواب دہی کرنی ہو گی"۔ اکثر قانون دیوانی میں اس طرح کا حکم پایا جاتا ہے کہ "اگر تم چاہو تو اس فعل کا ارتکاب کر سکتے ہو لیکن یاد رہے کہ اس کا خسارہ تم ہی کو اٹھانا پڑے گا اور اگر تمہارے فعل سے مضرت بخش نتائج کا ظہور ہو تو اُس کے ذمہ دار تم ہی قرار دیئے جاؤ گے"۔

فصل نمبر ۱۳۰ ضرر جو ناجائز یا خلاف قانون نہیں ہے

اگرچہ از روئے حقیقت اور ضرر جائز نظریہ قانونی کے لحاظ سے جس قدر مضرت بخش افعال ہیں وہ تمام ناجائز اور خلاف قانون افعال سمجھے جاتے ہیں لیکن اس کا عکس صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ بعض صورتوں میں ایک شخص دوسرے کو ارادتاً اور دیدہ دانستہ نقصان پہنچاتا ہے لیکن نہ تو قانون میں اس طرح کے ضرر کی ممانعت کی گئی ہے اور نہ ضرر رساں کو اپنے فعل کے لئے جوابدہی کرنے کی ضرورت ہے۔ چونکہ اس قسم کے ضرر میں ان اہم شرائط کی تکمیل نہیں ہوتی جن سے مرتکب فعل پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے اسلیئے ایسے ضرر کو (Damnum Sine injuria ضرر جو ناجائز یا خلاف قانون نہ ہو یعنی ضرر جائز) کہتے ہیں۔ اس میں لفظ injuria اپنے جدید اور غلط مفہوم میں نہیں قدیم اور صحیح معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس لحاظ سے اس کے معنی injus یعنی خلاف قانون ہیں۔

جن اشکال پر ضرر جائز کا اطلاق کیا جاتا ہے اُن کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم میں ایسی صورتیں داخل ہیں جن میں ایک شخص کو ضرر یا نقصان پہنچنے سے تمام سوسائٹی یعنی اُس سلطنت یا ریاست کو جس میں متضرر رہتا ہے نفع ہوتا ہے۔ اس قانونی خیال سے غالباً ناظرین کتاب واقف ہوں گے کہ ایسے فعل ناجائز جس سے سلطنت کے کسی ایک باشندے یا سوسائٹی کے کسی ایک منفرد رکن کو ضرر پہنچتا ہے اس لیئے جرم سمجھا جاتا ہے کہ اس ضرر سے صرف متضرر نہیں بلکہ تمام باشندگان سلطنت یا تمام ارکان سوسائٹی متاثر ہوتے ہیں اور اس جرم کا ارتکاب ایک شخص کے مقابلے میں نہیں بلکہ تمام سوسائٹی یا سلطنت کے مقابلے میں سمجھا جاتا ہے۔ اس کے برعکس جس فعل ناجائز کا اثر اور ضرر منفرد ضرر رسیدہ اشخاص تک محدود رہتا ہے اس کو

ضرر جائز کہتے ہیں۔ مثلاً یہ ایک صاف بات ہے کہ تجارت میں جو اہل پیشہ ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں اس سے اکثر تاجروں کو نقصان پہنچتا اور بہت سوں کی تجارت برباد ہو جاتی ہے لیکن سوسائٹی یا سلطنت کو مقابلہ تجارتی سے جو عام نفع حاصل ہوتا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ تاجروں کے مقابلہ باہمی سے ایک دوسرے کو ضرور نقصان پہنچتا ہے لیکن یہ نقصان اور ضرر خلاف قانون نہیں ہے۔ اسی طرح سے ایک مالک اپنی زمین پر بعض ایسی تعمیر و ترمیم کے کام کر سکتا ہے جن سے اُن لوگوں کی اغراض و مقاصد کو جن کی زمینیں اُس کی زمین سے متصل واقع ہوتی ہیں نقصان پہنچتا ہے لیکن اس قسم کا نقصان جائز سمجھا جاتا ہے۔ ہم اس مقام پر تمثیلاً اس قسم کی چند اشکال بیان کرتے ہیں۔ ایک شخص اپنی زمین پر اس طرح گڑھا بنا سکتا ہے جس سے اس کے متصل دوسرے اشخاص کے مکانوں کو جو پہلوئی مدد ملتی تھی زائل ہو جاتی ہے، اپنے مکان کی دیوار کو بلند کر کے ایک شخص اُس راستے کو مسدود کر سکتا ہے جس سے اُس کے پڑوسیوں کے مکانوں کو روشنی اور ہوا پہنچتی ہے علیٰ ہٰذا القیاس ایک شخص کا اپنے کنویں کو زیادہ گہرا کھود کر اس پانی کے رخ کو بدل دینا اور اپنے کنویں میں جمع کرنا ممکن ہے جو اُس کے پڑوسیوں کے کنویں یا چاہ میں جمع ہوتا ہے۔ بہرحال اس میں شک نہیں کہ اس قسم کے امور منفرد اشخاص کے حق میں مضر ہوتے ہیں لیکن پبلک کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے اور اس اصول کی بنا پر کہ ہر ایک شخص کو اپنی مرضی کے موافق اپنی شے کے ساتھ مسلوک ہونے کی اجازت ملنی چاہیئے ان امور کو جائز رکھا گیا ہے۔

ضرر جائز کی دوسری قسم میں ایسی اشکال داخل ہیں جن سے گو بظاہر تمام باشندگان سلطنت یا کل قوم کو ضرر پہنچتا ہو لیکن جرم کے نہایت خفیف ہونے یا اس کے ثابت کرنے کی دشواری کے لحاظ سے یا کسی اور وجہ سے حکومت نے اس قسم کے ضرر کا قانون کے ذریعے سے انسداد کرنا مناسب نہیں سمجھا ہے۔ اگر اس قسم کے ضرر کو کسی مرض سے تشبیہ دی جائے تو یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ مرض کا علاج قانون نہیں ہے بلکہ اس علاج سے مرض میں زیادتی ہونے کا

اندیشہ ہے۔

فصل ۱۳۱ مقام اور وقت فعل

ہر چند ارتکاب فعل کے لیے کسی مقام کا معین کیا جانا ایک لازمی امر نہیں ہے تاہم عدالتوں کے حدود ارضی کے لحاظ سے ارتکاب فعل کے مقام کا مشخص ہونا ضروری اور اہم ہے۔ اصول قانون کی رو سے مقام فعل کے متعلق جو علمی تحقیق کی جاتی ہے گو اس میں زیادہ دشواری نہیں ہے لیکن اس کی بابت دو ایسی صورتیں پیش آتی ہیں جن پر ناظرین کو خاص طور سے توجہ دلانا ضرور ہے۔ پہلی شکل میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی فعل کے ایک جزو کا ارتکاب ایک مقام میں اور دوسرے جزو کا ارتکاب دوسرے مقام میں واقع ہوتا ہے مثلاً ایک شخص انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کی سرحد پر اسطرح کھڑا ہوتا ہے کہ اُس کا مقام استادگی حدود انگلستان میں شمار ہوتا ہے اور وہاں سے وہ بندوق چلاکر ایک دوسرے شخص کو ہلاک کرتا ہے جس کا مقام استادگی حدود اسکاٹ لینڈ میں داخل سمجھا جاتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قتل عمد کا ارتکاب کہاں ہوا انگلستان میں کہ اسکاٹ لینڈ میں۔ ایسا ہی اگر بذریعہ مراسلت دو تاجروں کے درمیان جن میں ایک لندن میں اور دوسرا پیرس میں سکونت رکھتا ہے کوئی معاہدہ طے پائے تو اس امر کے تعین کی ضرورت ہوتی ہے کہ معاہدے کا وقوع انگلستان میں ہوا کہ فرانس میں۔ علیٰ ہذ القیاس اگر ایک شخص بمقام میلبورن دوسرے شخص سے غلط بیانی کرکے سڈنی میں اُس سے مال حاصل کرے تو اس امر کی تحقیق کرنی ضرور ہے کہ پہلے شخص نے اپنی غلط بیانی سے جو دوسرے شخص کو فریب دیا اس کی فریب دہی کے جرم کا کہاں ارتکاب ہوا وکٹوریا میں کہ نیو ساؤتھ ویلز میں۔ ان استفسارات کا صحیح جواب یہ ہے کہ

ازروئے حقیقت و منطق اس قسم کی تمام صورتوں میں فعل زیر بحث کا ارتکاب دو مقامات معینہ میں سے کسی ایک میں بھی نہیں ہوا کرتا۔ تمثیل بالا میں جو شخص انگلستان میں بندوق چلاکر اسکاٹلینڈ میں قتل عمد کا مرتکب ہوتا ہے اصل میں اُس کا فعل ان دونوں ملکوں میں علیحدہ علیحدہ نہیں واقع ہوتا بلکہ اس کے جرم کا ارتکاب ان دونوں متحدہ ممالک یعنی برطانیہ عظمی میں واقع ہوتا ہے۔ لیکن اس قسم کا جواب قانون میں جائز نہیں سمجھا جاسکتا اس لیئے کہ ہر ایک ملک کا علیحدہ علیحدہ رقبہ اور جدا گانہ حدود ہیں اور انھیں حدود ارضی کے لحاظ سے ہر ایک ملک اور اُس کی عدالتوں کے اختیارات کی بنا ہے اور اسی سبب سے قانون میں ہر ایک فعل کے ارتکاب کا کسی مخصوص رقبے اور اور معین حدود ارضی میں واقع ہونا قیاس کیا جاتا ہے۔

لہذا ایسے افعال کے واسطے جس کے ایک جزو کا ارتکاب ایک مقام اور دوسرے جزو کا ارتکاب دوسرے مقام میں واقع ہوتا ہے قانون میں کونسا مقام بلحاظ حدود ارضی عدالت جائے وقوع قرار پاسکتا ہے؟ اس سوال کے تین جوابات ہوسکتے ہیں۔ ارتکاب فعل کا دونوں مقامات میں واقع ہونا ممکن ہے فعل کا تمام ارتکاب اس مقام میں واقع ہوسکتا ہے جہاں اس کی ابتدا ہوتی ہے یا فعل کا پورا ارتکاب اُس جگہ سمجھا جاسکتا ہے جہاں فعل کا اختتام ہوتا ہے۔ یہ امر قانون کی مرضی پر منحصر ہے کہ ہر ایک مقدمے کے حالات کے نظر کرتے ان تین مقامات میں سے جس مقام کو مناسب سمجھے ارتکاب فعل کے لیئے معین کرے لیکن اکثر صورتوں میں جہاں مقام کے تعین کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ان بیان کردہ مقامات میں سے عموماً تیسرا مقام وقوع فعل کے لیئے قانون کی جانب سے معین کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مقدمے میں طے

پایا ہے کہ قتل عمد کا واقع ہونا اس مقام میں سمجھا جائے گا جہاں مقتول کی موت[1] واقع ہوتی ہے نہ کہ اس مقام میں جہاں سبب ہلاکت[2] پیدا ہوتا ہے۔ بہرنہیم ارتکاب فعل کے مقام کی نسبت قانون بالکل صاف نہیں ہے بلکہ اس کے متعلق جن امور کا تصفیہ ہوا ہے وہ شبہہ[3] سے خالی نہیں ہے۔ چنانچہ ایک دوسرے مقدمے میں طے پایا ہے کہ معاہدے کا ہونا اس مقام میں سمجھا جائیگا جہاں اُس کی تکمیل ہوتی ہے یعنی جس جگہ میں اُس کا ایجاب[4] ہوا ہو یا جہاں دستاویز معاہدہ کی تکمیل کیلئے کوئی آخری کارروائی جیسا کہ دستخط فریقین یا کسی ایک فریق کے دستخط کا ثبت[5] کیا جانا ہے کی گئی ہو۔ حیلہ سازی سے مال حاصل کرنے کے جرم کا ارتکاب اس مقام میں واقع ہوتا ہے جہاں مال[6] حاصل کیا جاتا ہے نہ کہ اس مقام میں جہاں مرتکب حیلہ سازی یا غلط بیانی کرتا ہے[7]۔

---

[1] ملکہ معظمہ بنام کومبز نظائر فوجداری مرتبہ لیچ جلد ا صفحہ ۳۸۸۔

[2] ریاست ہائے متحدہ امریکہ بنام ڈیوس لاریورٹ مرتبہ اسمنر جلد ۲ صفحہ ۴۸۶۔

[3] ملکہ معظمہ بنام آرمز ٹرانگ کاکس نظائر فوجداری جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۴۔ ملکہ معظمہ بنام کین اکسچیکر ڈیویژن جلد ۲ صفحہ ۶۳۔

[4] کاوان بنام اوکانر کوئینز بینچ ڈیویژن جلد ۲ صفحہ ۶۴۰۔

[5] ٹرانیڈ کمپینز مار جیورن لمیٹڈ بنام ان لینڈ ریوینو کمشنرز (سنہ ۱۹۰۰ء) کوئینز بینچ جلد ا صفحہ ۳۱۰۔ (۱۹۰۱ء) اپیل کیسیز صفحہ ۲۱۷۔

[6] ملکہ معظمہ بنام الس (۱۸۹۹ء) کوئینز بینچ جلد ا صفحہ ۲۳۰۔

[7] مقدمہ ملکہ معظمہ بنام کین اکسچیکر ڈیویژن جلد ۲ صفحہ ۶۳۔ اس مسئلے کے متعلق نہایت تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ مقدمہ ہذا میں ایک جرمن جہاز کے کپتان کی کہ اُس نے غفلت سے ایک انگریزی جہاز کو رود بار انگلستان میں غرق کر کے اُس کے ایک مسافر کی ہلاکت کا باعث ہوا بالزام قتل انسان انگلستان میں تحقیقات ہوئی۔ تحقیقات معمولی کے منجملہ ایک تنقیح مقام واردات کے متعلق بھی تھی یعنی اس امر کا دریافت کرنا مقصود تھا کہ آیا ملزم سے انگریزی جہاز پر جرم کا ارتکاب ہوا یا جرمن جہاز پر یا ان دونوں جہازوں میں سے کسی ایک پر بھی وہ الزام منسوبہ کا مرتکب نہیں ہوا۔ مرافعہ جات فوجداری کی آخری عدالت برطانیہ

دوسری دشواری جو عدالتوں کو پیش آتی ہے وہ افعال منفی کے مقام کا تعین کرنا ہے۔ مثلاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا کس مقام میں ایک شخص نے اپنے قرضے کے ادا کرنے یا اپنے معاہدے کی تعمیل کے فعل کو ترک کیا؟ اس سوال کا صحیح جواب بظاہر یہی ہے کہ ہر ایک فعل منفی اُس مقام میں واقع ہوتا ہے جہاں اُس فعل کی ضد یعنی مثبت واقع ہونا چاہیئے تھا بالفاظ دگر ترک فعل کا مقام وہی جگہ سمجھی جائیگی جس جگہ اس کا ارتکاب ہونا چاہیئے۔ چنانچہ کسی قرضے کی ادائی کا ترک کرنا اس مقام پر سمجھا جاتا ہے جہاں اس کا ادا کیا جانا لازم ہے[۱]۔ مثلاً میں کسی شخص سے انگلستان میں ایک ایسا معاہدہ کروں جس کی تعمیل کا مقام فرانس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ (The court for the crown cases reserved) کہ چار ججوں یعنی ڈین مین جسٹس برام ویل بیرنٹ کول رج چیف جسٹس اور کاک برن چیف جسٹس بالاتفاق آرا یہ طے کیا کہ اگر الزام منسوبہ قتل انسان بالارادہ ثابت ہو تو انگریزی جہاز پر اس کا ارتکاب کیا جانا سمجھا جائے گا۔ ڈین مین جسٹس اور کول رج چیف جسٹس نے اسی قاعدے کو ملزم کے اپنی غفلت سے مرتکب قتل انسان ہونے کی صورت میں بھی اطلاق کیا ہے لیکن کاک برن چیف جسٹس کو قتل انسان بالغفلت کی نسبت اس قاعدے کو اطلاق کرنے میں شبہہ ہے۔ برام ویل بیرنٹ نے لکھا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۵۰ ارپورٹ مذکور) کہ "اگر ملزم نے ارادۃً اپنے فعل کا ارتکاب کیا ہے تو جائے ارتکاب وہ مقام سمجھا جانا چاہیئے جہاں اسکا ارادہ اُسکے فعل کو موثر بناتے کا تھا اور اگر ارتکاب فعل کی جگہ ملزم کی غفلت ہے تو اسکے برعکس سمجھنا چاہیئے"۔ اگر اس مسئلے کی بابت ناظرین کو زیادہ صراحت اور تفصیل کی ضرورت ہے تو ملاحظہ ہو تاریخ قانون تعزیری جلد ۲ صفحات از ۹ تا ۱۲ مصنفہ اسٹیفن۔ اسکے علاوہ مجموعۂ تعزیرات جرمنی پر آمپن ہاف نے جو شرح لکھی ہے اُسکا صفحہ ۲۸ (طبع سیزدہم بابت ۱۸۹۰ء) ملاحظہ طلب ہے۔ اس مسئلے کے متعلق جرمنوں کا خیال ہے کہ فعل کا ارتکاب اُس مقام پر سمجھنا چاہیئے جہاں اسکی ابتدا ہوتی ہے۔ اصول قانون انگلستان وامریکہ (پرنسپلز آف اینگلو۔ امریکن لا) مرتبہ ٹیری صفحات از ۵۹۸ تا ۶۰۲ اور ایڈمنڈسن بنام اینڈرسن (۱۹۰۵ء) چانسری جلد ۲ صفحہ ۳۲۰ قابل دید ہیں۔

[۱] ناروے اسٹون کمپنی بنام گڈنی (۱۸۹۴ء) کوئینز بینچ جلد ۱ صفحہ ۹۹۔

قرار پائے اور اگر میں فرانس میں اُس کی تعمیل نہ کرسکوں تو میرے ترک فعل کا مقام انگلستان نہیں بلکہ فرانس سمجھا جائے گا۔ فعل منفی کا ظہور اُس کی ضد فعل مثبت کا عدم وقوع سمجھا جاتا ہے یعنی ترک فعل سے ارتکاب فعل کی عدم موجودگی لازم آتی ہے اور اس لیے فعل مثبت کی عدم موجودگی اس مقام پر سمجھی جاتی ہے جہاں اُس کا ظہور اور وقوع ہونا چاہیئے تھا۔

وقت فعل ۔ وقت فعل کے تعین کرنے کے متعلق انھیں خیالات اور امور کو ملحوظ رکھنا چاہیئے جن کی مقام فعل کے تعین کرنے میں ضرورت ہے اور جن کا فقرات بالا میں ذکر آچکا ہے۔ مثلاً جس فعل کی آج ابتدا ہو کر کل تکمیل ہوتی ہے وہ ایک ایسا فعل ہے کہ نہ آج واقع ہوتا ہے اور نہ کل بلکہ اُس کے وقوع کا زمانہ وہ مدت سمجھی جاتی ہے جو آج اور کل دونوں پر مشتمل ہے ۔ لیکن قانون میں ہر ایک مقدمے کے حالات اور ضرورت کے لحاظ سے فعل کا وقت کبھی وہ زمانہ سمجھا جاتا ہے جس میں اُس کی ابتدا ہوتی ہے اور کبھی وہ ساعت قرار پاتی ہے جس میں فعل کی تکمیل ہوتی ہے اور بعض وقت فعل کا زمانہ اُس کی ابتدا سے انتہا تک جاری سمجھا جاتا ہے۔ اس پر بھی اکثر صورتوں میں اور اکثر اغراض کیلیئے فعل کے واقع ہونے کی وہی تاریخ سمجھی جاتی ہے جس تاریخ اسکی تکمیل ہوتی ہے[۱] اور مقام فعل کے لیئے بھی یہی قاعدہ قرار پایا ہے یعنی جس جگہ فعل کا اختتام ہوتا ہے وہی اُس کا مقام وقوع سمجھا جاتا ہے۔

---

[۱] اگر یہ امر تسلیم کرلیا جائے کہ از روئے قانون ارتکاب جرم کی وہی تاریخ سمجھی جائیگی جس تاریخ اس کی تکمیل ہوتی ہے تو بعض ایسی صورتیں پیش آتی ہیں جن میں ہم کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مرتکب اپنے مرنے کے بعد جرم کا ارتکاب کرسکتا ہے ۔ اگر (الف) کے اپنی زمین کھودنے کے سبب سے کچھ مدت کے بعد (ب) کی متصلہ زمین کا کچھ حصہ دب جائے تو ایسی صورت میں جب تک (ب) کی زمین نہ دبے (الف) سے کوئی جرم یا فعل ناجائز سرزد نہیں ہوتا۔ ملاحظہ ہو بیک ہوز بنام بونومی آف لارڈز کیسیز (فیصلہ جات دارالامرا) جلد ۹ صفحہ ۵۰۳ ڈارلی مین کولی ایری کمپنی بنام میچل اپیل کیسیز جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۷ ۔ اچھا اگر (ب) کی زمین

فعل منفی کا واقع ہونا اُس وقت یا تاریخ میں سمجھا جاتا
ہے جس تاریخ اُس فعل کی ضد یعنی فعل مثبت کو واقع ہونا چاہیئے
تھا۔ چنانچہ قرضے کے ادا نہ کرنے کی تاریخ وہ دن سمجھا جاتا ہے
جس روز کہ اُس کی ادائی واجب ہو جاتی ہے۔

فصل ۱۳۲ قلب مجرمانہ Mens Rea

ہم نے اس کے قبل بیان کیا ہے کہ تعزیری ذمہ داری کے متعلق جو
شرائط ہیں اُن کا اس مقولے کے ذریعے سے کہ محض فعل کی وجہ سے مرتکب
مجرم نہیں قرار پا سکتا بشرطیکہ اُس کی نیت بھی مجرمانہ ہو بخوبی اظہار ہو سکتا ہے۔
اگرچہ ہر ایک شخص اپنے افعال کا ذمہ دار ہے لیکن جب تک مرتکب کا فعل
اس کی نیت مجرمانہ یعنی قلب مجرمانہ کا نتیجہ نہ ہو وہ جرم نہیں قرار پا سکتا اور نہ
مرتکب ملزم یا مجرم متصور ہو سکتا ہے۔ کسی شخص کو دیوانی یا فوجداری طرز کی سزا
نہیں دی جاتی جب تک کہ قانون میں ان دو امور کی نسبت اطمینان نہیں کر لیا
جاتا ہے۔ اولاً اس امر کی نسبت تحقیق کر لی جاتی ہے کہ آیا اس فعل کا جس کے
ارتکاب کی وجہ سے مضرت بخش نتائج پیدا ہوئے ہیں یا ہونے کا قوی احتمال
ہے تادیب تعزیری کے ذریعے سے انسداد کرنا مناسب ہے کہ نہیں۔ ثانیاً یہ کہ
کیا ارتکاب فعل کے متعلق مرتکب کی نیت ایسی تھی کہ اُس کو سزا ملنے سے آئندہ
وہ اُس کے ارتکاب سے باز رہے گا اور کیا اس سے عبرت ہوگی اور اس لیئے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دینے کے پہلے (الف) کی موت واقع ہو تو کیا (الف) ضرر رسانی کا ملزم
قرار پا سکتا ہے؟ یہ امر بھی بخوبی ظاہر ہے کہ اس فعل ناجائز کا ارتکاب (الف) کے اُن جانشینوں
سے جنکو وہ زمین وراثتاً یا کسی اور طرح سے منتقل ہوتی ہے نہیں منسوب کیا جا سکتا ملاحظہ ہو ہال
بنام ڈیوک آف نارفک (۱۹۰۰ء) چانسری جلد ۲ صفحہ ۴۹۲۔ گرین ویل بنام برہیج برن کولی ایری (۱۸۹۷ء)
کوئینز بینچ جلد ۲ صفحہ ۱۶۵۔ ان متضاد فیصلوں کے دیکھنے سے یہ نتیجہ اخذ کرنا پڑتا ہے کہ از روئے قانون یا تو مرتکب سے
کسی قسم کا فعل ناجائز سرزد ہی نہیں ہوا یا جرم کا مرتکب ایسا شخص ہے جو تاریخ ارتکاب کے روز زندہ نہ تھا۔

سزا کا دینا انصاف پر مبنی ہوگا۔ پہلا امر جس کے متعلق قانون یا عدالتیں اطمینان کرلیتی ہیں مرتکب کو اپنے فعل کا ذمہ دار قرار دینے کے لیئے ایک ضروری اور اہم شرط ہے لیکن دوسرا امر جس کے متعلق قانون میں اطمینان کرلیا جاتا ہے ایک ضابطے کی شرط ہے۔ حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قلب مجرمانہ کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں اور اس کا ان دو میں سے کسی ایک شکل میں ظہور ہوتا ہے یعنی نیت مجرمانہ یا غفلت مستلزم سزا۔ مجرم یا تو قصداً فعل ناجائز کا مرتکب ہوتا ہے یا غفلت اور بے احتیاطی سے وہ اس فعل کا مرتکب ہوتا ہے اور اس لیے انہیں کی ہر ایک شکل میں مرتکب کے قلب کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ اُس کو سزا دینا موثر ہوسکتا ہے۔ اگر اُس نے ارادۃً فعل ناجائز کا ارتکاب کیا ہے تو سزا پانے سے آئندہ اس قسم کے ارتکاب سے باز رہیگا بلکہ جائز کام کے کرنے کی طرف اُس کو رغبت ہوگی اور اگر نیت مجرمانہ کی بنا پر نہیں بلکہ بے احتیاطی اور لاپروائی کی وجہ سے اُس سے فعل ناجائز سرزد ہوا یا فعل ممنوع کا ارتکاب ہوا ہے تو سزا پانے سے اُس کے مزاج میں آئندہ احتیاط پیدا ہوگی لیکن اگر مجرم کا فعل ارادے اور غفلت پر مبنی نہ ہو یعنی پہلے سے مرتکب کا ارادہ اپنے فعل کے اس نتیجے کو پیدا کرنا نہ ہو جو مضرت بخش سمجھا جاتا ہے اور اس قدر احتیاط کرنے کے باوجود جو معمولی عقل و فہم رکھنے والا انسان تک اپنے کاموں میں کیا کرتا ہے فعل ممنوع اس سے سرزد ہوجائے تو ایسی صورتوں میں مرتکب کو اُس کے فعل کے لیئے ذمہ دار قرار دینا بے سود ہے اور اس قسم کی سزا دہی کا کوئی مفید مآل کار حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔

بہرحال قلب مجرمانہ کے متعلق جس قاعدے پر عمل کیا جاتا ہے اُسکا فقرۂ بالا میں ذکر کیا گیا ہے لیکن بعض ایسی مستثنیٰ صورتیں پیش آتی ہیں جن میں از روئے قانون اس قاعدے پر عمل نہیں کیا جاتا ہے بلکہ قانون میں قلب مجرمانہ کی اس شرط کو جس کا تعلق ضابطے سے ہے نظر انداز کرکے صرف اُس کی دوسری اہم اور ضروری شرط پر عمل کیا جاتا ہے۔ قلب مجرمانہ نہ رکھنے اور غفلت مستلزم سزا کے ساتھ پیش نہ آنے کے باوجود ان اشکال میں مرتکب پر اُس کے فعل ناجائز کی از روئے قانون ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اس طرح کے افعال ناجائز کو جن میں مرتکب کی نیت مجرمانہ کا لحاظ نہیں

کیا جاتا ہے افعال ناجائز مبنی بر "ذمہ داریٔ مطلق" کہتے ہیں۔
لہذا قلب مجرمانہ کے لحاظ سے افعال ناجائز کی حسب ذیل تین قسمیں ہیں:۔
۱۔ افعال ناجائز مبنی برارادہ ونیت۔ اس قسم کے افعال میں قلب مجرمانہ سے مراد ارادہ غرض اور مقصد ہے۔
۲۔ افعال ناجائز مبنی بر غفلت۔ اس طرح کے افعال میں قلب مجرمانہ سے مراد بے احتیاطی لی جاتی ہے اور بے احتیاطی ضد ہے ارادۂ ناجائز کی۔
۳۔ افعال ناجائز مبنی بر ذمہ داری مطلق (جرائم مستلزم ذمہ داری) اس قسم کے افعال میں مرتکب کی ناجائز نیت اور نہ اُس کی غفلت مستلزم سزا کا خیال کیا جاتا ہے بلکہ بالالحاظ ان دونوں حالتوں کے وہ اپنے فعل کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔
افعال ناجائز کے ان تین اقسام کا اس کے بعد اسی ترتیب کے ساتھ ذکر کیا جائیگا جو ترتیب کہ فقرۂ بالا میں قرار دی گئی ہے۔

خلاصہ

ذمہ داری { طرز دیوانی — چارہ کارانہ
طرز فوجداری — تعزیری }

ذمہ داری چارہ کارانہ

اُس کا عام قاعدہ تعمیل مختص ہے۔

مستثنیات :-

۱۔ افعال ناجائز نا قابل ارجاع نالش۔
۲۔ افعال ناجائز عارضی۔
۳۔ افعال ناجائز جن کا اثر باقی اور جاری رہتا ہے۔ اس قسم کے افعال ناجائز میں فرائض کی تعمیل مختص سے متضرر کے نقصان کی تلافی نہیں ہو سکتی اس لیے تاوان یا ہرجے کا پانا اُس کے حق میں زیادہ مفید ہوتا ہے۔

تعزیری ذمہ داری { اُس کی شرائط۔
اُس کے اثرات۔
اُس کی مقدار۔ }

شرائط ذمہ داری تعزیری { اہم ۔ فعل۔
باضابطہ ۔ قلب مجرمانہ۔ }

ماہیت فعل :-

۱۔ افعال مثبت و منفی۔
۲۔ افعال ذہنی و خارجی۔
۳۔ افعال ارادی و غیر ارادی۔

اسباب و نتائج فعل۔

نسبت درمیان ناجوازی و ضرر

ا۔ تمام افعال ناجائز مضرت بخش افعال ہیں۔

افعال ناجائز { ایسے ناجائز افعال جن میں ضرر کا ثابت کیا جانا ضرور ہے۔
ایسے ناجائز افعال جن میں اس طرح کے ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔ تمام مضرت بخش افعال افعال ناجائز نہیں ہیں۔

ضرر جو ناجائز نہیں ہے (ضرر جائز)

(الف) ایک متنفس کا نقصان تمام قوم یا سوسائٹی کا فائدہ ہے۔

(ب) قانونی چارۂ کار کا نامناسب اور غیر ضروری ہونا۔

مقام و وقت فعل

تعزیری ذمہ داری کی باضابطہ شرط

قلب مجرمانہ { نیت۔
غفلت۔

افعال ناجائز { ۱۔ مبنی بر نیت۔
۲۔ مبنی بر غفلت
۳۔ مبنی بر ذمہ داری مطلق (مستثنیات متعلق قلب مجرمانہ)۔

اٹھارھواں باب

نیت اور غفلت

فصل ۱۳۳ ماہیت نیت

نیت سے مراد ایسا مقصد اور غرض ہے جس کی تکمیل کے لیئے کوئی کام کیا جاتا یا کسی فعل کا ظہور ہوتا ہے۔ جس فعل کو انسان کرنا چاہتا ہے اُس کی بابت پہلے سے علم رکھتا نیت ہے اور انسان کا یہی علم سابقہ اور اُس کی خواہش مل کر اُس کی نیت یعنی اُس کے فعل کا سبب سمجھے جاتے ہیں کیونکہ ان دونوں کے ظہور پذیر ہونے سے اُس کی مرضی (اور ارادے) کی تکمیل ہوتی ہے۔ فعل کا بالارادہ کیا جانا اُس وقت کہا جاتا ہے جب انسان کے ذہن میں اور از روئے واقعہ دونوں طرح سے اُس کا وجود ہوتا ہے کسی کام کے کرنے کے پہلے انسان کو اُس کا جو خیال پیدا ہوتا ہے اس خیال اور تصور کا اظہار وہ اُس عالم میں اپنی خواہش سے کسی واقعے کے پیرایئے میں کرتا ہے[۱]

فعل کا بالکلیہ غیر ارادی اور ارادی جزاً غیر ارادی اور ارادی ہونا ممکن ہے۔ تمام فعل کا انسان کے ارادے پر مبنی نہ ہونا اس صورت میں کہا جاتا ہے جب اُس کا کوئی جزو اُس کے وقوع پذیر ہوتے کے پہلے انسان کے تصور میں موجود نہ رہے یا اُس کا کوئی حصہ مرتکب کی ایسی غرض یا تدبیر کا نتیجہ نہ ہو جس سے

---

[۱] ہومز کامن لا (انگلستان کا قانون غیر موضوعہ) صفحہ ۵۲ .. "تحلیل کرنے سے نیت کے دو اجزا پائے جاتے ہیں پیش بینی اس امر کی کہ فلاں فعل کے فلاں فلاں نتائج ہوں گے اور ان نتائج کو پیدا کرنے کی خواہش جو اُس فعل کے ارتکاب کے لیئے محرک ہو کر انسان کی ترغیب کا باعث ہوتی ہے۔"

قبل وقوع فعل وہ واقف نہ رہا ہو۔ مثلاً جس قرضے کی ادائی میرے ذمہ ہے اگر
اُس کا مجھ کو بالکل خیال نہ رہے تو میرا ترک فعل یعنی قرضے کا ادا نہ کرنا بالکلیہ
فعل غیر ارادی سمجھا جائیگا۔ ایسا ہی اگر میرے ہاتھ میں ایک تفنچہ ہو اور میں
اُس کے گھوڑے کو بے احتیاطی سے دبا دوں اور اس حادثے سے ایک راہرو
زخمی ہو جائے تو میرا یہ فعل ارادے پر نہیں بلکہ غفلت پر مبنی ہوگا لیکن اسکے برعکس
تمام فعل کا ارادے پر مبنی ہونا ایسی صورت میں کہا جاتا ہے جب وہ اس خیال
اور تصور کی شبیہ ہو جو مرتکب کے ذہن میں اس کے متعلق پہلے سے رہتی ہے
اور اس تصور کا ظہور اس عالم اجسام میں فعل اور واقعے کے ذریعے سے ہوتا
ہے اور فعل مرتکب کی اُسی حالت ذہنی اور تصور کا نتیجہ ہے لہذا ایسا فعل تمام وکمال
مرتکب کے ارادے پر مبنی اور منحصر ہوتا ہے۔ فعل کی آخری اور تیسری شکل ایسی ہے
جس میں فعل جزءً غیر ارادی سمجھا جاتا ہے یعنی فعل کے تصور اور اس کے وقوع
مرتکب کے ارادے اور اُس کے کام مرتکب کی تدبیر اور اُس کے نتیجہ مقصد میں
ایک حد تک مطابقت اور یک رنگی پائی جاتی ہے۔ مثلاً اگر میں کسی شخص
کے مکان کی کھڑکیوں کو توڑنے کی غرض سے اُن پر پتھر ماروں اور اتفاقاً
میرے اس فعل سے اُس شخص کو ضرر جسمانی پہنچے تو اگرچہ نتیجہ ثانیہ کے پیدا
کرنے کی میری نیت نہ ہو لیکن یہ دونوں افعال مجھ سے منسوب کئے جائیں گے
اور میں ہی ان کا مرتکب سمجھا جاؤں گا۔

جس طرح ایک شے اپنے جزو کی تکمیل سے نا مکمل سمجھی جاتی ہے اسیطرح
فعل کے ایک حصے کے مرتکب کے ارادے پر مبنی ہونے سے وہ تمام فعل
غیر ارادی متصور ہوتا ہے اور اس لیئے اس طرح کے تمام فعل کا افعال غیر ارادی
کی صنف میں شمار کیا جاتا ہے لہذا اگر فعل ناجائز کا کوئی اہم
اور ضروری حصہ یا جزو ترکیبی مرتکب کی نیت کے دائرے
سے خارج ہو جائے تو اُس پر ارادۃً ارتکاب فعل ناجائز
کا الزام نہیں لگایا جا سکتا اس لیئے جن افعال ناجائز میں مرتکب کی
نیت کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے اُن کو جرائم مبنی بر ذمہ داری مطلق یا

غفلت سمجھنا چاہیئے۔ [1]

فعل ناجائز صرف اُس صورت میں ارادے پر مبنی ہوتا ہے جبکہ اُس فعل کا ہر ایک جزو اور عنصر مبنی بر ارادہ ہو اور اس لیئے جس طرح فعل کی ابتدا اور اُس کی انتہا (یعنی نتائج فعل) کا مرتکب کی نیت پر مبنی ہونا ضروری ہے اسیطرح اُن حالات کا جن حالات میں کہ فعل کا صدور ہوتا ہے نیت مرتکب پر مشتمل ہونا لازم ہے۔ اگرچہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ مرتکب فعل ناجائز کے حالات کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے یا وہ اُس کی نیت پر مبنی ہوتے ہیں لیکن اُس کا فعل بلحاظ حالات اُس کے ارادے اور نیت پر مبنی ہوتا ہے کیونکہ حالات بھی اسی خیال اور تصور میں شامل ہوتے ہیں جو وقوع فعل کے پہلے مرتکب کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے اور جس پر نیت فعل کی بنا ہے۔ لہذا حالات فعل میں سے جس اہم حالت کا علم مرتکب کو قبل ارتکاب نہیں ہوا کرتا اس حالت کی بابت جرم زیر بحث غیر ارادی سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص (الف) کی زمین کو اپنی زمین باور کر کے اُس پر داخل ہو تو اُس کا فعل مداخلت بیجا بالارادہ نہیں ہے اس میں شک نہیں کہ مداخلت کرنے والے کا ارادہ زمین زیر بحث پر دخل کرنے کا ہے لیکن اُس کی نیت اس زمین پر داخل ہونے کی نہیں ہے جو (الف) کی ہے۔ اس لیئے اس حالت کے متعلق کہ زمین (الف) کی ملک ہے مرتکب کا

---

[1] یہ امر قابل غور ہے کہ اگرچہ مرتکب کے فعل کا وہ حصہ جو اُس کے ارادے پر مبنی ہوتا ہے بذات خود ایک جرم مبنی بر ارادہ ہے مگر ازبسکہ وہ اس بڑے اور غیر ارادی جرم کا جزو ہے جو مرتکب سے سرزد ہوتا ہے اس لیئے مرتکب سے اس طرح مواخذہ نہیں کیا جاتا جس طرح کہ جرم مبنی بر ارادہ کی صورت میں ہوا کرتا ہے۔ مثلاً اگر کسی شارع عام پر بندوق یا تفنچے کے چلانے کی قانوناً ممانعت ہو تو کسی سڑک یا عام راستے پر ارادۃً بندوق یا تفنچے کا چلانا جرم ارادی ہے۔ اس پر بھی ارادۃً ایسے مقام میں بندوق وغیرہ چلا کر کسی شخص کو ہلاک کرنا جرم ارادی نہیں بلکہ جرم مبنی بر غفلت سمجھا جاتا ہے۔

فعل اس کی نیت پر مبنی نہیں ہے۔ ایسا ہی اگر کوئی عورت اپنے شوہر اول کے زمانۂ حیات میں یہ باور کر کے کہ وہ زندہ نہیں ہے دوسرا شوہر کر لے تو اس سے بگمی (شوہر یا زوجۂ اول کے زمانۂ حیات میں دوسرا شوہر یا زوجہ کرنے) کا جرم ارادۃً سرزد نہیں ہوتا ہے کیونکہ اس جرم کے حالات میں سے ایک اہم حالت اُس عورت کی نیت پر مبنی نہیں ہے اور اس اہم حالت کی بابت مرتکب کے ارادے اور فعل میں کسی قسم کی مطابقت نہیں ہے۔

ارادے میں توقع کا شامل رہنا ضرور نہیں ہے۔ اگرچہ انسان کو اکثر صورتوں میں اس امر کی بہت ہی کم توقع ہوتی ہے کہ جو نتیجہ وہ اپنے فعل کا پیدا کرنا چاہتا ہے اُس کا وقوع اُس کے حسب خواہش ہوگا لیکن اس پر بھی وہ اس نتیجے کے پیدا کرنے کا ارادہ کر سکتا ہے اس لیئے یہ کہنا صحیح ہے کہ آدمی کو اسکے فعل کی کسی حالت کے متعلق بہت ہی کم توقع ہونے کے باوجود بلکہ اُس حالت کی بابت اُسے مایوسی ہی کیوں نہ ہو اُس کا فعل اُس حالت کے متعلق جسکی اُسے خواہش ہے اُس کی نیت پر مبنی ہو سکتا ہے۔ اپنے فعل کے جس نتیجے کو انسان پیدا کرنا چاہتا ہے اور قبل ارتکاب فعل نتیجۂ مطلوبہ کے متعلق جو اُس کا تصور اور علم ہوتا ہے خواہ حصول نتیجہ کتنا ہی خلاف توقع اور دشوار معلوم ہوتا ہو وہی اُس کی نیت اور ارادہ ہے۔ اس کے برعکس اگر مرتکب کی قبل ارتکاب اپنے فعل کے کسی نتیجے کو پیدا کرنے کی خواہش نہ ہو اور اس بنا پر اُس نے پہلے سے اپنے ذہن میں اُس کا اندازہ بھی نہ کیا ہو حالانکہ اس نتیجے کے پیدا ہونے کے متعلق بہت کچھ توقع ہو سکتی ہو تو جو نتیجہ ایسے فعل کا برآمد ہوتا ہے اُس کو مرتکب کی نیت پر مبنی ہونا نہیں کہا جائیگا۔ مثلاً اگر میں ایک میل کے فاصلے سے کسی شخص پر بندوق چلاؤں تو اگرچہ مجھے اپنے نشانے کے خطا ہونے کا قوی احتمال ہے بلکہ ہزار میں سے ایک حصہ بھی اُس کے صحیح ہونے کی امید نہیں ہو سکتی اس پر بھی میرا بندوق چلانا میری نیت پر مبنی سمجھا جائیگا کیونکہ نشانہ لگانے کے قبل مجھے اُس کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جو شخص ایسے خط کی چوری کرتا ہے جس میں ایک چیک ملفوف ہو وہ ارادۃً اُس چیک کی بھی چوری کرتا ہے

کیونکہ قبل ارتکاب اُس کو اس خط میں چیک کے ملفوف ہونے کی امید ہوتی ہے حالانکہ خط میں چیک کے نہ ہونے کا اس کی اس توقع سے کہیں زیادہ احتمال و اندیشہ ارتکاب فعل کے پہلے سے اُس کے ذہن میں لگا رہتا ہے اور وہ اپنے ان شکوک سے بخوبی واقف رہتا ہے۔

اس کے بر خلاف توقع سے مراد نیت نہیں ہے چنانچہ بعض بیماروں کے متعلق سرجن (جراح) کو اس امر کا پہلے سے ایک قسم کا علم رہتا ہے کہ عمل بالید کی تکلیف اور صدمے سے وہ جاں بر نہ ہو سکیں گے ایسے بھی ضرور ہے تا اُس کو اپنے ایسے مریض پر عمل بالید کرنا پڑتا ہے اور اس لئے ایسے مریض کی ہلاکت جو سرجن کے فعل کا نتیجہ ہے اُس کی نیت پر مبنی نہیں ہوتی ہے بلکہ سرجن اس نتیجے کی امید یا اُس کا اندیشہ نہ کہ ارادہ کرتا ہے۔ اصل میں اُس کو عمل بالید سے اپنے مریض کے صحت یاب ہونے کی امید ہوتی ہے لیکن اس سے وہ ہرگز یہ توقع نہیں کر سکتا کہ لامحالہ مریض کو صحت ہو جائے گی۔

اگرچہ یہ ایک کلیہ ہے کہ انسان جس فعل کا ارادہ نہیں کرتا اُس کی اُسے خواہش بھی نہیں ہوتی ہے لیکن اس مقام پر ہم ناظرین کو ایک امر کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ بعض صورتوں میں آدمی جس شے یا فعل کی خواہش کرتا ہے محض اُس شے یا فعل کو حاصل کرنے کے لیئے اُس کے دل میں اُسکی خواہش نہیں پیدا ہوتی بلکہ اُس شے کو وہ ایک دوسرے مقصد کے حصول کے واسطے ذریعہ اور واسطہ بناتا ہے۔ اگر میں کسی غرض کے حاصل کرنے کی خواہش اور ارادہ کرتا ہوں تو مجھ کو اُن ذرائع کے حاصل کرنے کی خواہش اور نیت پیدا ہوتی ہے جن کے واسطے سے میں اس مقصد کو پا سکتا ہوں حالانکہ ان مطلوبہ ذرائع سے مجھے قطعی نفرت ہی کیوں نہ ہو اگر میں کسی شخص کو لوٹ لینے کی غرض سے ہلاک کر دوں تو ظاہر ہے کہ مجھے اُس کی موت کی خواہش ہوتی ہے اور میں اُس کو مار ڈالنے کا ارادہ کرتا ہوں حالانکہ مہلوک کے یا میرے فوائد کے لحاظ سے جو اُس کی زیست سے ہم دونوں کو حاصل ہو سکتے ہیں مجھے

اپنی اُس کو قتل کرنے کی ضرورت پر سخت ملال رہتا ہے۔
اچھا تو ان نتائج کے متعلق کیا سمجھنا چاہیے جن کے پیدا کرنے کی مرتکب فعل کو خواہش نہیں ہوتی اگر اُن کے ظہور پذیر ہونے کا قبل ارتکاب اُسے یقین رہتا ہے کیونکہ ایسے ناخواستہ نتائج اُن نتائج کے ضمن میں پیدا ہوتے ہیں جن کے پیدا کرنے کی اُس کو خواہش ہوتی ہے اور جن کے حاصل کرنے کے لیے وہ اپنے فعل کا ارتکاب کرتا ہے۔ مثلاً صناع (مالک کارخانہ) کو جو کسی صنعت کے متعلق کارخانہ قائم کرکے مزدور پیشہ لوگوں سے اجرت پر اُس میں کام لیتا ہے پہلے سے اس امر کا بخوبی علم رہتا ہے کہ جو لوگ روزانہ اُس کے یہاں کام کرتے ہیں اُن کو اس صنعت کی کلوں سے جو اُس میں استعمال کی جاتی ہیں اور اُس کے طریقے سے عمل جسمانی ضرر وغیرہ کے پہنچنے کا قوی احتمال اور خطرہ ہے نیز اُس کو اس بات کا یقین رہتا ہے کہ ہر ایک قسم کی احتیاط عمل میں لانے کے باوجود کلوں میں کام کرنے اور اُن کو چلانے کے سبب سے مزدوروں پر آئے دن سیکڑوں حادثے پیش آتے رہتے ہیں۔ اچھا جب ایسا ہے تو کیا مالک کارخانہ کی نیت اپنے مزدوروں کو ہلاک کرنا ہوتی ہے؟ ایسا ہی کیا وہ کپتان فوج جو میدان جنگ میں اپنے سپاہیوں کو دشمن پر حملہ کرنے یا اُس سے لڑائی شروع کرنے کا حکم دیتا ہے اپنی سپاہ کی ہلاکت کا ارادہ رکھتا ہے کیونکہ اُسے پہلے سے اس امر کا علم رہتا ہے کہ لڑنے میں اُس کے اکثر سپاہیوں کی جان جائے گی؟ ان سوالات کا جواب منفی میں دیا جاتا ہے یعنی مالک کارخانہ اور کپتان فوج کی نیت ہرگز اپنے مزدوروں اور سپاہیوں کو ہلاک کرنے کی نہیں ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس قسم کے نتائج کے متعلق مرتکب کو پہلے سے علم و یقین رہتا ہے لیکن ازبسکہ مرتکب کی خواہش اُن کے پیدا کرنے کی نہیں ہوتی ہے اس لیے اس قسم کے نتائج اُس کی نیت پر مبنی نہیں ہو سکتے ہیں[1] علاوہ بریں "نیت" کی

[1] طبع ہذا سے پہلے اس کتاب کی جن مطبوعات کی اشاعت ہوئی ہے اُن میں میں نے اپنے

اس طرح سے تعریف کرنا ممکن نہیں ہے کہ اس تعریف میں اُس کے دونوں نتائج کا شمول ہو سکے یعنی ایسی دو قسم کے نتیجے جن میں سے ایک نتیجے کو پیدا کرنے کی خواہش رکھنے کے باوصف مرتکب کو اُس کے ظہور کا بہت ہی کم احتمال ہو اور دوسرا ایسا نتیجہ جس کے پیدا کرنے کی خواہش نہ رکھنے کے بغیر اُس کے ظہور کا اُس کو قوی احتمال ہو۔ بہر حال ادب قانون میں ان دونوں قسم کے نتائج کے اظہار مفہوم کے لیئے ایک ایسا عام لفظ نہیں ہے جو ان دونوں کے عام تصور پر حاوی ہو سکے اور ان دو اصناف نتائج پر اُس کا اطلاق کیا جا سکے اس لیئے اس نتیجۂ فعل کو جو ارادۃً پیدا کیا جاتا ہے اس نتیجۂ فعل سے جداگانہ سمجھنا چاہیئے جس کے پیدا کرنے کا علم مرتکب کو پہلے سے ہو جاتا ہے۔ اگرچہ معمولی بول چال میں نیت اور علم ایک ہی معنوں میں استعمال کیئے جاتے ہیں اور بظاہر دونوں میں کسی قسم کا فرق نہیں پایا جاتا ہے کیونکہ جو شخص کسی نتیجے کے پیدا کرنے کی نیت رکھتا ہے اُسے پہلے سے اس بات کا علم رہتا ہے کہ اُس کے فعل سے اُس کے حسب خواہش نتیجہ برآمد ہو گا اور جس شخص کو اُس کے فعل کے نتائج کا پہلے سے علم رہتا ہے گویا وہ ان نتائج کے پیدا کرنے کی نیت رکھتا ہے۔ لیکن اس میں بعض صورتیں ایسی پیش آتی ہیں جن میں مرتکب فعل کو اپنے فعل کے نتائج کا پہلے سے علم ہونے کے بغیر وہ اُن کے پیدا کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے یعنی یہ ایسے نتائج ہوتے ہیں جن کے ظہور کا پہلے سے مرتکب کو نہ تو یقین ہوتا ہے اور نہ احتمال قوی بلکہ اُن کے برآمد ہونے کے متعلق محض اُس کی خواہش ہوتی ہے اور اس کا عکس وہ شکل ہے جس میں اگرچہ مرتکب کو اپنے نتیجۂ فعل کا پہلے سے علم رہتا ہے وہ اس امر کا پہلے سے بخوبی اندازہ کر لیتا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ اس خیال کے خلاف رائے کا اظہار کیا ہے لیکن مزید غور کرنے سے مجھ کو یہ رائے بدل دینی پڑی۔ قبل ارتکاب فعل مرتکب کے ذہن میں اپنے فعل سے جن نتائج کا پیدا ہونا یقینی اور ضروری ہے اُن کو میں نے سابق کے مطبوعات میں نتائج مبنی بر نیت قرار دیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

کہ اُس کے فعل سے جو عام نتیجہ پیدا ہونے والا ہے اُس کے سلسلے میں ایک مخصوص نتیجہ لامحالہ ظہور پذیر ہوگا لیکن اس مخصوص نتیجے کے پیدا کرنے کی اُس کی خواہش نہیں ہوتی بلکہ وہ اُس سے متنفر رہتا ہے اور اس لیئے اس قسم کا مخصوص نتیجہ اُس کی نیت پر فی الواقع مبنی نہیں ہوتا۔ مثلاً اگرچہ بادشاہ داؤد کا اوریا کو جو بنی ہرطات سے تھا میدان جنگ میں اُس وقت جبکہ گھمسان کارن پڑ رہا تھا فوج کے آگے رہ کر دشمنوں کو ہٹانے کا حکم دینا اس امر کی دلیل ہے کہ بادشاہ مذکور کی نیت اوریا کو ہلاک کرانے کی تھی[1] لیکن اُس کے اس یقین کی بابت کہ دوسرے سپاہیوں میں سے اکثر جو اوریا کے ساتھ دفع دشمن کے لیئے آگے بڑھے تھے ضرور ہلاک ہوں گے ازروئے واقعہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اُن کی ہلاکت بھی اُس کی نیت اور ارادے کا نتیجہ تھی لیکن یہ امر قابل غور ہے کہ واقعہ مستذکرۂ صدر اور عموماً دوسری صورتوں میں مرتکب فعل ناجائز کی ازروئے قانون ایک ایسی نیت قرار دی جاتی ہے جسکا ازروئے واقعہ وجود نہیں ہوتا ہے یعنی مرتکب کی غفلت سے جو نتائج اُس کے فعل کے پیدا ہوتے ہیں وہ ازروئے قانون اُس کی نیت سے منسوب کیئے جاتے ہیں۔ مثلاً جو شخص ارادۃً دوسرے کو ضرر جسمانی پہنچاتا ہے اور اگر اس ضرر کے سلسلے میں اُس کی موت واقع ہو جائے تو مرتکب حالانکہ اُس کی نیت ضرر رسیدہ کو قتل کرنے کی ہرگز نہیں ہوتی ہے قتل عمد کا مجرم قرار پاتا ہے[2]۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے مقدمات میں ازروئے قانون ملزم کی جس نیت سے استدلال کیا جاتا ہے وہ اُس کی نیت نہیں بلکہ نیت معنوی ہے اور اس

[1] جس تلمیح کی طرف مصنف نے اس مقام پر اشارہ کیا ہے وہ اہل اسلام کے عقیدے کے خلاف ہے اصل میں یہ یہودیوں کی روایت ہے۔ قرآن مجید سے عصمت انبیا ثابت ہے حضرت داؤد علیہ السلام اُن انبیاء میں سے ایک نبی ہیں جنکی نبوت پر ایمان لانے کا مسلمانوں کو قرآن پاک میں حکم دیا گیا ہے لہذا ایسے نبی سے ارادۃً یا بربنائے غفلت کسی گناہ کا سرزد ہونا خلاف احکام الٰہی اور ایک بعید از عقل معلوم ہوتا ہے۔ (از مترجم)۔

[2] قانون فوجداری مرتبہ اسٹیون فصل ۲۲۴ طبع پنجم۔

دوسری نیت کے متعلق ایک ایسا عام اصول بیان کرنا جس کا اس قسم کے تمام مقدمات پر اطلاق ہو سکے ناممکن ہے کیونکہ اس امر کا تعلق ہر ایک سلطنت کے نظام قانونی کے امور تفصیلی (یعنی ضابطہ) سے ہے۔ بعض مقدمات میں یہ بھی طے ہوا ہے کہ مرتکب اپنے افعال کے قدرتی اور لازمی نتائج کی پہلے سے نیت رکھتا ہے اور اور ملزم کے متعلق اس قسم کی رائے قائم کرنا ایک قیاس قانونی ہے[۱] لیکن یہ ایک نہایت وسیع اور مبہم مقولہ ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو وہ فرق اور امتیاز جو قانوناً فعل ناجائز مبنی بر نیت اور فعل ناجائز مبنی بر غفلت میں کیا جاتا ہے باقی نہیں رہتا ہے بلکہ ہر ایک فعل ناجائز مبنی بر غفلت جرم بالارادہ میں ضم ہو جاتا ہے۔ لیکن صحیح تر قول یہ ہے کہ برطانوی سلطنت کے قانون تعزیری میں وہ تمام نتائج فعل جو مرتکب کی غفلت سے نہیں بلکہ اس کی بے احتیاطی سے پیدا ہوتے ہیں اس کی نیت پر مبنی سمجھے جاتے ہیں یعنی یہ ایسے نتائج ہیں جن کے پیدا ہونے کا مرتکب کو قبل وقوع فعل احتمال قوی رہتا ہے اور وہ ان کے ظہور کا اندازہ بھی کر لیتا ہے[۲] بہرحال اس مقولے کا جو کچھ بھی منشا ہو اور اس کی صحت خواہ

---

[۱] بادشاہ انگلستان بنام ہاروی بارن وال اور کرس ویل جلد ۲ صفحہ ۲۶۴ "فریق ملزم کے متعلق قیاس قانونی یہ ہے کہ وہ اپنے فعل کے ضروری اور قدرتی نتیجے کے برآمد ہونے کی نیت رکھتا ہے" اس نظیر کا مقابلہ کرو فری مین بنام پوپ کے مقدمے سے جس کا فیصلہ چانسری اپیلز جلد ۵ صفحہ ۵۴۰ پر چھپا ہے اس کے علاوہ بمقدمہ قرسر جوکیطرفہ فیصلہ کوینز بینچ ڈیوژن جلد ۱۱ صفحہ ۲۹۸ میں شائع ہوا ہے قابل دید ہے۔

[۲] قانون تعزیری مؤلفہ کینی صفحہ ۱۴۸ طبع ہفتم "غرض میں ہمیشہ خواہش کا خیال شامل رہتا ہے اور ایسا ہی معمولی بول چال میں نیت سے مراد غرض لی جاتی ہے کیونکہ محاورۂ زبان میں انسان کا کسی فعل کو ارادۃً کرنا کہا جاتا ہے جس کے کسی نتیجے یا نتائج کو پیدا کرنے کی اس کی خواہش ہوتی ہے اور جس قسم کے نتیجے کے پیدا کرنے کا اس کو ملال ہوتا ہے وہ اس فعل کا مرتکب اپنی خواہش اور تمنا سے نہیں ہوتا لیکن اس کے برعکس قانون میں اصطلاح نیت کا اطلاق مثل لفظ خصومت (Malice) (کینہ وبغض) ان تمام نتائج پر کیا جاتا ہے جن کے پیدا ہونے کا یا نہ ہونے کا مرتکب کو

کیسی ہی کیوں نہ ہو مگر یہ کہنا بالکل ٹھیک ہے کہ متذکرہ صدر تعزیرات کی رو سے کسی ناجائز اور خلاف قانون فعل کے جس قدر نتائج ہیں وہ ہمیشہ مرتکب کی نیت پر مبنی سمجھے جاتے ہیں۔ چنانچہ اسی بنا پر اصطلاح نیت کا دائرہ مفہوم قانون میں واقعے اور حقیقت کی بہ نسبت زیادہ وسیع ہے۔ جو شخص پہلے سے اپنے فعل کے نتائج سے واقف رہتا ہے اُس کو قانون میں اس امر کے انکار کا موقع نہیں دیا جاتا کہ فلاں نتیجہ فعل اُس کی نیت پر مبنی ہے۔ چنانچہ اسی اُصول کو عدالتوں نے ارادتاً جائداد کو ضرر پہنچانے کے جرم کے متعلق جس کا نفاذ قانون موضوعہ کے ذریعے سے ہوا ہے طے کیا ہے[1]۔ وہ مرتکب کا فعل کو ارادتاً کرنا اُس وقت سمجھا جائیگا جبکہ وہ ضرر پہنچانے کی نیت سے اسکا ارتکاب کرتا ہے یا اس امر سے واقف ہو کر اس فعل کو انجام دیتا ہے کہ اُسکے ارتکاب سے (جائداد غیر کو) ضرر پہنچیگا۔" چونکہ معاشرتی اور ملکی انتظامات کو قائم رکھنے کی غرض سے فعل ناجائز مبنی بر غفلت کی زیادہ خطرناک اور موثر صورتوں میں مرتکب پر اس ذمہ داری یا مزید ذمہ داری کے عائد کرنے کی ضرورت ہے جو فعل ناجائز مبنی بر نیت کی شکل میں اُس پر عائد کی جاتی ہے۔ کیونکہ ارادتاً فعل ناجائز کا مرتکب ہونا بنفسہ ایک جرم عظیم ہے۔

فصل ۱۳۴ نیت اور تحریک

انسان جس کسی فعل ناجائز کا ارتکاب کرتا ہے شاذ و نادر ہی اس کی نیت اور خواہش میں وہی ایک فعل ہوتا ہے اور شاذ و نادر ہی اُسی ایک فعل کے واسطے وہ اس جرم کا مرتکب ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات مرتکب کی ایک آخری غیت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ قبل وقوع فعل احتمال قوی رہتا ہے یعنی فعل کے تمام نتائج خواہ انکے پیدا کرنے کے متعلق مرتکب کی خواہش ہو یا اُن کے پیدا ہونے یا نہ ہونے کی بابت اندازہ کرنے میں اُس سے بے احتیاطی ہو جائے اُسکی نیت پر مبنی سمجھے جاتے ہیں۔"

[1] ردر بنام ناٹ (۱۸۹۳ء) کوئینز بینچ جلد ۱ صفحہ ۱۷۸ قول رسل لارڈ چیف جسٹس ۱۲۔

یا علت غائی بھی ہوتی ہے جس کی تمنا میں اور جس کے حصول کے واسطے وہ اپنے فعل ناجائز کو ایک ذریعہ قرار دیتا ہے۔ ایک شخص جو دوسرے کو نقصان پہنچاتا ہے اُس کی غرض وہ فائدہ ہے جو دوسرے شخص کے نقصان سے پہلے شخص کو حاصل ہوتا ہے پہلا شخص اس مقصد آخری کے حاصل کرنے کی اسی طرح سے نیت رکھتا ہے جس طرح سے اُس کا ارادہ اس فعل ناجائز کے ارتکاب کا ہوتا ہے جس کے ذریعے سے وہ اپنی اس غرض آخری کو حاصل کرنا چاہتا ہے لہذا مجرم کی نیت کے دو جدا گانہ اجزا نیت ابتدائی اور نیت غائی ہیں۔ پہلی نیت کا تعلق مرتکب کے فعل ناجائز سے ہے لیکن دوسری نیت اور اُس کے فعل ناجائز میں کوئی نسبت نہیں ہوتی بلکہ اس کا تعلق اُس غرض یا سلسلۂ اغراض سے ہوتا ہے جن کے حاصل کرنے کے لیئے مرتکب سے فعل ناجائز سرزد ہوتا ہے۔ مثلاً چور کی نیت بلا واسطہ کسی دوسرے شخص سے اُس کا روپیہ لے لینا ہوتی ہے لیکن اُس کی نیت غائی اپنے لیئے اس روپیے سے غذا کا خرید کر مہیا کرنا یا اپنے قرضے کی ادائی ہوتی ہے اور اسی نیت غائی کو تحریک فعل کہتے ہیں۔

نیت بلا واسطہ یا نیت ابتدائی مرتکب کی مجموعی نیت کا وہ جزو ہے جو اُس کے فعل ناجائز سے منطبق ہوتا ہے یعنی فعل ناجائز کا ارتکاب نیت ابتدائی کے ضمن میں کیا جاتا ہے اور نیت آخری یا تحریک اُس کی نیت مجموعی کا وہ جزو ہے جو اُس کے فعل ناجائز کے حدود سے خارج رہتا ہے۔ جس طرح فعل کے واسطے نیت سے محدود ہونا ضرور نہیں ہے اُسی طرح نیت کے لیئے اس فعل سے محدود ہونا جس کے ذریعے سے اُس کا ظہور ہوتا ہے لازم نہیں ہے مجرم کی نیت ابتدائی اُس کی وہ غرض ہے جس کی تکمیل کے لیئے وہ فعل ناجائز کا ارتکاب کرتا ہے اور اُس کی نیت آخری یا تحریک فعل اُس کی وہ اصلی غرض ہے جس کے حصول کے لیئے وہ فعل ناجائز کا مرتکب ہو کر اُس فعل کو وہ غرض اصلی کے حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیتا ہے لہذا ہر ایک فعل ناجائز کے متعلق دو سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ مرتکب نے فعل کو کس طرح سے کیا ارادتاً یا حادثتاً؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ

اگر اُس نے فعل کا ارتکاب ارادتاً کیا ہے وہ اس کا کیوں مرتکب ہوا پہلے سوال کے ذریعے سے مرتکب کی نیت ابتدائی دریافت کی جاتی ہے اور دوسرے سوال کا تعلق اُس کی نیت آخری یا تحریک فعل سے ہے۔

مرتکب اپنی جس نیت آخری کے حاصل کرنے کے لیئے ایک فعل ناجائز کا ارتکاب کرتا ہے وہی اُس کے دوسرے فعل ناجائز کے ارتکاب کا سبب بن جاتی ہے مثلاً میرا کھوٹے روپے بنانے کی غرض سے ایک سکہ (ٹھپا) تیار کرنا دلیل ہے اس امر کی کہ میں کھوٹے روپیوں کو چلانے اور جاری کرنے کی غرض سے اُن کو بناتا ہوں اور اُن کے جاری کرنے میں میری نیت دوسروں کو فریب دینا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان میں کا ہر ایک فعل بذات خود ایک جرم ہے یا جرم ہوسکتا ہے اور جس نیت کے ساتھ ان میں کا کوئی ایک فعل کیا جاتا ہے وہ اس فعل کے لیئے مرتکب کی نیت ابتدائی ہے۔ ان افعال کے لحاظ سے جو اس سلسلے میں زیر بحث فعل کے پہلے واقع ہوتے ہیں وہ مرتکب کی نیت آخری یا تحریک ہے۔

بعض صورتوں میں نیت آخری یا تحریک منفرد اور بسیط ہونے کے بجائے مخلوط ہوتی ہے اور ایسی اشکال میں مرتکب ایک تحریک کی بنا پر نہیں بلکہ دو یا دو سے زیادہ تحریکات کی وجہ سے فعل کا ارتکاب کرتا ہے۔ مثلاً ایک شخص جو دوسرے پر فوجداری نالش کرتا ہے اُس کی دو تحریکات ہوسکتی ہیں۔ مستغیث کی ایک خواہش تو اپنے حق میں حکومت کا انصاف دیکھنا ہوتی ہے اور دوسری خواہش کی بنا پر وہ مدعا علیہ سے اپنی خصومت اور کینے کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ ایسا ہی ایک شخص اپنا دیوالہ نکالنے کے اکیروز پہلے اپنے دائنین سے کسی ایک دائن کو دوسروں پر ترجیح دے کر اُسکا دین ادا کر سکتا ہے اور ایسا کرنے میں کچھ تو اُس کی خواہش دوسرے دائنین کو نقصان پہنچا کر اس ایک مخصوص دائن کو فائدہ پہنچانا اور کچھ اپنی ذات کو نفع پہنچانا ہوتی ہے لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ اس

قسم کے دیوالیہ کے ساتھ قانون کس طرح سے پیش آتا ہے۔ اسکے متعلق آگے تفصیل سے بیان کیا جائے گا مگر اس مقام پر اس قدر ذکر کر دینا کافی ہے کہ بعض وقت قانون میں مرتکب کی ذمہ داری اسکی تحریک فعل پر منحصر ہوتی ہے چنانچہ انگلستان کے قانون دیوالہ کی رو سے ہر ایک ایسے قرضے کی ادائی جو دیوالہ نکالنے کے چند ساعت یا نہایت قلیل مدت پیشتر دیوالیہ کسی ایک دائن کو دوسرے دائنین پر ترجیح دے کر ادا کرتا ہے مبنی بر فریب سمجھی جاتی ہے قانون مذکور میں وہ نیت سے جس کے ساتھ" یا اسی قسم کے جو الفاظ ہیں انکی تعبیر کرنے میں ایک قسم کی متعدد اور مخلوط تحریکات فعل کی وجہ سے عدالتوں کو سخت دشواری پیش آتی ہے۔ فیصلہ جات عدالت کے ذریعے سے عبارت محولہ پر جو روشنی ڈالی گئی ہے اور جو اس کے تعبیرات کیے گئے ہیں اُن کی رو سے اس نیت کی جس کا قانون متذکرہ صدر میں ذکر ہے چار جداگانہ مفہوم ہیں۔ (۱) جس نیت کا اس قانون میں حوالہ دیا گیا ہے اُس سے مرتکب کی وہ خاص نیت مراد ہے جو اُس کے ارتکاب فعل کا سبب ہوتی ہے۔ (۲) ایسی متعدد تحریکات فعل میں سے جو ایک ہی قسم کی اور ایک وقت میں پیدا ہوئی ہوں کسی ایک تحریک کا ثابت کیا جانا مرتکب کی نیت کے قرار دینے کے لیے کافی ہے (۳) اس قانون میں جس نیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ مرتکب کی خاص اور اصلی نیت ہے سلسلۂ فعل میں جن دوسری نیتوں کا مرتکب سے اظہار ہوتا ہے وہ اس مخصوص نیت کے مقابلے میں ذیلی اور تابع متصور ہوتی ہیں (۴) نیت محولہ ایک قسم کی فیصلہ کن نیت ہے اگر ایسی نیت کا وجود نہ ہو تو مرتکب سے اُس کے فعل کا ارتکاب نہیں ہوتا اس کے سوائے مرتکب کی جس قدر نیتیں ہیں وہ اس کے فعل کی تحریکات قرار پانے کے لیے مکتفی نہیں ہو سکتی ہیں بہرحال اس امر کا تعلق

کہ ان چار بیان کردہ معنوں میں سے کس مفہوم کا صحت کے ساتھ
مقدمۂ زیر تصفیہ پر اطلاق ہو سکتا ہے مسئلۂ تعبیر سے ہے[1]

فصل ۱۳۵ خصومت

ارتکاب فعل ناجائز بالارادہ کے متعلق جو قانون اور نظریہ ہے
قریب قریب ویسا ہی قانون لفظ خصومت کے متعلق ہے اور اسی طرح سے
اس لفظ کا بھی قانون میں استعمال ہوا ہے اس لفظ کے دو مفہوم ہیں ایک مفہوم
زیادہ تنگ اور دوسرا زیادہ وسیع ہے تنگ مفہوم کا معمولی بول چال سے
اور وسیع مفہوم کا تعلق قانون سے ہے۔ مفہوم تنگ کے لحاظ سے لفظ خصومت
کے معنی بد خواہی کینہ اور دشمنی کے ہیں لیکن قانون میں جو اس کا وسیع مفہوم
استعمال کیا جاتا ہے اُس کے معنی نیت ناجائز یا نیت مجرمانہ ہیں۔ نیت مجرمانہ
میں ہر ایک ایسی نیت داخل ہے جو ازروئے قانون ناجائز سمجھی جاتی ہے
یا جس کو قانون اپنی ضرورت سے ناجائز قرار دینا مناسب خیال کرتا ہے اور
اس بنا پر قانون میں اس قسم کی نیت کے سبب سے صاحب نیت پر ذمہ داری
عائد کی جاتی ہے۔ اس نیت کے ساتھ جو فعل کیا جاتا ہے اُس کو زبان قانون
میں خصومتانہ کہتے ہیں۔ انگریزی قانون میں الفاظ خصومت اور خصومتانہ کا جو
استعمال کیا گیا ہے وہ بلا دلیل نہیں ہے۔ لفظ خصومت (Malice) اصل میں
لاطینی لفظ (Malitia) سے مشتق ہے جس کے معنی بدی اور برائی کے ہیں خواہ
جسمانی برائی ہو کہ اخلاقی یعنی انسان کا طبعاً بد اور بدکار ہونا یا اپنے چال چلن سے
اور افعال جسمانی سے بدی اور بدکاری کا اظہار کرنا ہے بہرحال لفظ ملیشیا کے معنی

---

[1] اس مضمون پر جو بحث کی گئی ہے اُس کے متعلق دیکھا جائے فیصلہ یک طرفہ
بمقدمۂ ہل چانسری ڈویژن جلد ۲۲ صفحہ ۶۹۵۔ فیصلۂ باؤلن لارڈ جسٹس جو
اس رپورٹ کے صفحہ ۷۰۴ پر شائع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ دیکھا جائے فیصلہ یک طرفہ
بمقدمۂ ٹیلر کوئینز بینچ ڈویژن جلد ۱۸ صفحہ ۲۹۵۔

محض بدخواہی اور دشمنی کے نہیں بلکہ بدی اور گناہ کے بھی ہیں اور اس لیئے انگریزی قانون میں جو لفظ میلس بمعنی خصومت استعمال کیا جاتا ہے اُس میں بُری غرض تدبیر نیت اور تحریک اور ہر ایک قسم کی بدی اور بُرائی داخل ہے[1]

اس کے قبل نیت کی دو قسموں کا بیان ہو چکا ہے نیت بلا واسطہ اور نیت آخری اور اس آخری نیت ہی کو تحریک کہتے ہیں۔ اصطلاح خصومت کا اطلاق نیت کی ان دونوں قسموں پر کیا جاتا ہے اور اس وجہ سے اس اصطلاح کا مفہوم اس قدر مبہم ہو گیا ہے کہ بادی النظر میں اُس کے سمجھنے میں ناظرین کو پریشانی ہوتی ہے لہذا میں اس ابہام کے متعلق وضاحت کر دینا چاہتا ہوں۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں فعل خصومت سے یا خصومتانہ طور پر کیا گیا ہے تو ہمارے اس قول کے دو جدا گانہ مطالب ہوتے ہیں۔ اس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ وہ فعل ارادتاً کیا گیا ہے اور اس کا دوسرا مفہوم فعل مذکور کا نیت مجرمانہ سے کیا جاتا ہے چنانچہ ایسے مرکب الفاظ کے ٹکڑوں میں جیسا کہ خصومتانہ قتل انسان (قتل انسان مبنی بر خصومت) خصومتانہ ضرر رسانی بہ جائداد میں خصومتانہ کے معنی بلا ارادہ یا مبنی بر نیت ہیں۔ مثلاً اگر میں کسی شخص کے مکان کو ارادتاً آگ لگا دوں تو میرا اُس مکان کو جلا دینا خصومتانہ کہلاتا ہے ورنہ میرا اُس کو آگ لگانا مبنی بر غفلت ہے۔ یہ بات بالکل صاف ہے کہ ان تمثیلات میں جو لفظ خصومتانہ استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد مرتکب کی نیت آخری یا تحریک نہیں ہے لیکن اس کے برعکس ایسی عبارت میں جیسا کہ خصومت سے استغاثہ پیش کرنا یا خصومتانہ نالش فوجداری کا دائر کرنا ہے خصومت اور خصومتانہ سے مراد ایسی تحریک ہے جس کی بنا پر مدعی استغاثہ یا نالش فوجداری دائر کرتا ہے لیکن وہ تحریک قانون میں پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھی جاتی ہے۔ مثلاً جس استغاثے کے پیش کرنے میں مدعی کی نیت آخری یا غرض اصلی مدعا علیہ کو پریشان کر کے اُس سے روپیہ وصول کرنا ہو تو وہ

---

[1] اس کی مثال کے لیئے دیکھو ڈائجسٹ ۴-۳-۱ مترجم۔

استغاثۂ خصومتانہ ہے۔ ایسا ہی اس ازالۂ حیثیت عرفی کی نالش میں جس میں مدعا علیہ کو مدعی کی توہین کا استحقاق ہو مدعی کو خصومت مدعا علیہ کے متعلق اس امر کو ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ اس توہین سے مدعا علیہ کی نیت آخری مدعی سے بجبر روپیہ وصول کرنا ہے[1]

ہرچند قانون رومی میں لفظ ملیشیا (خصومت) استعمال ہوا ہے لیکن جو اصطلاح اس قانون میں نیت ناجائز کے لئے استعمال کی جاتی ہے وہ ڈولس (Dolus) ہے بلکہ زیادہ صحیح اصطلاح ڈولس میلس (Dolus malus) ہے۔ نیت مجرمانہ کی دو قسمیں یا شکلیں ڈولس اور کلپا (Culpa) جرم) ہیں۔ بہرحال تنگ مفہوم کے لحاظ سے ڈولس سے مراد وہ نیت مجرمانہ ہے جس کے لیے انگریزی قانون میں اصطلاح فریب یعنی دھوکا یا دغا دینے کی نیت[2] استعمال کی جاتی ہے۔ اس محدود مفہوم سے ترقی پا کر ڈولس کا دائرۂ مفہوم وسیع ہوتا گیا ہے تا ایں کہ ہر ایک قسم کے فعل ناجائز مبنی بر ارادہ کے لیے اس کا استعمال ہونے لگا اور اب یہ لفظ انھیں عام اور وسیع معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے لیکن انگریزی قانون کی اصطلاح فریب کے مفہوم کو کبھی ایسی وسعت نصیب نہیں ہوئی اس پر بھی یہ اصطلاح ذومعنی ہونے کے سبب سے اصطلاح ڈولس کے

[1] خصومت کے جو دو مفہوم متن میں بیان کئے گئے ہیں انمیں سے صرف ایک مفہوم پر اس مشہور تعریف کا جو برومیج بنام پروسیر کے فیصلے میں (بارن دل اور کلارنگین جلد ہم صفحہ ۲۴۷ - آر - آر - جلد ۲۸ صفحہ ۲۴۱ بیان ہوئی بخوبی اطلاق ہوتا ہے "خصومت کا عام مفہوم ایک شخص کا دوسرے سے بدخواہی کرنا ہے اور معمولی بول چال میں یہ لفظ انھیں معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے لیکن قانون میں اس لفظ سے مراد ایسا فعل ناجائز ہے جو بغیر کسی جائز عذر کے ارادتاً کیا جاتا ہے"۔ اسی مضمون کی بابت بابین لارڈ جبلس کا فیصلہ بمقدمۂ مغل اسٹیم شپ کمپنی بنام میک گریگر گاؤ اینڈ کمپنی کوئینز بینچ ڈیویژن جلد ۲۳ صفحہ ۶۱۳ اور لارڈ واٹسن کا فیصلہ بمقدمۂ ایلن بنام فلڈ (۱۸۹۸ء) اپیل کیسیز صفحہ ۹۴ قابل دید ہیں۔

[2] ڈائجسٹ ۴-۳-۱-۲-

مشابہ ہے۔ جیساکہ ابھی بیان کیاگیا ہے اس کے تنگ معنوں کے لحاظ سے اس کا مطلب دھوکا دہی اور دغا ہے اور اس لئے لفظ فریب جبر کا ضد سمجھا جاتا ہے لیکن مفہوم وسیع کے لحاظ سے اس میں ہر ایک قسم کی بد دیانتی داخل ہے یعنی انسان ناجائز رویہ جو کسی اس خواہش کا نتیجہ ہوتا ہے جس کی بنا پر وہ دوسروں کو ضرر پہنچاکر اپنا فائدہ کرتا ہے۔ ان معنوں کے لحاظ سے فریب ضد ہے خصومت کی اور معمولی بول چال میں اسکا یہی مفہوم سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً اگر مجھے دوسروں کو دھوکا جبر یا کسی اور ذریعے سے نقصان پہنچاکر اپنا مالی فائدہ کرنا منظور رہو اور یہی میرے فعل ناجائز کی تحریک قرار پائے تو جو فعل اس مقصد برآری کیلئے مجھ سے سرزد ہوتا ہے وہ مبنی بر فریب کہلائیگا۔ لیکن اگر میرے فعل کی تحریک کا صرف اس قدر مقصد ہو کہ ایک دوسرے شخص کو نقصان پہنچنے سے مجھے خوشی حاصل ہوتی ہے اور مجھے اس کے نقصان سے اپنے کو کسی قسم کا فائدہ پہنچانا منظور نہیں ہے تو میرا فعل جس کا میں اس غرض کے حاصل کرنے کے لیئے مرتکب ہوتا ہوں مبنی بر خصومت کہلائیگا۔ مال کو چرانا مبنی بر فریب ہے یعنی فریب کے ذریعے سے انسان سرقے کا ارتکاب کرسکتا ہے لیکن جائداد کو ضرر پہنچانا مبنی بر خصومت ہے۔

فصل ۱۳۶ تعلق و عدم تعلق تحریک

اس کے قبل ابھی اس بات کا ذکر آچکا ہے کہ جب کبھی کسی شخص کی ذمہ داری معرض بحث میں ہوتی ہے تو اس امر کی تحقیق کی جاتی ہے کہ اس شخص کی نیت بلاواسطہ کو کس طرح سے اور کس حد تک اُس کے فعل سے تعلق ہے۔ اگرچہ انسان کی ذمہ داری کے متعلق کسی عام قاعدے کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے لیکن یہ ایک صریح بات ہے کہ جب تک کسی شخص کا فعل اُسکے ارادے یا غفلت پر مبنی نہ ہو وہ اپنے فعل کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بہر حال جب تک مرتکب فعل سے دو اہم اور باضابطہ شرائط کی خلاف ورزی

سرزد نہ ہو اس پر کسی قسم کی تعزیری ذمہ داری عائد نہیں کی جا سکتی یعنی مرتکب کی نیت اور غفلت کا ثابت کیا جانا لازم اور مشروط ہے۔

اس فصل میں میرا مقصد نیت آخری یا علت غائی کو بیان کرنا ہے۔ نیت آخری ایک ایسی حالت ہے جس کا تعلق فعل مرتکب کے ساتھ ہوتا ہے۔ قانون میں کس حد تک تحریک مجرمانہ پر غور اور لحاظ کیا جاتا ہے کس حد تک عدالتیں ارتکاب جرم کے سبب کو نہیں بلکہ مرتکب کی غرض اور غایت کو دریافت کرتی ہیں کس حد تک خصوصیت جس کا مفہوم مرتکب کی تحریک ناجائز ہے جرم قانونی کا ایک جزو ترکیبی سمجھی جاتی ہے۔

ہر چند ان سوالات کا ایک عام جواب دیا جا سکتا ہے تاہم وہ بھی چند اہم مستثنیات سے خالی نہیں ہے۔ قانون میں تحریک فعل واقعۂ غیر متعلقہ سمجھی جاتی ہے۔ یہ ایک عام قاعدہ ہے اگر کوئی شخص کسی ناجائز تحریک کی بنا پر کسی فعل جائز کا ارتکاب کرے تو اس کی تحریک کی وجہ سے اُسکا فعل ناجائز نہیں ہو سکتا اور ایسا ہی کسی تحریک جائز کی بنا پر کوئی ناجائز فعل جائز نہیں قرار پا سکتا کیونکہ قانوناً جو کسی مرتکب فعل کے مقابلے میں جو مواخذہ کیا جاتا ہے اس کا اس فعل کے نتیجے اور انجام پر انحصار ہے اور قانوناً اس امر کی تحقیق نہیں کی جاتی کہ مرتکب نے کن وجوہ اور اغراض سے اس فعل کا ارتکاب کیا ہے۔

ایک فیصلے میں لارڈ ہوشل[1] نے تحریر فرمایا ہے کہ "اس میں شک نہیں کہ قانون انگلستان کا یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ جو فعل بادی النظر میں جائز معلوم ہو وہ ان تحریکات کی بنا پر جن کی وجہ سے اس کا ارتکاب کیا جاتا ہے ناجائز نہیں ہو سکتا اور نہ وہ قابل نالش ہی قرار دیا جا سکتا ہے"۔

اسی طرح ایک دوسرے فیصلے میں طے[2] پایا ہے کہ "اگر کسی شخص کی جائز تحریک کی بنا پر اس کا کسی شخص غیر کی جائداد کو اپنے استعمال میں لانا جائز ہے تو اس

---

[1] ایلن بنام فلڈ (۱۸۹۸ء) اپیل کیسیز صفحہ ۱۳۲۔
[2] کارپوریشن آف بریڈفرڈ بنام پکلز (۱۸۹۵ء) اپیل کیسیز صفحہ ۵۸۷ و نیز صفحہ ۵۹۸۔

شخص کا اُسی جائداد کو کسی ناجائز تحریک یا خصومت کی وجہ سے اپنے استعمال میں لانا ناجائز نہیں ہوسکتا۔" ایک دوسرے فیصلے میں لارڈ میگناٹن[1] کی رائے ہے کہ "اگر ہم تحریک فعل کی تحقیقات کی اجازت دیدیں تو پبلک (اہل ملک) کو فائدے کے عوض سخت نقصان پہنچیگا۔ بسا اوقات ایسا فعل جس کے خلاف مدعی نے اور بیجا کا طالب ہوتا ہے بنفسہٖ جائز اور بے ضرر ہوا کرتا ہے اور بسبب جواز فعل مرتکب کو اپنے فعل کے نتائج قانونی سے اندیشہ اور خوف کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے اور جو تحقیقات اس قسم کے افعال کی کی جاتی ہے اس کو سراسر غلط اور خلاف ضابطہ سمجھنا چاہیئے۔" تمثیلات ذیل سے فعل کے ساتھ تحریک کا عدم تعلق بہ آسانی ناظرین کتاب کے ذہن نشین ہوسکتا ہے۔ ہر مالک زمین کو ایک حد تک اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ اپنی زمین کو جس طرح چاہے استعمال کرے خواہ اُس کے ہمسایوں کی زمین اور مکانات کو اُس سے ضرر ہی کیوں نہ پہنچتا ہو۔ چنانچہ مالک زمین اپنے اپنے ہمسائے کے مجرائے روشنی کو جو اُس کی زمین پر سے گزرتا ہے مسدود کرکے ہمسائے کے مکان کے روشن دانوں کو بیکار بناسکتا ہے اسی طرح اگر وہ اپنی زمین پر ایک گڑھا کھودے تو اس کی وجہ سے اُس کے ہمسائے کی دیوار کو جو ایک بنیادی مدد اُس کی زمین سے پہنچتی ہے باقی نہیں رہ سکتی۔ ایسا ہی وہ اپنی زمین میں سے پانی کو کھینچ کر اپنے ہمسائے کے کنویں میں قلت آب پیدا کرسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مالکان اراضی کے اس قسم کے حقوق کی بنا اُن تحریکات پر نہیں رکھی گئی ہے جن کی وجہ سے مالکان زمین اس قسم کے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جن کا تمثیلات بالا میں بالاجمال ذکر کیا گیا ہے۔ قانون میں اس امر کا مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا کہ افعال متذکرۂ صدر کا ارتکاب مالک زمین اپنی نیک نیتی اور محض اپنی جائداد کو ترقی دینے کی غرض سے

---

[1] ایلین بنام فلڈ (۱۸۹۸ء) اپیل کیسیز جلد ۹۲ صفحہ ۱۵۲۔

کرتا ہے یا اُس کے ایسے افعال بدنیتی اور دوسروں کی جائداد کو ضرر یا نقصان پہنچانے کی غرض سے صادر ہوا کرتے ہیں۔ مالک زمین کو اپنی جائداد کے ساتھ جس طرح چاہے پیش آنے اور اُس کو اپنے عمل میں لانے کا اختیار حاصل ہے[1]۔

بہر حال اس قاعدے کے متعلق جس کی رو سے فعل کے ساتھ تحریک کا عدم تعلق قرار دیا گیا ہے چند اہم مستثنیات ہیں اور اُن کا زیادہ تر تعلق قانون تعزیری (تعزیرات و ضابطۂ فوجداری) سے ہے چنانچہ ذیل میں ان میں سے بعض مخصوص مستثنیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

فصل ۱۳۷۔ اقدام جرم

کسی ایسے جرم کا اقدام کرنا (جس کا الزام تحریری مصدقہ چوری کلاں ہو یا جو قابل دست اندازی پولس ہو) بذات خود ایک جرم ہے۔ ہر ایک جرم کا اقدام ایک فعل ہے جو اس نیت کے ساتھ سرزد ہوتا ہے کہ جس جرم کی تقدیم کی جاتی ہے اُس کا ارتکاب کیا جائے۔ اسی نیت آخری یا تحریک کو ہر ایک جرم کے اقدام کی بنا اور بنیاد سمجھنا چاہیئے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ فعل جس کے ذریعے سے اقدام جرم کا ظہور رہو بنفسہٖ قابل الزام و اعتراض نہ ہو لیکن ایسا فعل صرف اسی حالت میں مجرمانہ اور قابل الزام سمجھا جائیگا جبکہ اُس کے انجام دینے کی غرض اور غایت

---

[1] قانون روما اور قانون انگلستان میں اراضی متصلہ کے مالکوں کے حقوق کے متعلق اختلاف ہے پہلے قانون کی رو سے غیر کی اراضی وغیرہ کو مخاصمانہ طریقے سے جو ضرر پہنچایا جاتا ہے اس کے خلاف ضرر رسیدہ جائداد کے مالک کی دادرسی ہو سکتی ہے اور اس قسم کے ضرر پہنچانے والے کے خلاف جائداد متضرر کا مالک نالش دائر کر سکتا ہے ملاحظہ ہو ڈائجسٹ ۳۹-۳-۱-۱۲- جرمنی کے مجموعۂ ضابطۂ دیوانی دفعہ ۲۲۶ کی رو سے مالک زمین عموماً اپنے اس حق کی بنا پر دیدہ و دانستہ عمل نہیں کر سکتا اور نہ اس اختیار و حق کی وجہ سے عمداً غیر کو نقصان پہنچا سکتا اور اگر وہ اپنے اس قسم کے اختیار پر عمل کرنا بھی چاہے تو اس کا عمل ناجائز اور باطل قرار دیا ہے۔

مجرمانہ ہو۔ چنانچہ غذا میں سنکھیا کا شریک کرنا بذات خود ایک فعل جائز ہے کیونکہ احتمال ہو سکتا ہے کہ چوہوں کو ہلاک کرنے کی غرض سے مرتکب فعل نے ایسا کام کیا ہے۔ لیکن اگر کسی انسان کی جان لینے کی غرض سے کوئی شخص ایسا کام کرتا ہے تو اُس کا یہ فعل اسی غرض کی بنا پر اقدام قتل عمد سمجھا جاتا ہے لہذا ایسی صورتوں میں ان ممالک کے دساتیر قانونی میں جن کی بنا عقل وتدبیر پر رکھی گئی ہے تحریک فعل کو نظرانداز نہیں کیا گیا ہے بلکہ ارتکاب جرم میں تحریک ایک واقعۂ متعلقہ سمجھی جاتی ہے۔ چونکہ تحریک ہی کی وجہ سے فعل کے نتائج جو اس تحریک کے ذریعے سے کیا جاتا ہے مجرمانہ اور ضرررساں ہوتے ہیں اس لئے قانون میں اس قسم کی تحریک مجرمانہ قرار دی گئی ہے۔

اگرچہ ہر ایک اقدام جرم ایک ایسا فعل ہے جو نیت مجرمانہ کے ذریعے سے انجام پاتا ہے لیکن اس کا عکس صحیح نہیں ہے یعنی ہر ایک فعل جو نیت مجرمانہ کی بنا پر کیا جاتا ہے وہ اقدام جرم نہیں ہو سکتا کیونکہ ایسے فعل میں اور اس جرم میں جو بالآخر تکمیل کو پہنچتا ہے دوسرے واقعات کے حائل ہو جانے سے بُعد واقع ہوتا ہے اور مرتکب کی نیت کے مجرمانہ ہونے کے باوجود اس پر تعزیری ذمہ داری عائد نہیں کی جا سکتی۔ مثلاً اگر میں ایک شخص کی گھانس کی گٹھری کو آگ لگانے کی نیت سے ایک دیاسلائی کی ڈبیہ خرید کر لوں تو میرا یہ فعل جرم آتش زنی کا اقدام نہیں ہو سکتا لیکن اگر میں اُس گٹھری کے قریب جا کر ان دیاسلائیوں میں سے ایک دیاسلائی کو جلاؤں تو میری نیت میں ترقی ہونے سے مجھ پر اس جرم کے اقدام کا الزام عائد کیا جا سکتا ہے۔ نیت ارتکاب جرم ایک شئے ہے اور تیاری ارتکاب جرم شئے دیگر۔ لیکن ارتکاب جرم ان دونوں سے جدا ہے۔ بہرحال ان تینوں حالتوں میں فرق ہے اور ان کے نتائج قانونی بھی مختلف ہیں اور اسی بنا پر ہر ایک جرم کے چار مدارج اور اجزائے ترکیبی قرار دیئے گئے ہیں یعنی نیت، تیاری، اقدام اور تکمیل (اختتام)۔ ان میں کے پہلے دو مدارج یا اجزا عموماً غیر مجرمانہ اور ناقابل الزام سمجھے جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی فعل کی نیت رکھے اور اُس کو عملی جامہ نہ پہنائے تو اُس کی نیت اسی طرح سے غیر مجرمانہ

سمجھی جاتی ہے جس طرح سے اُس کا کوئی فعل بغیر کسی نیت کے اس سے سرزد ہوتا ہے اور اس شخص کی نیت بلا فعل اور فعل بلا نیت دونوں کے سبب سے اس پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں عائد کی جا سکتی بلکہ اصول یہ ہے کہ مرتکب کے ارادے اور فعل میں اتحاد و اتصال ہونا چاہیئے ارادہ سبب ہے اور فعل مسبب، جبتک ارادے کا فعل کے ذریعے سے ظہور نہ ہو ارادہ اور فعل دونوں ناقابل الزام متصور ہوتے ہیں، بعض صورتوں میں ایسے افعال تک قابل عفو سمجھے جاتے ہیں جن پر صرف تیاری جرم کا اطلاق ہو سکتا ہے حالانکہ نیت مجرمانہ کے دیباچے میں ان کا ارتکاب کیوں نہ کیا جاتا ہو مثلاً ہر ایک شخص ارتکاب جرم کی غرض سے پنجہ یا کوئی آلہ مہلک خرید سکتا ہے اور اس طرح کی خرید و فروخت کوئی جرم قانونی نہیں ہے۔ ان دونوں حالتوں کو قابل بازپرس نہ قرار دینے کی وجہ ظاہر ہے، یہ ایسی حالتیں ہیں کہ مرتکب ان میں اپنے ارادے کو تکمیل تک پہنچانے سے باز رہ سکتا ہے اور انجام کار کا اندازہ کر کے پیشیمان ہو سکتا ہے لیکن جرم کے آخری دو مدارج کی ایسی کیفیت نہیں ہے بلکہ اقدام اور تکمیل فعل کی بنا پر مرتکب اپنے فعل کا قانوناً ذمہ دار قرار پاتا ہے۔ لہذا مرتکب فعل کی بے گناہی اور ارتکاب جرم میں کیونکر تمیز کرنا چاہیئے؟ تیاری جرم اور اقدام جرم میں کیا فرق ہو سکتا ہے؟ کس حد تک کوئی شخص اپنی نیت مجرمانہ اور خواہشات نفسانی کی پیروی کر سکتا ہے اور جب اس کا نفس اُس کو ملامت کرے یا دشواری فعل وغیرہ سے وہ مایوس ہو جائے تو اُس کا راہ کج سے پلٹ کر راہ راست پر آ جانا قانون تعزیری کی گرفت سے کہاں تک اُس کی گلو خلاصی کرا سکتا ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا معقول اور تشفی بخش جواب دینے سے انگریزی قانون ساکت ہے۔ چنانچہ سر جیمز اسٹیفن نے اپنے مجموعۂ قانون تعزیری[1] میں اقدام جرم کی حسب ذیل تعریف کی ہے۔ "ہر ایک جرم کا اقدام ایک ایسا فعل ہے جو اُس جرم کے ارتکاب کی نیت سے کیا جاتا ہے اور اُس سلسلۂ افعال کا ایک جزو ہے

---

[1] آرٹیکل ۵۰ طبع پنجم۔

جو اس جرم کے ارتکاب کے لئے اختیار کیا جاتا ہے بشرطیکہ اس سلسلے کے واقعات سابق میں کسی قسم کی مزاحمت واقع ہوئی ہو اور اس سبب سے جرم تکمیل کو نہ پہنچا ہو لیکن اُس مقام اور حالت کی تعریف کرنی جہاں سے کسی جرم کے ارتکاب کے لئے افعال کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے ناممکن ہے بلکہ ہر ایک مقدمے کے حالات پر اس کا انحصار ہے اور ہر ایک مخصوص مقدمے کے لحاظ سے سلسلۂ افعال میں اُس مقام کا تعین کیا جا سکتا ہے جس مقام سے اس سلسلے کی ابتدا ہوتی ہے؟ لیکن اقدام جرم کی آن قانون داں حضرات کی نہ تو کافی ہدایت ہوتی ہے اور نہ اُس کے ذریعے سے کوئی ایسا اصول طے پاتا ہے کہ جسکی وجہ سے اقدام جعل کے الزام میں ملزم کے خلاف سیاہی اور کاغذ خریدنے کا ثبوت پیش ہونے پر تجویز اثبات جرم روک دی جا سکے۔

لیکن تعزیرات جرمنی میں اقدام جرم کی تعریف اس کے برعکس کی گئی ہے۔ اس تعریف کے مطابق اقدام جرم ایک ایسا فعل ہے جو کسی جرم کے ارتکاب کی غرض سے کیا جاتا ہے اور اُس کے ذریعے سے اس جرم کی تکمیل کی ابتدا ہوتی ہے یعنی جب تک ایسا فعل جرم مکمل کا ایک جزو ترکیبی نہ ہو اقدام جرم نہیں ہو سکتا اور اگر ایسا نہ ہو تو اس قسم کا فعل اقدام جرم نہیں بلکہ تیاری جرم سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ہماری رائے میں یہ تعریف بھی بالکل صحیح نہیں ہے اور نہ اس سے یہ مسئلہ بخوبی حل ہو سکتا ہے۔ اگرچہ تکمیل جرم کے وقت سے واقف ہونا کوئی دشوار امر نہیں ہے لیکن اس بات کا علم کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس طویل سلسلۂ افعال ابتدائی کی کس منزل یا مقام سے (جو کسی جرم کے ارتکاب کے لئے اختیار کیا جاتا ہے) اس جرم کی ابتدا ہوتی ہے؟ اس سوال کا بظاہر یہ جواب ہو سکتا ہے کہ ارتکاب جرم کی ابتدا اُس فعل سے ہوتی ہے جو اس سلسلۂ افعال میں سب سے پہلے ضروری نیت مجرمانہ کے ساتھ کیا جاتا ہے لیکن اس پر بھی اُس کے ایک فعل کا اُس سلسلے میں اس قدر دور واقع ہونا ممکن ہے کہ اس پر اقدام جرم کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہو سکتا اور نہ اس پر اقدام جرم کی بنا ہو سکتی ہے۔

اچھا تو پھر اس کے متعلق صحیح اصول کیا ہے؟ ہر چند یہ نہایت دقیق اور پیچیدہ سوال ہے تاہم اس کے متعلق ایک جواب دیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ ہر ایک جرم کا اقدام ایک فعل ہے لیکن اس فعل کی ایک خاص نوعیت اور ماہیت ہے اور اس خاص ماہیت کے سبب سے وہ فعل اس نیت مجرمانہ کی شہادت سمجھا جاتا ہے جس کا وہ نتیجہ ہوتا ہے اگر اقدام جرم کی کسی جسم سے تعبیر کی جائے تو اُس کے چہرے سے نیت مجرمانہ کا ظہور ہونا چاہیئے یعنی وقوع فعل سے مرتکب کی نیت مجرمانہ کا اظہار ہوتا ہے۔ واقعہ اپنے وقوع کو خود ثابت کرتا ہے۔ (Res ipsa loquitur) ۔ برخلاف اس کے جو فعل بنفسہٖ اور بظاہر بھی غیر مجرمانہ ہوتا ہے وہ کسی جرم کے اقدام کی بنا نہیں قرار دیا جا سکتا اور نہ کسی دوسرے طریقے پر مرتکب کی غرض اور غایت فعل کو ثابت کرنے سے اس کو اس فعل کی پاداش میں سزا دی جا سکتی ہے مثلاً دیا سلائی کا خریدنا جرم آتش زنی کے اقدام کی بنا نہیں ہو سکتا کیونکہ مشتری اپنے متعدد جائز اغراض کے لیئے دیا سلائی خرید سکتا ہے اور اُس کا یہ فعل بذات خود غیر مجرمانہ ہے لیکن تلبیس سکہ کی نیت سے کسی سانچے یا اوزار کا خریدنا جرم جعل کا اقدام ہے کیونکہ فعل کی ذات سے ہی نیت مجرمانہ کا اظہار ہوتا ہے اور اس قسم کا فعل ہی اس امر کی دلیل ہے کہ کسی جرم کی ابتدا اور اُس کی تکمیل کی غرض سے اس فعل کا ارتکاب کیا گیا ہے[1]۔ ایسا ہی

---

[1] نوٹ۔ حاشیۂ صفحہ نشان[1] مقدمہ رابرٹ، نظائر فوجداری مرتبہ ڈارسن صفحہ ۵۳۹۔ جارک بیرنٹ (رکن عدالت العالیۂ انگلستان) کی رائے مندرجۂ صفحہ ۱۵۵ قابل دید ہے جس کا ذیل میں اقتباس دیا جاتا ہے۔ "کسی جرم خفیف کا اقدام اُس وقت تک قابل دست اندازی پولس نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے متعلق چالان پیش کیا جا سکتا ہے جب تک اس امر کا اطمینان نہ کر لیا جائے کہ وہ اقدام ایک ایسا فعل ہے جو بذات خود تقریباً ایک جرم سنگین مقصود ہوتا ہو اور میرے خیال میں فعل زیر بحث بخوبی جرم سنگین کی حد تک پہنچتا ہے۔ مجھے اس امر کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ایک ملک غیر کے سکہ بنانے کے سانچے انگلستان میں سوائے اس نیت کے نہیں لائے جا سکتے کہ ان سے سکہ بنایا جائے۔ میری رائے میں اسکے سوا ان سانچوں کی درآمد سے

قتل عمد کے ارتکاب کی نیت سے بندوق کا خریدنا اور اُس کو بھرنا معمولی حالات اور اوقات میں قتل عمد کا اقدام نہیں ہے لیکن کسی بھری ہوئی بندوق یا طمنچے کو لیئے ہوئے کسی کی تاک میں چھپ کر بیٹھنا یا شست باندھنا یا گولی چلانا ایک ایسا فعل ہے جس سے اس نیت مجرمانہ کا اظہار ہوتا ہے جس کی بنا پر اس فعل کو کیا جاتا ہے اور اس لیئے ایسا فعل قابل سزا ہوتا ہے اگر اس مسئلے کی یہی تفسیر و توجیہ صحیح ہے تو جرم کی تیاری اور اقدام میں جو فرق کیا جاتا ہے اُس کی وجہ بخوبی ظاہر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تیاری جرم مرتکب کی نیت مجرمانہ ہے اور جس فعل کا وہ ارتکاب کرتا ہے وہ اسی نیت کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے لیکن اُس کو بے گناہ اور اُس کے فعل کو غیر مجرمانہ اس لیئے سمجھا جاتا ہے کہ اگر تیاری جرم کے خلاف شہادت لینے کا طریقہ رائج ہو جائے تو مخلوق خدا کو ناحق ان افعال کے لیئے سزا بھگتنی پڑے گی جو بذات خود غیر مجرمانہ ہیں اور جن کی نسبت کسی قسم کے الزام کا شبہہ نہیں ہو سکتا ہے کوئی شخص محض خیال رکھنے کی بنا پر سزا کا مستحق نہیں ہو سکتا کسی شخص کو اُسکی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ملزم کی کوئی دوسری غرض جائز نہیں پائی جا سکتی ہے" واٹسن جسٹس نے صفحہ ۱۵۱ پر اپنی رائے کا اس طرح اظہار کیا ہے کہ " فعل زیر بحث کا اس جرم کے ارتکاب سے براہ راست اتصال ہے جس کا قیدی پر الزام لگایا گیا ہے اور اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ ملزم کی نیت اور غرض الزام منسوبہ کے ارتکاب کے سوا کچھ اور نہ تھی" جورس چیف جسٹس نے اسی رپورٹ کے صفحہ ۱۵۰ پر حسب ذیل اپنی رائے کا اظہار کیا ہے کہ " ملزم کے قبضے سے ایسے اوزار اور آلات برآمد ہوئے ہیں کہ جن کا تعلق جرم منسوبہ کے سوا کسی اور شئے سے نہیں ہو سکتا اور اوزار مذکورہ کے برآمد ہونیسے اس امر کا بھی بخوبی اظہار ہوتا ہے کہ ملزم کی نیت اس جرم کے ارتکاب کی تھی اور جو آلات ملزم کے یہاں سے برآمد کیئے گئے ہیں اُن کا جرم منسوبہ کے سوا کسی اور کام میں استعمال نہیں کیا جا سکتا"

نیت اور غرض مجرمانہ کے لیئے اس وقت تک سزا نہیں دی جاسکتی جب تک اُس کی ایسی نیت کا کسی فعل علانیہ سے اظہار نہ ہووے۔ ظاہر ہے کہ اس اصول کی خلاف ورزی سے نہ صرف انتظام ملک میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے بلکہ انصاف کا خون کرنا ہے۔

اس کے علاوہ اقدام جرم کے نظریئے کی بابت ایک اور دشواری ہے۔ بعض افعال اس قسم کے ہوتے ہیں کہ اگرچہ جرائم کے ارتکاب کی نیت سے اُن کو کیا جاتا ہے لیکن ان افعال کے ذریعے سے ان جرائم کی تکمیل ناممکن ہوتی ہے، مثلاً اگر میں کسی شخص کی خالی جیب میں چوری کی نیت سے ہاتھ ڈال دوں اور اُس میں سے کوئی چیز میرے ہاتھ نہ لگے یا میں شکر کو سنکھیا باور کر کے کسی شخص کو کھلا دوں تو یہ میرا فعل کیا سمجھا جائیگا؟ قانون انگلستان کی رو سے مدتوں عدالتیں اس قسم کے فعل کے متعلق اقدام جرم کے اثبات کی تجویز کرتی رہی ہیں اور صدیوں تک لوگوں کا خیال رہا ہے کہ یہ سلسلہ افعال اور اُن واقعات کا اقدام جرم کا ایک جزو ہونا چاہیئے جو سلسلۂ افعال وغیرہ اس مخصوص جرم کے ارتکاب کے واسطے اختیار کیا جاتا ہے[1]۔ لیکن چند سال سے اُس خیال میں تبدیلی ہوگئی ہے اور گزشتہ چند برس کے عدالتی فیصلوں میں اصول سابقہ کے برعکس جدید اصول طے پائے ہیں[2]۔ اصول سابق کے مطابق کسی جرم کے اقدام کے لیئے تقدیم کرنے والے کے ذہن میں اُس کے نیتجہ فعل کی کامیابی کی امید و امکان کا پیدا ہونا ایک امر لازمی تھا لیکن حال کے نظائر نے طے کر دیا ہے کہ امکان کامیابی اقدام جرم کا کوئی ضروری عنصر

---

[1] ملکۂ معظمہ بنام کالنز لے اینڈ کمپنی صفحہ ۴۷۱۔

[2] ملکۂ معظمہ بنام رنگ لاجنرل مرتبۂ ملن اینڈ گریک صفحۂ ۱۱۶ - ملکۂ معظمہ بنام بروان کوئینز بینچ ڈیویژن جلد ۲۴ صفحہ ۳۵۷۔

نہیں ہے اور ہماری رائے میں بھی یہی اصول صحیح ہے برینہم مسئلہ دشواری سے خالی نہیں ہے اصول جدید کی تردید میں یہ دلیل پیش ہوسکتی ہے کہ جن افعال کے نتائج بے ضرر ہیں اور اُن کے ارتکاب سے کسی قسم کے نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہوسکتا ہے لہذا ایسے افعال کو زمرۂ جرائم میں داخل کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر ایک شخص اپنے دشمن کو سحر کے ذریعے سے ہلاک کرنے کی کوشش کرے تو کیا اس کا یہ فعل اقدام قتل عمد سمجھا جائیگا؟۔

فصل ۱۳۸ عدم تعلق تحریک دیگر مستثنیات

ناظرین اس بات سے واقف ہوگئے ہیں کہ انسان کی نیت آخری یا تحریک قانون میں ایک شئے غیر متعلق خیال کی جاتی ہے اور اس قاعدے کا سب سے پہلا استثناء اقدام جرم ہے۔ اس قاعدے کا ایک دوسرا استثنا بھی ہے اور اس میں ایسی تمام اشکال داخل ہیں جن میں ہر ایک جرم کی تعریف ایک مخصوص نیت پر مبنی رکھی گئی ہے۔ مثلاً راتوں کو نقب زنی کا جرم ایک شخص کا دوسرے شخص کے مکان مسکونہ میں کسی جرم سنگین کے ارتکاب کی نیت سے رات کے وقت بذریعہ نقب داخل ہونے پر مبنی ہے۔ ایسا ہی جعل کے لیئے فریب دہی کی غرض سے کسی جعلی دستاویز کا بنانا ضرور ہے۔ اس قسم کے ارتکاب جرائم کیلیئے جو افعال کئے جاتے ہیں ان تمام کا ماخذ خواہ کُلاً ہو کہ جزاً مرتکب کی نیت آخری ہوتی ہے اور اس نیت کی وجہ سے ان افعال سے نتائج بد پیدا ہونے کا اندیشہ کیا جاتا ہے اس لیئے قانون میں فاعل کی نیت آخری واقعہ متعلقہ قرار دیگئی ہے۔ اگرچہ نیت آخری کا تعزیری ذمہ داری سے تعلق ہے لیکن دیوانی کی ذمہ داری سے اس کو کچھ تعلق نہیں ہے یعنی تحقیقات جرائم میں نیت آخری واقعۂ متعلقہ لیکن تاوانی یا دیوانی نالشوں میں مرتکب کی نیت آخری واقعۂ غیر متعلقہ سمجھی جاتی ہے۔ دوسری قسم کے دعووں میں قانوناً صرف فعل زیر بحث کی تحقیقات کی جاتی ہے لیکن ان تحریکات کے متعلق جن کی بنا پر ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں کسی قسم کی دریافت

نہیں کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ دیوانی کے قانون میں بھی اس مضمون کے متعلق چند مستثنیات ہیں اور ان میں کے مخصوص مستثنیات وہ ہیں جو اس اصول میں داخل ہیں کہ کسی ناجائز تحریک اور خصومت کے بغیر جو مضرت بخش فعل کیا جاتا ہے وہ ضرر جائز متصور ہوتا ہے اور جب اس قسم کا فعل کسی ایسی تحریک کے ساتھ کیا جاتا ہے جو قانون میں پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھی جاتی ہو تو وہ رعایت باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ بعض اقسام کے ضرر جن سے منفرد اشخاص کو نقصان پہنچتا ہے رفاہ عام کی غرض سے قانون میں جائز سمجھے جاتے ہیں اور جب تک اس طرح کے ضرر سے عوام کو تھوڑا بہت فائدہ پہنچتا ہے اور اس کو جاری رکھنے کی معقول وجہ پائی جاتی ہے اس وقت تک قانون کی جانب سے اس کا انسداد نہیں کیا جاتا لیکن اس امتیاز اور رعایت کا بے جا استعمال شروع ہوتے ہی قانون اپنی سرپرستی کو مرتکب سے اٹھا لیتا ہے۔ بہر حال اس قسم کے جس قدر دعاوی ہیں ان کی بنیاد خصومت ہے اور خصومت ثابت کرنے کے بغیر مدعی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کے جرائم کی مثال ازالۂ حیثیت عرفی (جن صورتوں میں مُزیل کو توہین کی اجازت حاصل ہو) اور جھوٹے استغاثے کا پیش کرنا ہے۔ ان تمام اشکال میں مدعی پر خصومت مدعی علیہ کا ثابت کرنا لازم ہے کیونکہ اگر خصومت کا ثبوت نہ دیا جائے تو مدعی علیہ کے متعلق عدالت کو ضرر جائز کے احتمال کرنے کا موقع ملتا ہے اور یہ احتمال مدعی علیہ کی نیک نیتی پر مبنی سمجھا جاتا ہے۔

فصل ۱۳۹ - "حق ضرورت"

ارتکاب جرم بالارادہ کے نظریئے کی نسبت جو تحقیق و تفتیش ہم نے کی ہے ہم اس کو ایک مخصوص جرم کے بیان کے ساتھ ختم کرنا چاہتے ہیں اور اس فصل میں اس مخصوص شکل پر غور کرنا ہمارا مقصد ہے۔ اگرچہ اس صورت میں نیت تو موجود رہتی ہے لیکن نیت مجرمانہ مفقود سمجھی جاتی ہے۔ ذمہ داری کے مجبر و نظریئے کی رو سے کوئی فعل جس کا کرنا ضروری اور ناگزیر ہو خواہ فاعل اپنی

کامل نیت اور پوری توجہ سے ہی اُس کو انجام کیوں نہ دے جرم نہیں ہو سکتا چنانچہ یہ ایک مشہور ضرب المثل ہے کہ ضرورت قانون سے ناواقف ہوتی ہے، (ضرورت کے نزدیک قانون کا وجود و عدم برابر ہے) یہاں ضرورت سے مراد ایک ایسی تحریک ہے جو قانون ملک کے منشا کے خلاف ہوتی ہے اور صاحب ضرورت پر اس کا اس قدر اثر غالب ہو جاتا ہے کہ قانون میں جرائم کی جو سزائیں مقرر کی گئی ہیں اور جن کی وجہ سے انسان کے قلب پر جو خوف طاری ہوتا ہے وہ صاحب ضرورت کے دماغ سے زائل ہو جاتا ہے۔ حق مبنی بر ضرورت انسان کا ایک ایسا حق ہے کہ سزائے قانونی کا خوف اُسکو اس حق پر عمل کرنے سے باز نہیں رکھ سکتا۔ ارباب قانون کی رائے ہے کہ جن صورتوں میں تخویف اور دھمکی سے کام نہیں نکلتا ان اشکال میں قانون کو اُن حربوں سے مدد نہ لینی چاہیئے اور اگر سزا دینے پر عمل کیا جائے تو چند نفوس کے حق میں ایسی غیر ضروری بدی ہو جاتی ہے جس سے اہل ملک کو کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

اس حق کی ایک معمولی مثال دو ڈوبتے ہوئے آدمیوں کا ایک ایسے تختے کو پکڑ لینا یا اُس سے چمٹ جانا ہے جس کے ذریعے سے صرف ایک ہی شخص کو سہارا مل سکتا ہو۔ ایسی صورت میں مسئلۂ ایثار کا تصفیہ قانون کے ذریعے سے نہیں کیا جاتا بلکہ اخلاق پر مبنی ہے۔ اُن دو ڈوبتے ہوؤں میں اُس شخص کا جس سے کسی کی پرورش وغیرہ متعلق نہ ہو یہ اخلاقی فرض ہے کہ وہ دوسرے شخص کی جان پر جس کی شوہر یا پدر کی حیثیت ہے اپنی جان نثار کر دے اور اسی طرح سے اگر ان دو آدمیوں میں ایک بوڑھا اور دوسرا جوان ہو تو بوڑھا اپنی جان کو نوجوان کی زندگی پر اخلاقاً قربان کر سکتا ہے۔ لیکن قانون کے ذریعے سے ایسی صورتوں کے متعلق کسی قاعدے کا طے کرانا ایک فعل عبث ہے اس پر بھی قانون میں جو اصول طے ہو گیا ہے وہ یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں اگر ایک شخص قوی اور دوسرا ضعیف ہو تو طاقتور کو اپنی قوت کے ذریعے سے اپنی جان کو محفوظ رکھنے کا حق دیا گیا ہے ایک دوسری

ضرورت کی شکل جو لوگوں کو اکثر پیش آیا کرتی ہے طوفان زدہ جہازوں کے ملاحوں کی ہے جو شکستہ یا ڈوبتے ہوئے جہاز سے اپنی جان بچاکر چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں سوار ہو جاتے ہیں اور جن کے ساتھ سامان خورد و نوش نہیں ہوتا ہے۔ اس قسم کے ملاحوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ فاقہ کشی سے ہلاک ہو جائیں یا آپس میں ایک دوسرے کی جان لے کر مردم خوری کریں۔ حق ضرورت کی ایک تیسری مثال بھی ہے اور یہ اُن صورتوں میں پیش آتی ہے جب ایک شخص کو دوسرا شخص فوراً اُس کی جان لینے یا اُس کے جسم کو ضرر شدید پہنچانے کا ناجائز خوف دلاتا ہے۔ ہابز کا مقولہ[1] ہے کہ "اگر کسی شخص کو اُس کی فوری ہلاکت کا خوف دلاکر بحالت مجبوری اُس سے کسی ناجائز اور خلاف قانون فعل کا ارتکاب کرایا جائے تو مرتکب فعل معذور ہے اور قانوناً اس سے کسی قسم کی بازپرس نہیں کی جاسکتی ہے۔"

یہ بات سمجھنے کے قابل ہے کہ فقرات بالا میں مرتکب جرم کے قلب سے اندیشۂ تعزیر قانونی کے زائل ہونے کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے اُس کا تعلق کسی خاص اور نہایت سنگین سزا سے نہیں ہے بلکہ قانون میں جو معمولی اور معقول سزائیں جرائم کی مقرر کی گئی ہیں اُن کی دہشت ان حالتوں میں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے مرتکب کے قلب میں باقی نہیں رہتی ہے اس لیئے مرتکب کی ضرورت کے متعلق ایک معیار قرار دیا جاتا ہے۔ اگر ناجائز تحریک سے مرتکب مغلوب ہو جائے اور اُس کے دل سے کسی جرم کی ایسی سزا کا خوف زائل ہو جائے جو قانون میں بلحاظ ضرورت ملک اور منصفانہ و معقول طور پر مقرر کی گئی ہو تو مرتکب کی ایسی ناجائز تحریک اُس کا حق یا اختیار مبنی بر ضرورت سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً اگر نہایت خفیف سرقے کے لیئے مجرم کے زندہ جلانے کی سزا قانون میں مقرر کر دی جائے تو اُس کے خوف سے کسی انسان کو خواہ وہ کتنا ہی گرسنہ اور مفلس کیوں نہ ہو روٹی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا تک چرانے کی جرأت نہیں ہو سکتی

[1] بیڈی اے تھان (نام تصنیف) باب ۲۷ تصنیفات ہابز زبان انگریزی جلد ۲ صفحہ ۲۸۸۔

اور ایسی صورت میں حق ضرورت کا وجود ذہنی تک باقی نہیں رہتا۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کی سنگین سزاؤں سے دنیا کو حقوق جائداد کی حفاظت کی ضرورت نہیں ہے لہذا انسان کے قلب پر ایسی چند تحریکات کا اثر ہوتا ہے جن کی وجہ سے وہ اُن جرائم کا مرتکب ہوتا ہے جن کے لیئے قانون میں معقول اور مناسب سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ ایسی صورتوں میں نیت مجرمانہ کا ایک عنصر ضروری یعنی انسان کی وہ قوت ممیزہ اور آزادی جس کے ذریعے سے وہ نیک وبد میں تمیز کرسکتا ہے مفقود ہو جاتی ہے۔ پس جہاں تک حق ضرورت کا تعلق قانون کے مجرد نظریئے سے ہے وہاں تک اس حق کی وجہ سے مرتکب جرم پر کسی قسم کی قانونی ذمہ داری عائد نہیں ہو سکتی ہے۔

لیکن عملی نقطۂ نظر سے ایسی بین اور مثبت دشواریاں پیش آتی ہیں جنکی وجہ سے حق ضرورت کا دائرۂ عمل نہایت محدود کر دیا گیا ہے۔ بہت ہی کم ایسے واقعات پیش آتے ہیں جن میں مرتکب اپنے نفس پر قابو پا سکتا ہے اور نیک وبد میں تمیز کرسکتا ہے لہذا ایسی صورتوں میں فاعل کا اپنے فعل کے لیئے ذمہ دار قرار نہ دیا جاتا صحیح اور جائز ہے۔ اس حق کے متعلق نظریئے اور عمل میں جو اختلاف ہے اُس کو رفع کرنے کی غرض سے قانون نے ان دونوں میں ایک قسم کا سمجھوتہ کرا دیا ہے چنانچہ چند مخصوص اشکال میں عذر ضرورت تسلیم کیا جاتا ہے اور اکثر صورتوں میں ضرورت کی بنا پر مرتکب جرم اپنی ذمہ داری سے نہیں بچ سکتا البتہ اس عذر کے ثابت ہونے پر اس کا تعلق ذمہ داری کی مقدار اور درجے سے ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے سزائیں خواہ وہ کتنی ہی قلیل اور برائے نام کیوں نہ ہو تخفیف ہو جاتی ہے لیکن مجرم سزا یابی سے بالکل بچ نہیں سکتا۔ مثلاً جب ایک شخص کے سر پر غصے کا بھوت سوار ہو جائے اور وہ غیظ و غضب سے اندھا ہو کر قتل انسان کا مرتکب ہو تو اُس کا جرم قانوناً قتل عمد نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس میں تخفیف ہو کر اس سے کم درجے کا جرم قتل انسان مستلزم سزا قرار دیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سلطنت برطانیہ میں تباہ شدہ جہاز کے ملاح اپنی جان بچانے کے لیئے اپنے ساتھیوں کو

کاٹ کر جو کھا جاتے ہیں از روئے قانون اُن سے جرم قتل عمد کا ارتکاب ہوتا ہے لیکن شاہ انگلستان کے مراحم خسروانہ کی بدولت انکی سزائے موت چند سال کی سزائے قید سے مبدل ہو جاتی ہے[۱]

فصل ۱۴۔ غفلت

جرائم کے تین انواع ہیں اور اب تک جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس کا تعلق ان کی پہلی نوع سے ہے یعنی جرائم مبنی بر نیت اور ارادے کا بیان ختم ہو چکا اور اس فصل میں ہم ان کی دوسری نوع کا ذکر کرنا چاہتے ہیں اور اور اُن جرائم کا تعلق غفلت سے ہے۔

لفظ غفلت ایک ذو معنی لفظ ہے۔ ایک مفہوم کے لحاظ سے غفلت سے مراد انسان کے دماغ کی ایک مخصوص کیفیت ہے اور دوسرے مفہوم کے لحاظ سے غفلت کا اطلاق انسان کے اس فعل پر کیا جاتا ہے جو اس دماغی حالت کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتا ہے۔ پہلے معنوں یعنی مفہوم ذہنی کے لحاظ سے لفظ غفلت ضد ہے نیت مجرمانہ کی اور یہ دونوں شکلیں ہیں قلب مجرمانہ کی جو مرتکب پر اُس کے فعل کی تعزیری ذمہ داری عائد کرنے کے لیئے ایک ضروری شرط ہے لیکن مطلب ثانی یعنی مفہوم خارجی کے لحاظ سے نیت مجرمانہ کی ضد نہیں بلکہ جرم بالارادہ کی ضد ہے۔ اسی طرح سے بعض اور الفاظ (انگریزی زبان میں) ذو معنی ہیں مثلاً ظلم کا مفہوم ذہنی انسان کی ظالمانہ طبیعت ہے اور اس کا مفہوم خارجی وہ فعل ہے جس کا

---

[۱] ملکہ معظمہ بنام ڈڈلی کوئینز بینچ ڈیویژن جلد ۱۴ صفحہ ۲۷۳۔ تاریخ قانون تعزیری (فوجداری) مولفہ اسٹیفن جلد ۲ باب ۱۸ میں جبر اور ضرورت کے متعلق جو قانون طے پایا ہے اُسکی تدوین ہو کر اسپر بحث کی گئی ہے۔ اسکے علاوہ قتل انسان کے متعلق ایک مضمون لاکوارٹرلی ریویو (تبصرۂ قانون جو ہر تیسرے مہینے شائع ہوتا ہے جلد ۱ صفحہ ۵۱ پر طبع ہوا ہے۔ اسکے علاوہ ملاحظہ ہو تعزیرات جرمنی دفعہ ۵۴ جس میں حق ضرورت کو صریحاً تسلیم کیا گیا ہے۔

انسان کی ظالمانہ طبیعت سے ظہور ہوتا ہے۔ اگرچہ اس قسم کے بعض الفاظ میں ابہام ضرور ہے لیکن اس کی وجہ سے مرتکب کے متعلق ایسا شبہ نہیں واقع ہو سکتا جس کے سبب سے فعل کی صفت اور خاصیت کے دریافت کرنے میں مجبوری لاحق ہوتی ہو اور اس بنا پر لفظ غفلت میں جو ابہام ہے اُسکی وجہ سے فعل غافلانہ کے تعین میں کسی قسم کی دشواری نہیں پیدا ہو سکتی ہے اس کے علاوہ ابہام کی بنا پر غفلت کی جو دو قسمیں قرار پائی ہیں ان میں زیادہ فرق نہیں ہے بلکہ تقریباً وہ دونوں ایک ہیں۔ غفلت خارجی اصل میں ایک قسم کی غفلت ذہنی ہے جس کا فعل کے ذریعے سے اظہار کیا جاتا ہے اور غفلت ذہنی کے متعلق جب تک اس کا کسی فعل کے ذریعے سے اظہار نہ ہو قانون میں کسی قسم کی بازپرس نہیں کی جا سکتی ہے۔ اس کتاب میں لفظ غفلت عموماً مفہوم ذہنی کے لیئے استعمال کیا جائیگا اور اس کا خارجی مفہوم فعل غافلانہ یا جرم مبنی بر غفلت کے لیئے استعمال[1] ہو گا۔ غفلت یعنی بے احتیاطی مستلزم سزا ہے۔ چنانچہ ولز جسٹس[2] نے ایک فیصلے میں تحریر کیا ہے کہ "غفلت سے مراد ایسی احتیاط کی عدم موجودگی ہے جس پر عمل کرنا مدعی علیہ کا فرض تھا"۔ اچھا تو بے احتیاطی کا کیا مطلب ہے؟۔ اسمیں شک نہیں کہ لفظ بے احتیاطی میں نیت مجرمانہ نہیں داخل ہو سکتی کیونکہ یہ

---

[1] قانون روما میں لفظ غفلت کا مفہوم اصطلاحات "کلپا" (Culpa) اور "نگلی جنیشیا" (Negligentia) کے ذریعے سے ادا کیا جاتا ہے اور ان الفاظ کی ضد "ڈولس" (Dolus) مبنی پر نیت مجرمانہ ہے۔ احتیاط یعنی عدم غفلت کیلیئے اس قانون میں "ڈیلی جنیشیا" (Deligentia) استعمال کیا جاتا ہے لیکن انگریزی زبان میں (Delegence) بمعنئ احتیاط کا استعمال منسوخ و متروک ہو گیا ہے اور اس لفظ کے موجودہ معنی مصروفیت و مشقت کے ہیں اور یہ لفظ بے احتیاطی کی نہیں بلکہ بیکاری کی ضد ہے لیکن قدیم زمانے کی یادگار کے طور پر یہ لفظ کتب قانونی میں استعمال کی جاتی ہے۔

[2] گرل بنام جنرل آیرن اسکرو کولی اری کمپنی لاریو رٹس۔ آ۔ سی۔ پی۔ صفحہ ۶۱۲۔

دونوں دماغ انسانی کی دو متضاد حالتیں ہیں اور اگرچہ ان دونوں حالتوں کا تعلق انسان کے افعال اور اُن کے نتائج سے ہے لیکن کسی ایک فعل کی نسبت ایک ہی انسان کے دماغ میں یہ دونوں باتیں ایک ہی وقت میں جمع نہیں ہو سکتی ہیں۔ جس فعل کا نتیجہ بے احتیاطی پر مبنی ہو ممکن نہیں کہ اس کے واقع ہونے سے قبل فاعل نے اُس کا ارادہ کیا ہو اور ایسا ہی انسان جس فعل کا ارادہ کر لیتا ہے ممکن نہیں کہ بے احتیاطی کی وجہ سے اُس کا مرتکب ہو۔[1]

غفلت اور بے احتیاطی کے متعلق ایک اور امر قابل غور ہے ہر ایک شکل میں اس حالت کا بے توجہی اور بے پروائی پر مبنی ہونا ضرور نہیں ہے۔ اگرچہ عموماً غفلت بے توجہی اور بے پروائی پر ہی مشتمل ہوتی ہے لیکن اُس کا اُسی ایک چیز پر ہمیشہ مبنی ہونا امر لازمی نہیں ہے۔ مثلاً اگر میرے کسی فعل سے کسی شخص یا اُس کی جائداد کو ضرر پہنچے تو یہ ضرور نہیں ہے کہ میری ضرر پہنچانے کی نیت تھی بلکہ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ میں نے بے پروائی کے سبب سے اپنے فعل کے مضرت بخش نتیجے پر غور نہیں کیا اور سرسری طور پر باور کر لیا کہ وہ فعل بے ضرر ہو گا لہٰذا اگر قبل ارتکاب میں لاابالی یا بے پروا ہو جاؤں تو یقیناً میرا فعل مبنی بر غفلت متصور ہو کر مجھ پر غفلت کا الزام عائد کئے جانے کا باعث ہو سکتا ہے۔ لیکن غفلت کی ایک دوسری شکل بھی ہے اور اسی قسم کی غفلت بے پروائی یا لاابالی پن پر ہرگز مبنی نہیں ہوتی ہے مثلاً اگر میں کسی ایسی سڑک پر جس پر لوگوں کی کثرت سے آمد و رفت ہو اپنی بگھی کو سرپٹ دوڑاتا ہوا لے جاؤں اور اگرچہ مجھے اس امر کا بخوبی علم ہو کہ میری سواری کے تیز چلنے سے دوسرے راہ رؤں کو

---

[1] کیٹل ویل بنام واٹسن چانسری ڈویژن جلد ۲۱ صفحہ ۷۰۶ ۔ فریب دلالت کرتا ہے منصوبے اور غرض پر۔ غفلت دلالت کرتی ہے کہ مرتکب نے بلا کسی منصوبے اور غرض کے بے احتیاطی سے کسی فعل کو انجام دیا۔

ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے تو بھی کسی کو یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ میری نیت لوگوں کو
ارادتاً ضرر پہنچانے کی ہے۔ لیکن اگر میرے اس فعل سے کوئی راہرو کسی
حادثے کا شکار ہو جائے تو مجھ پر قتل انسان مبنی بر نیت (قتل عمد) کی نہیں
بلکہ قتل انسان مبنی بر غفلت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں
کہ میں کسی کو ضرر پہنچانا نہیں چاہتا ہوں لیکن مجھ کو اس امر کا علم ہے کہ میری گاڑی
کی تیز رفتاری سے راہروؤں کو صدمہ پہنچ سکتا ہے اور اگر ایسی صورت میں
فی الواقع کسی کو ضرر پہنچ جائے تو میں غافل سمجھا جاؤں گا اور میرا فعل بے پروائی
پر نہیں بلکہ غفلت پر مبنی سمجھا جائے گا کیونکہ مجھے اپنے فعل کے نتیجے کا پہلے
سے اندازہ ہو چکا تھا اور اس کے واقع ہونے کا گمان غالب تھا۔

اگر غفلت یا بے احتیاطی وہی حالت نہیں ہے جسکو ناعاقبت اندیشی
یا بے پروائی کہتے ہیں تو پھر کیا وہ شئے ہے اور اس کی کیا ماہیت ہے اس کا
صحیح جواب صرف یہی ہے کہ بے احتیاط وہ انسان ہے جو احتیاط نہیں کرتا ہے۔
غفلت کی اصل بے پروائی نہیں بلکہ بے اعتنائی ہے۔ اس میں شک
نہیں کہ بسا اوقات بے اعتنائی کی وجہ سے بے پروائی پیدا ہوتی ہے
لیکن یہ دونوں ایک شئے اور ایک حالت نہیں ہیں بلکہ بے اعتنائی کے بغیر
بے پروائی اور بے توجہی کا جیسا کہ مثال متذکرہ صدر سے ثابت ہے وجود
ہوتا ہے۔ مثلاً اگر میں اپنے فعل کے نتائج پر توجہ نہ کروں یعنی ان سے بے پروا
یا بے خبر ہو جاؤں تو قبل وقوع ان کا جو میں اپنے ذہن میں اندازہ کر سکتا ہوں
یا ان سے مجھ کو وقوف حاصل ہو سکتا ہے اس کے حاصل کرنے میں مجھ سے قصور
ہو جائیگا لیکن اس کے برعکس اگر پہلے سے میں اپنے ذہن میں ان نتائج کا ٹھیک
اندازہ اور موازنہ کر لوں تو بھی میں ان نتیجوں سے بے اعتنائی کر سکتا ہوں اور
اس لیے میرا فعل غفلت پر مبنی ہو سکتا ہے۔

لہٰذا کسی شخص کا اپنے کسی فعل اور اس کے نتائج سے غیر واجبی طور پر اپنے
ذہن میں بے اعتنائی کرنا غفلت کی بنیاد اور اصل[1] ہے اور اسی حالت کو غفلت کہتے ہیں۔

---

[1] تصور غفلت کے متعلق ایک نہایت عمدہ تحلیل تصنیف مرکل مسمی